

آر و کلاسیک

# دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ  
از  
اسیر عابد

نظر ثانی شدہ ایڈیشن  
مجلسِ ترقی ادب، لاہور

# دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ

# دیوانِ غالب

اصل متن دے نال دیوانِ غالب دا منظوم پنجابی ترجمہ

از

اسیر عابد



مجلسِ ترقیِ ادب  
لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم: جون ۱۹۹۷ء

تعداد : ۵۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی

ناظم، مجلس ترقی ادب، لاہور

مطبع : معاونت آرٹ پریس، ۹-۸ ایچٹ روڈ، لاہور

طابع : توفیق الرحمن

قیمت : ۱۳۵ روپے

اپنے جنت درگے ماں باپ  
تے

مہربان اُستاداں دے ناں

— استغرابد

# فہرست

ترجے کا اعجاز

پینڈا

احمد ندیم قاسمی ، ۱۵

امیر غازی ، ۲۵

روایت (الف)

۱۔ نقش فریادی ہے کس کی شوقی تحریر کا ، ۳۶

۲۔ جہراست تحفہ ، الماس ارمغان ، دارباغہ جگر ہریہ ، ۳۴

۳۔ جز قیس اور کوئی نہ آیا ہر دستے کار ، ۳۲

۴۔ کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑایا ، ۳۶

۵۔ دل مرا سوز نہاں سے بے مہا باہل گیا ، ۳۸

۶۔ شوق ہر رنگ و قیہ سرو سامان نکلا ، ۳۰

۷۔ دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نہر د تھا ، ۴۲

۸۔ شہا بہ سجھ مر غوب بہت مشکل پسند آیا ، ۴۴

۹۔ دہر میں نقش و فاد جبر تسلی نہ ہوا ، ۴۶

۱۰۔ ستائش گر ہے زاہد اس تقد جہں باغ و زہراں کا ، ۳۸

۱۱۔ نہ ہو گا یک بیایاں ماندگی سے فوق کم میرا ، ۵۰

۱۲۔ سراپا دہن عشق و ناگزیر لغت ہستی ، ۵۰

۱۳۔ محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے ناز کا ، ۵۲

۱۴۔ بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا ، ۵۴

۱۵۔ شب کہ برق سوز دل سے زہرہ ابرکب تھا ، ۵۶

۱۶۔ نالہ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا ، ۵۸

۱۷۔ اک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب ، ۶۰

۱۸۔ بسکہ و خواہ ہے ہر کام کا آساں ہونا ، ۶۲

- ۱۹ — شبِ نغمہ و شوقِ ساقی و ستیخِ اندازہ تھا ، ۶۳
- ۲۰ — دوستِ غمِ طاری میں میری سہمی فرمائیں گے کیا ، ۶۶
- ۲۱ — ہوس کر ہے نشاطِ کار کیا کیا ، ۶۸
- ۲۲ — یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا ، ۷۰
- ۲۳ — دو خودِ نیر و غضب جب کوئی ہم ساز ہوا ، ۷۲
- ۲۴ — بچے نذرِ کرمِ تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا ، ۷۳
- ۲۵ — گردِ اندوہِ شبِ فرقت بیان ہو جائے گا ، ۷۶
- ۲۶ — دردِ منت کشِ دوانہ ہوا ، ۷۸
- ۲۷ — گلہ ہے شوقِ کورل میں بھی تنگی تھا کا ، ۸۰
- ۲۸ — قطرہ نئے بسکِ حیرت سے نفس پر درد ہوا ، ۸۲
- ۲۹ — جب بتقریبِ سفر یار نے حملِ بانہ ہوا ، ۸۲
- ۳۰ — میں اور بزمِ ناز سے یوں تشنہ کام آؤں ، ۸۳
- ۳۱ — گھر چاوا جو نہ دوستے بھی تو دیراں ہوتا ، ۸۴
- ۳۲ — نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ، ۸۶
- ۳۳ — یکِ قدّہ زمیں نہیں بے کار باغ کا ، ۸۸
- ۳۴ — وہ مری چہیں چہیں سے غمِ نہاں سمجھا ، ۹۰
- ۳۵ — پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا ، ۹۲
- ۳۶ — ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا ، ۹۳
- ۳۷ — لبِ خشکِ درِ تشنگیِ مُردگان کا ، ۹۶
- ۳۸ — تو دوست کسی کا بھی جہنگِ نہ ہوا تھا ، ۹۶
- ۳۹ — شبِ کہ وہ مجلسِ فردِ غلطِ ناموس تھا ، ۹۸
- ۴۰ — آئینہ دیکھ اپنا سامنے لے کے رہ گئے ، ۹۸
- ۴۱ — عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا ، ۱۰۰
- ۴۲ — رشک کہتا ہے کہ اس کا خیر سے اخلاص حیف ؛ ۱۰۲
- ۴۳ — ذکرِ اُس پری دشن کا اور پھر بیاں اپنا ، ۱۰۳
- ۴۴ — سرورِ معنیتِ نظرِ ہوں مری قیمت یہ ہے ، ۱۰۶
- ۴۵ — غافلِ بوجہم نازِ خود آرا ہے ، دردِ نہیاں ، ۱۰۶

- ۳۹۔ حمد سے باز آتے پر باز آئیں کیا ، ۱۰۸  
 ۴۰۔ مفاہت ہے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ، ۱۰۸  
 ۴۱۔ عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا ، ۱۱۰

روایف (ب)

- ۴۲۔ پھر ہوا وقت کہ ہر بال کشا مویج شراب ، ۱۱۲

روایف (ت)

- ۵۰۔ افسوس کہ دیداں کا کیا رزق فلک نے ، ۱۱۳

- ۵۱۔ رہا گر کوئی تا قیامت سلامت ، ۱۱۶

- ۵۲۔ مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب ، ۱۱۶

- ۵۳۔ آمدِ خط سے ہوا ہے سرو جہاں در دوست ، ۱۱۸

روایف (ج)

- ۵۴۔ نگہن میں بندوبست بزمِ بگ و گر ہے آج ، ۱۲۰

- ۵۵۔ لوہم مرینہ عشق کے تیمار دار ہیں ، ۱۲۰

روایف (ج)

- ۵۶۔ نفس نہ انہیں آرزو سے باہر کھینچ ، ۱۲۲

روایف (د)

- ۵۷۔ حسنِ غمزے کی کشاکش سے چٹا میرے بعد ، ۱۲۳

روایف (د)

- ۵۸۔ بلا سے ہیں جویہ پیشی نظر درو دیوار ، ۱۲۶

- ۵۹۔ گھر جب بنایا تو بے در پر کے بغیر ، ۱۲۸

- ۶۰۔ کیوں جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھ کر ، ۱۳۰

- ۶۱۔ لڑتا ہے مراد دل ز محبت مہر درخشاں پر ، ۱۳۲

- ۶۲۔ ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشان اور ، ۱۳۳

- ۶۳۔ صفائے حیرت آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر ، ۱۳۶

- ۶۴۔ ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خراباں تجھ پہ عاشق ہیں ، ۱۳۶

- ۶۵۔ جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہونہ عربانی ، ۱۳۸

- ۶۶۔ لازم تھا کہ دیکھو مراد سا کوئی دن اور ، ۱۴۰



### روایف (ز)

- ۶۷۔ فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح مہر ، ۱۳۲  
 ۶۸۔ حریفِ مطلب مشکل نہیں مہسوی نیاز ، ۱۳۲  
 ۶۹۔ وسعتِ سعی کرم دیکھو کہ سرتاسر خاک ، ۱۳۳  
 ۷۰۔ کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز ، ۱۳۳  
 ۷۱۔ نے گلِ نغمہ جوں نہ پردہ ساز ، ۱۳۶

### روایف (س)

- ۷۲۔ مُردہ اسے ذوقِ اسیری کہ فکر آتا ہے ، ۱۳۸

### روایف (ش)

- ۷۳۔ نہ لہوے گرشب جو ہر طراوتِ سبزہ خط سے ، ۱۵۰

### روایف (ع)

- ۷۴۔ جادۂ رہ ، خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع ، ۱۵۰  
 ۷۵۔ صبحِ انکار سے ہے سوزِ جادوئی شمع ، ۱۵۲

### روایف (ف)

- ۷۶۔ بچِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش ، ۱۵۳

### روایف (ک)

- ۷۷۔ زخمِ پرچہ رگیں کہاں طفلانِ بے پروا تک ، ۱۵۶  
 ۷۸۔ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک ، ۱۵۸

### روایف (گ)

- ۷۹۔ گر تھو کہ ہے یقینِ اجابت دُعا نہ مانگ ، ۱۶۰

### روایف (ل)

- ۸۰۔ ہے کس قدر ہلاک فریبِ دفائے گل ، ۱۶۲

### روایف (م)

- ۸۱۔ غم نہیں ہوتا ہے آنندوں کو بیش از یک نفس ، ۱۶۳  
 ۸۲۔ یہ نالہ حاصلِ دلہستگی فراہم کر ، ۱۶۶  
 ۸۳۔ مجھ کو دیا بغیر میں مانا دامن سے دور ، ۱۶۶

### روایف (ن)

- ۸۳ — توں دام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے ، ۱۶۸
- ۸۵ — وہ فراق اور وہ وصل کہاں ، ۱۶۸
- ۸۶ — کی دغا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ، ۱۷۰
- ۸۷ — آہ کیا خاک اس گل کی کر گلشن میں نہیں ، ۱۷۲
- ۸۸ — اسنو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں ، ۱۷۳
- ۸۹ — مہرباں ہو کے بلا لو مجھے ، چاہو جس وقت ، ۱۷۶
- ۹۰ — ہم سے کھل جاؤ بوقتِ بے پرستی ایک دن ، ۱۷۸
- ۹۱ — ہم پر جفا سے ترکِ دغا کا لگاں نہیں ، ۱۸۰
- ۹۲ — مانعِ دشتِ فردی کوئی تدبیر نہیں ، ۱۸۲
- ۹۳ — مت مرد کم دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ، ۱۸۴
- ۹۴ — پرشکالِ گریمِ عاشق ہے دیکھا چاہتے ، ۱۸۴
- ۹۵ — عشقِ تاثیر سے نومید نہیں ، ۱۸۶
- ۹۶ — جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ، ۱۸۸
- ۹۷ — طس ہے خوشے یار سے نارِ التهاب میں ، ۱۹۰
- ۹۸ — کل کے لئے کہ آج نہ خستِ شراب میں ، ۱۹۲
- ۹۹ — حیرانِ ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں ، ۱۹۶
- ۱۰۰ — ذکرِ میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں ، ۱۹۸
- ۱۰۱ — نالہِ جگرِ سخنِ طلب اسے ستم ایجاد نہیں ، ۲۰۰
- ۱۰۲ — دونوں جہان دے کے وہ تجھے یہ خوش رہا ، ۲۰۲
- ۱۰۳ — ہو گئی ہے خیر کی خیر سی بیانی کارگر ، ۲۰۲
- ۱۰۴ — قیامت ہے کہ میں بیل کا دشتِ قیس میں آنا ، ۲۰۳
- ۱۰۵ — دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا ، ۲۰۳
- ۱۰۶ — یہ ہم جو بھر میں دلیا بعد کر دیکھتے ہیں ، ۲۰۶
- ۱۰۷ — نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں ، ۲۰۸
- ۱۰۸ — تیرے تو میں کو صبا باندھتے ہیں ، ۲۱۰
- ۱۰۹ — زمانہ سخت کم آزار ہے بجاہِ اسد ، ۲۱۰

- ۱۱۰۔ دائم پڑا ہوا ترسے در پر نہیں ہوں میں ، ۲۱۲  
 ۱۱۱۔ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ، ۲۱۳  
 ۱۱۲۔ دیوانگی سے دوش پر نہ تار بھی نہیں ، ۲۱۵  
 ۱۱۳۔ نہیں ہے زخم کوئی نہجئے کے درخود مرے ہی میں ، ۲۲۰  
 ۱۱۴۔ مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں ، ۲۲۲  
 ۱۱۵۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت و دوسے بھرنے آئے کیوں ، ۲۲۳  
 ۱۱۶۔ غنچہ ہاشمگتہ کو دوسے سے مت دکھا کہ یوں ، ۲۲۶  
 ۱۱۷۔ اپنا احوال دل نہار کہوں یا نہ کہوں ، ۲۲۸

### روایف (ق)

- ۱۱۸۔ حسدے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو ، ۲۳۰  
 ۱۱۹۔ کعبے میں جا رہا ، کونہ در طعنہ کیا کہیں ، ۲۳۰  
 ۱۲۰۔ وارسطہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو ، ۲۳۲  
 ۱۲۱۔ قفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے غیوں کو ، ۲۳۳  
 ۱۲۲۔ دھرتا ہوں جب میں پیچے کہ اس سیمتن کے پاؤں ، ۲۳۶  
 ۱۲۳۔ داں اس کو چہل دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار ، ۲۳۶  
 ۱۲۴۔ داں بچھ کر جو غش آتا ہے ہم ہے ہم کو ، ۲۳۸  
 ۱۲۵۔ تم جانو تم کو غیر سے جو رسم دراہ ہو ، ۲۳۰  
 ۱۲۶۔ گنتی وہ بات کہ ہر گفتگو تو کیوں کر ہو ، ۲۳۲  
 ۱۲۷۔ کسی کو دوسے کے دل کوئی نواسچہ نفاں کیوں ہو ، ۲۳۳  
 ۱۲۸۔ رہتے اب ایسی جگہ ہیں کہ جہاں کوئی نہ ہو ، ۲۳۶

### روایف (د)

- ۱۲۹۔ از مہر تاجہ قزہ دل و دل ہے آئینہ ، ۲۳۸  
 ۱۳۰۔ ہے سہزہ ناز ہر دود و دیار ملکہ ، ۲۳۸

### روایف (ه)

- ۱۳۱۔ صد جلدہ رو بہ رو نہی جو مرگاں اٹا ہے ، ۲۵۰  
 ۱۳۲۔ مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہتے ، ۲۵۲  
 ۱۳۳۔ بساؤ گز میں تھا ایک دن ، یک قطرہ خون وہ بھی ، ۲۵۳

- ۱۳۲۔ ہے بزمِ نبیوں میں سخنِ آزدہ لبوں سے ، ۲۵۶
- ۱۳۳۔ تا ہم کوشکایت کی بھی باقی نہ رہے جا ، ۲۵۸
- ۱۳۴۔ گھر میں تھا کیا کہ قراہم اسے غارت کرتا ، ۲۵۸
- ۱۳۵۔ غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سراٹھانے کی ، ۲۶۰
- ۱۳۶۔ حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آزدہ خراہی ، ۲۶۰
- ۱۳۷۔ کیا تلک ہم ستم زندگان کا مکان ہے ، ۲۶۲
- ۱۳۸۔ درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے ، ۲۶۳
- ۱۳۹۔ سرکشگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے ، ۲۶۴
- ۱۴۰۔ گر خامشی سے فائدہ اٹھائے ناز ہے ، ۲۶۸
- ۱۴۱۔ تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھو دکھو کے پڑ چھو ، ۲۶۸
- ۱۴۲۔ ایک جا حروب و فاکھا تھا وہ بھی مٹ گیا ، ۲۷۰
- ۱۴۳۔ بیخس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے ، ۲۷۰
- ۱۴۴۔ مری ہستی فضائے حیرت آباد کرتا ہے ، ۲۷۲
- ۱۴۵۔ رحم کو ظالم کر کیا بود چراغِ کشت ہے ، ۲۷۴
- ۱۴۶۔ چشمِ خراباں ، خامشی میں بھی نما پدا ہے ، ۲۷۴
- ۱۴۷۔ عشقِ کجہ کو نہیں وحشت ہی سہی ، ۲۷۶
- ۱۴۸۔ ہے آرمیدگی میں نکو ہش بجا مجھے ، ۲۷۸
- ۱۴۹۔ زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ، ۲۷۸
- ۱۵۰۔ اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے ، ۲۸۰
- ۱۵۱۔ رفتارِ عمر قطعِ رو اضطراب ہے ، ۲۸۲
- ۱۵۲۔ دیکھنا قسمت کو آپ اپنے پر شک آجاتے ہے ، ۲۸۴
- ۱۵۳۔ گرم قریا دوکھا ، شکلِ نہالی نے مجھے ، ۲۸۶
- ۱۵۴۔ کارِ گاہِ ہستی میں لالہ داغِ سامان ہے ، ۲۸۸
- ۱۵۵۔ آگ رہا ہے دردِ دیار پر سبزہ غالب ، ۲۸۸
- ۱۵۶۔ سادگی پر اس کی مر جانے کی حسرتِ دل میں ہے ، ۲۹۰
- ۱۵۷۔ دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی ، ۲۹۲
- ۱۵۸۔ تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نقرشے ، ۲۹۴

- ۱۶۱۔ کوئی دہ گزند گانی اور ہے ، ۲۹۶
- ۱۶۲۔ کوئی امید پر نہیں آتی ، ۲۹۸
- ۱۶۳۔ دلِ ناناں تجھے ہوا کیا ہے ، ۳۰۰
- ۱۶۴۔ کہتے تو ہوتے سب کربتِ غالیہ تو آتے ، ۳۰۲
- ۱۶۵۔ پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے ، ۳۰۳
- ۱۶۶۔ جنوں قسمت کش نکسین نہ ہو ، گر شادمانی کی ، ۳۰۸
- ۱۶۷۔ گلویش ہے سزا فریادی بیدا و دلبر کی ، ۳۱۰
- ۱۶۸۔ بے اعتدالیوں میں سبک سب سے ہم ہوتے ، ۳۱۴
- ۱۶۹۔ جرنِ نقدِ داغِ دل کی کسے شعلہ پاسانی ، ۳۱۳
- ۱۷۰۔ ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے ، ۳۱۶
- ۱۷۱۔ نہ ہونی گروے مرنے سے تسلی نہ سہی ، ۳۲۰
- ۱۷۲۔ میں ہوں شتاتی جفا تجھ پر جفا اور سہی ، ۳۲۲
- ۱۷۳۔ آکر مری جان کو قرار نہیں ہے ، ۳۲۳
- ۱۷۴۔ ہجرِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے ، ۳۲۶
- ۱۷۵۔ پا جاں ہوا ہوں بسک میں مہر افرو ، ۳۲۶
- ۱۷۶۔ جس جزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے ، ۳۲۸
- ۱۷۷۔ خسی رہ کر چہ بنگامِ کمال اچھا ہے ، ۳۳۲
- ۱۷۸۔ عجب نشاط سے جلاؤ کے چلے ہیں ہم آگے ، ۳۳۳
- ۱۷۹۔ شکوے کے نام سے بے ہر خفا ہوتا ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۰۔ ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ، ۳۳۰
- ۱۸۱۔ میں انہیں پھیروں اور کچھ نہ کہیں ، ۳۳۲
- ۱۸۲۔ غیر میں محفل میں بوسے جام کے ، ۳۳۳
- ۱۸۳۔ پھر اس انداز سے بہار آئی ، ۳۳۶
- ۱۸۴۔ تغافلِ دوست ہوں میرا داغِ بجز عالی ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۵۔ کب وہ سنتا ہے کہانی ہے ، ۳۳۸
- ۱۸۶۔ نقشِ نازِ بیتِ طراز بہ آغوشِ رقیب ، ۳۵۰
- ۱۸۷۔ گلشنِ کوثری صحبت از بسکِ خوش آئی ہے ، ۳۵۰

- ۱۸۸ — جس زخم کی ہر سکتی ہو تیر در فک ، ۳۵۲
- ۱۸۹ — سیلاب پشت گری آئینہ دے ہے ہم ، ۳۵۳
- ۱۹۰ — ہے وصل ، حیر ، عالم تمکین و ضبط میں ، ۳۵۴
- ۱۹۱ — چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے ، ۳۵۶
- ۱۹۲ — ہر قدم ددی منزل ہے نمایاں مجھ سے ، ۳۵۸
- ۱۹۳ — نکلتے ہیں ہے غم دل اس کو ملتے نہ جے ، ۳۶۲
- ۱۹۴ — چاک کی غواہش اگر دشت پر غریبی کرے ، ۳۶۳
- ۱۹۵ — وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے ، ۳۶۶
- ۱۹۶ — تپش سے میری وقف کشکش ہر تار بستر ہے ، ۳۶۸
- ۱۹۷ — خطر ہے دشت الفت رگ گردی نہ ہر جاتے ، ۳۶۸
- ۱۹۸ — فریاد کی کوئی نے نہیں ہے ، ۳۷۰
- ۱۹۹ — نہ تو چہرہ مسرور ہر جراحہ دل کا ، ۳۷۲
- ۲۰۰ — ہم رنگ کو اپنے بھی گراما نہیں کرتے ، ۳۷۲
- ۲۰۱ — کہے ہے بارہ ترے لب سے کسب رنگ فروغ ، ۳۷۳
- ۲۰۲ — کیوں نہ ہر چشم تباں ہو تغافل کیوں نہ ہو ، ۳۷۴
- ۲۰۳ — دیا ہے دل اگر اس کی بشر ہے ، کیا کہئے ، ۳۷۶
- ۲۰۴ — دیکھ کر درد پردہ گرم دامن افشانی مجھے ، ۳۷۸
- ۲۰۵ — یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے ، ۳۸۰
- ۲۰۶ — حضور شاہ میں اہل سخن کی آزمائش ہے ، ۳۸۲
- ۲۰۷ — کبھی نیکی بھی اس کے پی میں گرا جاتے ہے مجھ سے ، ۳۸۳
- ۲۰۸ — تیرے مشق تماشا جنوں علامت ہے ، ۳۸۶
- ۲۰۹ — لاغر آتا ہوں کہ گر تو ہزم میں یاد ہے مجھے ، ۳۸۸
- ۲۱۰ — بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے ، ۳۹۰
- ۲۱۱ — کھوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہتے ، ۳۹۳
- ۲۱۲ — رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ، ۳۹۸
- ۲۱۳ — نشر و شاد لب رنگ و ساز ہا مستطرب ، ۴۰۰
- ۲۱۴ — عرضی تازہ شوخی ونداں برائے خندہ ہے ، ۴۰۲

## قطعات

- گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری ، ۳۴۰  
 — ہے جو صاحب کے کتب دست پر یہ چکائی ہوئی ، ۳۴۳  
 — منظور ہے گزارشی احوال واقعی ، ۳۴۶  
 — اسے شنشام آسماں اورنگ ، ۵۰۰

## متفرقات

- اب دلم ہے کب ہمیں حمد و بشار کا امتیاز ، ۵۰۸  
 — پانی سے سگ گزیرہ ڈرے جس طرح اسد ، ۵۰۹  
 — اسدا ٹھنا قیامت قامتوں کا وقت آرائش ، ۵۰۸  
 — دیدہ خوبا رہے عیت سے دلے آج ندیم ، ۵۱۰  
 — ابرو دتا ہے کہ ہزیم طرب آمادہ کرد ، ۵۱۰  
 — کمال حسن اگر موقوف انداز تغافل ہو ، ۵۱۰  
 — خضکوۃ یاران خیابانوں میں چٹاں کردیا ، ۵۱۰

## ترجمے کا اعجاز

تخلیق فنی کا نام ہے اپنی جگہ، مگر اس کے بعد میرے نزدیک علم و فن کی دنیا میں دشوار ترین کام، ایک زبان کی شاعری کا دوسری زبان میں منظم ترجمہ ہے جو حضرات یورپی زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگرچہ انگریزی، فرانسیسی، روسی، جرمن، اطالوی، سپینی اور دیگر زبانوں کے افعال و مصداق کا معاملہ خاصی یکسانیت رکھتا ہے اور پھر یورپی ممالک کے تمدنوں میں بھی خاصی مماثلت پائی جاتی ہے، اس لئے ان زبانوں کے باہمی تراجم میں اتنی شدید دشواریاں حائل نہیں ہوتیں، تاہم یہ تراجم بھی اصل کی روح کو کا حقہ برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح شاعری کے غیر فانی شاہکاروں کا ترجمہ شاعری شاہکاروں کے تراجم کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ شاعری کا شاعری میں ترجمہ اعلیٰ درجے کی شعر شناسی کے علاوہ بڑی محنت و مشقت اور شدید کد و کاوش کا بھی استغنا نہیں ہے اور متعلقہ زبانوں پر استادانہ گرفت کا بھی۔

خود اپنی مثال پیش کرتا ہوں کہ ۱۹۵۹-۵۸ء کی فطری بندی کے دنوں میں جیل کے اندر مجھے انگریزی شاعری کا ایک انتخاب ہاتھ لگا۔ اس کے مطالعے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ الزبتھ براؤننگ کے ”لوو سانیٹ“ (LOVE SONNETS) ہماری غزل کے بہت قریب ہیں، چنانچہ میں نے ان سانیٹس کو اردو شاعری میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔ کئی دن گزر گئے اور میں ایک سانیٹ کی ابتدائی چار پانچ لائنوں کا بھی سچا اور کھرا اور معیاری ترجمہ کرنے سے قاصر رہا۔ ترجمے کے طور پر جو محسوس میرے ذہن



میں آتے وہ بجائے خود خوبصورت تو تھے مگر انہیں الزبتھ کے مصرعوں کے دیباچہ دارانہ تراجم نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ کسی مصرعے میں اصل کے مقابلے میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور کسی مصرعے میں کچھ کمی رہ گئی تھی جتنا نچے میں نے ترجمے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر میں اثر کھنوزی اور ہادی حسین وغیرہ کے انگریزی کے منکوم تراجم دیکھ چکا تھا اور میں ان تراجم میں ایک اور پھیکے اور بے رس ترجمے کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مگر جب چند برس بعد عزیزم خالد احمد نے مجھے بتایا کہ ایک پنجابی شاعر امیر عابد نے ”دیوان غالب“ کو پنجابی شاعری میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو مجھے مسترت کی بجائے غمگین محسوس ہوا کہ پنجابی میں منتقل ہو کر کیسے مرزا غالب کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔ میں سوچتا تھا کہ امیر عابد نے غالب کے مثلاً اس شعر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا:-

دل نہیں درد نہ دکھاتا تجھ کو دغوں کی ہمار

اس چراغاں کا کردں کیا، کار فرما جل گیا

کچھ عرصے کے بعد میں نے امیر عابد کے تراجم میں سے اس شعر کا ترجمہ بطور خاص تلاش کیا، اور جب یہ ترجمہ پڑھا تو دم بخود رہ گیا کہ مرزا غالب کے اس بڑے شعر کے مفہوم کو امیر عابد نے کچھ اس طرح پنجابی کا جامہ پہنایا ہے کہ اگر غالب زندہ ہوتا اور اسے پنجابی سے بھی شدید ہوتی تو یہ ترجمہ سن کر وہ امیر عابد کو سینے سے لگا لیتا۔ ترجمہ یہ تھا:-

دل بند اتے آپے تینوں ہلدے دغ دکھاند

میں ایسے دیوے کھتے بالاں، بالوں والا بلیا

جب پوسے دیوان غالب ”کایہ پنجابی ترجمہ میرے ہاتھ لگا تو میں اپنے بعض پسندیدہ اشعار کے تراجم پر جھپٹا۔ ایک شعر یہ تھا:-

تو اور سوتے غیسر، نظر ہائے تیز تیز  
میں اور دکھ تری شرہ ہائے دراز کا

اسیر عابد کا ترجمہ یوں تھا:-

اور سرتوں پیا دیکھیں غیراں دتے دُشمن کی کٹھ  
ایدھر سینوں کڑ کا تیریاں کیاں کیاں پلکاں دا

اسیر عابد کے اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم سے میں محمدمکر رہ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح شعر کنا قدرت کی طرف سے ودیعت کی ہوئی قوتوں کا اظہار ہے، اسی طرح اچھے شعر کا اچھا ترجمہ بھی قدرت کی اس ودیعتِ خاص کے بغیر ممکن نہیں اور اسیر عابد اس ودیعتِ خاص سے پوری طرح آگاہ ہے۔

ہم میں سے بہت سے کوتاہ نظر لوگ غالب کو مشکل گو اور دشوار پسند اور مبہم اور نہ جانے کیا کیا کہتے نہیں تھکتے مگر ناقابلِ تردید حقیقت یہ ہے کہ غالب اور کا غلیظ ترین شاعر ہے۔ اس نے اردو غزل کو وقار بخشا ہے اور اردو شاعری کا سرِ قنا اور نچا کیا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے ہمسر نظر آنے لگی ہے۔ ایسے شاعر کی تخلیقات کے ترجمے کے بارے میں سوچنے سے ہی لرزہ طاری ہو جاتا ہے مگر اسیر عابد کا ترجمہ دیکھئے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے غالب کو پانی کی طرح پی لیا ہے اور اسے اپنے خون میں رواں کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ غالب کے اس طرح کے اشعار کو بھی اسیر عابد نے اپنے کمالِ فن سے ہمارا کر لیا ہے جنہیں "عام پسند" اشعار میں شمار نہیں کیا جاتا۔

مثلاً:-

حد سے دل اگر افسردہ ہے، گرم تماشا ہو  
کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نگارہ سے دا ہو

بقدر حسرتِ دل چاہئے ذوقِ معاشی بھی  
بھروں یک گوشہ دامن اگر آبِ ہفت دریا ہو  
اب اسیرِ عابد کا دیانتِ دادا نہ اور نہ کارِ نہ ترجمہ دیکھئے :-

ساڑے پاموں سے دل بٹھیا، تارے جاتی نظراں دی  
خبر سے سوڑھی اکھ، نظارے کھینڈ کر تھپتاں دی  
سدا ہاں جیتی تریسہ دی ہر دے ہر دے جس گناہاں دی  
میری چنڈ نہ لگی کر دی، چھپڑی ست سمندراں دی  
غالب کا یہ مترجم جب غالب کی سلیس اور بظاہر سادہ اور ساتھ ہی قبولِ عالم  
غزلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ایسے ایسے فنی معجزے غور پذیر ہوتے ہیں :-

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی  
کیوں ترا دھگڑ یاد آیا  
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے  
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ترجمہ :-

ایں یوں کیوں تنگہ حیا جانی سی  
خبر سے کاہنوں تیرا لاٹکھا یاد پایا  
ات اباٹاں جیسیں ات اباٹاں نیں  
تھلاں بہتے ڈٹھیاں جھٹکا یاد پایا

دو اور اشعار :-

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے  
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سی

ہم بھی تسلیم کی غڑوا لیں گے  
بے نیازی تری عادت ہی سی

ترجمہ: —

ساڈے نالوں لگتے لگاتے تروڑیں نہ  
بجھ دی نہیں تے جھلیا اٹ کر کاہسی  
آسی کدی دی آگوں ہر نہ چکاں گے  
بے پرواہیاں تیسرا کھد وسیباہسی  
اب آخر میں غالب کی معروف (سلیس، غزل، رکوئی امید بر نہیں آتی) کے  
چند اشعار کا ترجمہ دیکھتے: —

موت کا ایک دن مصیق ہے  
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی  
جاننا ہوں ثوابِ طاعت و زہد  
پر طبیعتِ ادھر نہیں آتی  
اسیرِ عابدانِ اشعار کی سادگی اور پُرکامی کو یوں اپنے تخلیقی ترجمے کی  
گرفت میں لانا ہے: —

پکی گل اسے، مرنا ایک دن مستحیا اسے  
نیند کا ہنوں راتیں جھلی آؤندی نہیں  
آگے دل دے حالوں ہا سڑ آؤندی سی  
ہر کہے دی گلوں بھیرٹی آؤندی نہیں

منفیا، منتفیہ یکایاں اُجر و دھیرے میں  
ایسے پاسے طبع کپتئی آؤندی نہیں

ان اشعار کے ترجمے میں ”جھٹی“ اور ”بھڑی“ اور ”کپتئی“ کے اضافوں پر چونکہ  
نہیں چاہیے کہ ان الفاظ کے بر محل استعمال سے غالب کے شعر کا مفہوم اپنی  
انتہائی گہرائیوں تک واضح ہو جاتا ہے۔ امیر عابد کے تراجم میں جہاں جہاں بھی  
اس طرح کے — بظاہر بے جا — اضافے وارد ہوئے ہیں، وہ محض ضرورت  
شعری یا وزن و بحر کے تحت وارد نہیں ہوئے بلکہ ان اضافوں نے غالب  
کے اشعار کی تفہیم میں اضافے کئے ہیں اور یہ اشعار پڑھنے والے پر آئینہ ہوتے  
چلے جاتے ہیں۔ یوں امیر عابد نے کسی ایک مقام پر بھی غالب کے ساتھ زیادتی کا  
ارتکاب نہیں کیا اور دیوان غالب کا ایک ایسا منظوم پنجابی ترجمہ وجود میں آیا جو  
آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔

مترجم کے لئے ان دونوں زبانوں پر کما حقہ مادی ہونے کی ضرورت ہوتی ہے  
جس کا ترجمہ ہو رہا ہو اور جس میں ترجمہ ہو رہا ہو۔ امیر عابد کے اس ترجمے نے  
دو فرودوشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وہ اردو کی انتہائی گہری اور گہجیر شاعری  
کی تفہیم و تحسین پر بھی مادی ہے اور پنجابی تو جیسے اس کے سامنے ہاتھ باندھے  
کھڑی ہے۔ ترجمے کا یہ معجزہ اسی لئے نمود پذیر ہوا ہے۔

احمد ندیم قاسمی

یکم مارچ ۱۹۸۷ء

## پہلا

دورانِ آئی سو سچے نہیں دیندے جسے مشنری تعلیمی ادارے وچ ٹیچر ٹریننگ  
 لئی داخلہ دیا۔ اک سال دی ٹریننگ دوران استاد کچھ ایڈسے دیا لہو ہو گئے کہ اوہناں  
 مہینوں ایسے ادارے وچ ملازمت دوران دی طبی بہر لئی۔ اپریل ۱۹۶۲ء نوں  
 استاد محترم مولوی شہاب الدین مرحوم دے آنکھن وکھین تے پرنسپل ایم اے کیرلہ  
 ہوریاں مہینوں علم اسلامیات دا تقرری نامہ دے دتا۔ مولوی شہاب الدین مرحوم  
 فاضل ادبیات ہون دے نال نال قرآن و حدیث تے اسلامی تاریخ دے چنگے بھلے  
 عالم سن۔ ایسے لمبی مسیحتی ہندیاں دی سادے اوہناں نوں مولوی صاحبی آہندے  
 سن۔ مولوی صاحب بزرگ ہستیاں وچوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تے شاعری  
 وچ غالب دے بڑے مداح سن۔ گل گل تے غالب دا شعر پڑھ دیندے سن۔  
 غالب نال میری عقیدت دی اوہناں دی صحبت واقف ہے۔

سن آئی سو تریخ وچ فاضل استدوا امتحان دی لئی میں پورا ڈیوان غالب  
 پہلی وار پڑھیا۔ شرعاں دی پڑھیاں۔ پڑھوین احمد ندیم قاسمی ہوریاں فرمایا اے۔  
 وہ جو شعروں میں ہے اکہ شے پس الفاظ ندیم  
 اُس کا الفاظ میں اظہار نہیں ہو سکتا

برہتے شعراں دا مفہوم شروے ہتھ نہ آؤندا اٹھا۔ امتحان پاس کر کے غالب

داڑھنا تے نک گیا پرکدی کدی پڑھانا پئے جاندا رہیا۔ پڑھیاں پڑھائیاں قشریاں  
 تے گھڑے گھڑا تے جملے بول کے طالب علماں نوں تے ملتے کر لیندا، پیر میرا دل  
 آہندا، غالب جھوہاں ٹیکرا پڑیا نیتیں۔ ہاں! جہدوں کدی اپنی مادری زبان پنجابی  
 واسدا لائے کے غالب دے شعر تے گل بات کہتی تے رنج لگا ہئی اُج مینوں دی  
 سمجھ آگئی اسے تے پڑھا کو اک نوں دی۔ جون ۱۹۷۳ء دی اک رات نوں غامبہی  
 مشہور غزل ”یہ نہ تھی پہاڑی قسمت کہ وصال یاد ہوتا“ ریڈیو توں سن کے او سے  
 ویلے دیوان پھڑکے پنجابی ترجمہ کر چھڈی۔ سویر ہوتی تے سناں نوں دل کا بلا پئے گیا۔  
 پر یاد دوست تے شام نوں ای ڈھیٹے چڑھدے سن۔ شام ہی تے سہ توں پہلاں  
 ہرٹل جا بیٹھا۔ ہرام ساحل، پرویز فرماو، رفیق آفر، فقیر کامل تے ایم۔ بی منہاس  
 آکے بیٹھے ای سن تے میں اوہناں نوں ترجمہ سنا شروع کر دتا۔ اوہناں داودی دتی  
 تے جود ترجمے کرن لئی دی آکھیا۔ تے میں اوہناں دی گل سن مئی۔ ایہناں دناں دوالے  
 یاراں دل کے حلقہ ادب و ثقافت دی نینہ دکھ تے میں سلتے وچ پڑھن مئی ہور ترجمے  
 دی کہتے۔ میرے بٹے گئے سجن اجمل خاں اجمل ہرداں ایہ ترجمے کسے اخبار، رسالے  
 اندر چھپوان دی رائے دتی پر میرا تے لاہور وچ حالی کوئی اجیہا شاعر، صحافی جاتو  
 نہیں سی جیہدے راہیں ایہ کم ہندا۔ اوہناں دناں وچ لاہور اک دن پرویز فرماو ہرداں  
 ریاض احمد شاد نال ملاقات کرائی۔ ریاض احمد شاد نے حلقہ ادب باب غالب لاہور دے  
 آؤں والے مشاعرے وچ ترجمے پڑھن مئی آکھیا۔ اتفاق نال ایہ مشاعرہ وی غالب  
 دی برسی دے سلسلے وچ ہو رہیا سی۔ میں پہلی وار ایسے مشاعرے وچ دو پنجابی  
 ترجمے سنا تے۔ بڑی واہ واہ ملی پر خالد احمد نے میرا بھتا دل ودھایا بشاعرہ مکتی تے  
 جیہڑے نویں سبھاں وچ دادھا ہویا اوہناں وچ خالد احمد نجیب احمد گلزار فنا چوہانی  
 اکبر لاہوری مرحوم تے ڈاکٹر رشید انور شامل نیں۔ اسلامیہ کالج قصور توں پروفیسر احسن حامد

ہو رہا اچھے ترجمے کے اپنے کالج و توں میرے مال اک شام ترجمہ داور بند ہو گیا۔  
 ایس شام وچ کالج دے پرنسپل ارشاد احمد حقانی دی موجودگی۔ ایسے شام دے وچ  
 قصور دے جیلرے دوستاں مال میان کاری ہوئی اوہناں وچ خلیل آتش، حفیظ منصور،  
 ظہر کاکلی، مسوز عباس، احسان الہی ناوک تے بابا احمد یار خاں مجبور دے ناں گنیں  
 جوگہ نیں۔ بابا احمد یار خاں مجبور ہور اوں مینوں بڑی تھا پنا دتی تے ۱۹۸۲ء وچ اپنی  
 وفات توں کوئی دس پندرہاں دن پہلاں اک فارسی قطعہ عنایت کیاتے فرمایا:  
 ”تجدوں کدی ترجمے دی کتاب چھپاویں ایسی مال چھاپ دینا۔“ میں بابا جی دا قطعہ  
 تبرکاً چھاپ رہیاں۔

اں اسیرے کہ عابد شش گویند      داد و شعرش نہ چوں دہند احباب  
 اں کہ از کاوشش مسلم مجبور      غالب آلودہ است در پنجاب  
 میں اینہاں صفحیاں اُتے اپنے ترجمے دی وڈیاں نشتیں کھلارنا چاہندا۔ میں تے  
 صرف اوہناں مہربان بھان تے بیلایاں داناں پہنچا چاہناں جنہاں اپنی اپنی تھاں  
 ایس ترجمے نوں دُور دُور اُڑان وچ بھر داں کردار ادا کیاتے اسے جناب احمد یار خاں  
 مہرداں قنون ”جیسے سردار ماہنامے وچ ایہ پنجابی ترجمہ شامل کر کے پنجابی داناں  
 ودھایا۔ ایسے طرحاں جناب عطار لکھی قاسمی ہور اُن دے وقت، لاہور تے جناب  
 شفقت تنویر مرزا ہور اُن سروڈ لاہور دے ادبی صفحیاں تے کئی ترجمے تعارفی نوٹ  
 دے کے چھاپے۔ حسن رضوی ہور اُن جنگ لاہور تے انوار نگر ہور اُن مغربی پاکستانی  
 لاہور دا ہیں دی ایسے طرحاں یاری دا حق ادا کیاتے ایسناں ساریاں داحسان منگل  
 دیوان غالب دا ایہ منظوم پنجابی ترجمہ شش گویند پہلی وار مجلس ترقی ادب لاہور توں  
 چھپیا تے ایسوں پہلی نظر دانشوراں تے قاریاں دلوں بڑی پذیرائی ملی۔ ایہدا ثبوت کتاب  
 دی تعارفی تقریریاں وچ قناداں تے سوجھناں دے پڑے گئے مضامین نیں۔ اوہ صفحوں



تے اپنے نقل نہیں کیے جاسکے پر اوہناں دے خوشبوواں بھرے چند تھیلے میں نقل کر دیاں تیں جے اوہناں دی خلعت تے ڈھپائی دا اندازہ ہو سکے :

”..... ایسے عابد نے کسی ایک مقام پر بھی غالب کے ساتھ زیادتی کا اوجھاب نہیں کیا اور دیوان غالب کا ایک ایسا منظوم پنجابی

**جناب احمد نذیر قاسمی**

ترجمہ مجدد میں آیا۔ جو آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔“

**اشفاق احمد**..... ”فیرتقن نال کہ سکرا آں کہ ایسے عابد نے حد کہ چھڑی لے تے قطع

سٹی بیٹھاں دھیدو دا داٹھلا پانگ ڈاٹھ کے اوہری کر سی، جو رچی کر چھڑی اے۔ بڑا اوکھا کم سی تے بڑا اسی سوکھا کر دتا لے — ڈھائی خدا دی!“

”..... ایسا خداری کی بات یہ ہے کہ امیر عابد نے دیوان غالب کا ترجمہ

**امجد اسلام امجد**

کر کے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ کام اس نے ایک ایسے زمانے میں کیا ہے جب حق اور ناحق کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔“

”..... میں اس ترجمے کے چند ایک بیان کردہ خوبیوں اور

**پروفیسر سائیں احمد شاد**

بہت سی نحو س کردہ لطافتوں کی بنیاد پر اسے اس صریح کے پنجابی ادب کی دس بڑی کتابوں میں شمار کرتا ہوں۔“

**ب۔ بجا وحید** ”ایسے عابد بڑی سیانف توں کم لیا اے پئی اوہنے غالب

دے شعری تصویر کچن دی کر شش نہیں گیتی۔ اوہنے پہلوں شعرا نے اندر جذب کیتا لے تے فرائیاں صلاحیتاں توں کیس لاکے، پائے آکے

دواے درج بہر کے دھیان لیا لے تے غالب دا اک اک شعر پنجاب دے پساراں

دیاں پوچیاں ہوتیاں کنہ حال اُتے پیٹ کیتا لے۔“

**بشیر مندر مرحوم** ”ایس دیوان درج جیویں اردو شاعری اور کینل لے او سے طراں

پنجابی شاعری دی اور کینل لے۔ جے کدھرے کدھرے کوئی شعر ترجمے دی بھید ماردا لے تے او تھے ایہ پتر نہیں چلا کہ امیر عابد نے غالب دا

ترجمہ کرتا ہے یا غالب نے امیر عابد سے پنجابی شعریں فوں اُردو وارڈیپ دتا ہے۔ اصل وچ ایر و سے کہ امیر عابد نے اپنے دونوں تے ترجمہ کرتا ہے پر اوہ اپنا کڑچنگا ہو گیا ہے کہ اوہ سے تے اصل دادھو کھیا ہون لگ پیا ہے۔“

”اس بات کا تذکرہ فرودی ہے کہ غالب کا مشاہیر مرکب ہے وہ جب کسی ایک نکتے پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی نظر تمام مرقوبہ نعتوں کا احاطہ کر لیتی ہے۔ اس کو اس کی پہلو داری کہا جاتا ہے۔ غالب کی اس پہلو داری اور اس کے منفرد اسلوب بیان کو پنجابی کے رنگ میں رنگنے کی امیر عابد نے ایسی کوشش کی ہے جس کی داد دینے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔“

**خالد احمد** ”جے غالب دی پنجابی لکھدا تے اچھے ای لکھدا۔“

**جیلانی کامران** ..... ”بھروں کے اس نئے سہیلے اور مزاج نے غالب کی شعری شخصیت کو ایک بدلا ہوا چہرہ بھی دیا ہے اور ان بھروں کے بلن سے جو غالب رونما ہوتا ہے اس کی صدا تو اُردو دیوان کے شاعر کی ہے لیکن اس کے حدود و خال ان شاعروں سے مشابہ دکھائی دیتے ہیں جو پنجاب کے لوگ گچھ میں آباد رہے ہیں۔ امیر عابد کے دیوان کا اسد انثر خاں، ان پنجابی شاعروں کے قافلے میں شریک ہوتے نظر آتا ہے جو لوگ ورثے میں نمایاں ہیں۔ لیکن خیال انگیز اس یہ ہے کہ غالب اپنی صدائے محروم نہیں جوتا۔ امیر عابد کے ترجمے کی ایک بڑی کامیابی ہے۔“

ایہناں عظیم دانشوراں، نقادوں تے شاعراں دے صفحوں وچوں میں جنہاں پٹھلاں دی چون پیش کش کیتی ہے اوہناں دی خوشبو ناں میر سے ترجمے دا سارا سفر تک رہیا ہے۔ میں ایہناں لوکاں نوں سلام ہمیشہ کرناں۔

پہلی اشاعت توں بعد موجودہ اشاعت دیلے میں پورے دیوان نے نظر ثانی کر کے کوئی گھٹ گھٹ اسی نوے شعریں وچ کچھ تبدیلیاں کیتیاں تیں۔ ایہہ تبدیلیاں کدھرے اک دو لفظاں نے کدھرے اک مصرعے یا پورے شعریاں تبدیلیاں تیں۔ ترجمے دے ایسے عمل دا پیٹھ اکمن والا نہیں۔ جدوی ترجمہ پڑھناں تے نویں نویں مترادفات تے ساچھے سامنے آؤندے تیں۔ ”موت سے پہلے کوئی غم سے نجات پائے کیوں“ والا معاملہ اے۔

ایس داری جہڑیاں تبدیلیاں یا ترجمیاں کیتیاں گئیاں تیں اوہناں دی وضاحت لئی

صرف اک مثال دیاں گار۔ ویران غالب دی پہلی غزل دے مطلع وچ ”نقشب فریادی“ ہے دا ترجمہ پہلے ”چتر چکرا لے“ کیا گیا سی جیہڑا ترجمہ تے جیسی پر ”چیک“ دا لفظ ”فریاد“ تے بوہت نیڑے دانیس سی۔ ہن میں ایہوں ”چتر کوکرا لے“ کر دنا اے کیوں جے ”کوک“ ”فریاد“ ہو جے مترادف اے۔ پنجابی محاورہ اے ”تلی دی کوک وڑھا“۔ ایس طرحاں ”کافری“ ”چرہن“ دی ایرانی-سج دا تہاڑی اوس درگاہ دل ہوندا اے جتے غالب فریاد اپڑانا چاہندا اے۔ ایسے طرحاں باقی اتھی نوے ترسیماں پچھ دی ایہو احساس موجود اے۔

ایہناں ساریاں ترسیماں دوران میرادھیان ایس گل دل رہیا اے جے مترادفات بہتر تھیں بہتر آؤن نالے شعر دا مفہوم آسانی نال دی سمجھ آوے تے غالب دی اپنے مرتبے توں تھتے نہ ڈگے۔

میں اپنے خدائیں پختہ دے ساتھی ہوں دا ہمیشہ شکر گزاراں جیہڑے جنوں اپنے قیمتی مشوریاں نال ثروت مند کر دے رہندے نیں۔ اوہ نیں محمد عبداللہ بخاری، رومی کجانی، گلزار بھاری، سید منصور احمد خاں، نجم الحسن نجی، مفہم مشرف، رحیم یار خاں، اسلم کوسری، بشیر کوند، (سیا لکھت)، اصغر سوداکی، سید فضل حسین شاہ، (سیا لکھت)، ظفر منصور، ملک مہیش، اقبال قیصر، سجاد مرزا، دیا من قدیر، امین خیال، حسن ملک تے حلقہ ادب و ثقافت راجن پٹہ دے سارے رکن۔

کتاب نوں ایہ من موہنی شکل دین وچ جتے جناب خالد سیف اللہ پوراں دا ہمدردان تعاون تے جناب احمد رضا صاحب داسرین انتظام شامل اے او تھے عبد اللہ حسین پوراں دی خطاطی دے لکھنے دی اہل فن توں داد و سول کر دے رہن گے۔

سب توں اُتے میں دیے دے وارث جناب احمد ندیم قاسمی جو داں دی سرپرستی دا ڈھیر ممنون آں جنہاں بڑی آدناں ”مجلس ترقی ادب لاہور“ وڑ گے چوٹی دے اداسے ورتوں ”پنجابی ترجمے“ دے چھاپن دا سر بندھ کیا۔ نالے کتاب دا دیا جچہ لکھ کے ایہدی شان اُچیری کیتی۔ اوہناں دے ایس لکھتے خلاص تے پیار دا شکریہ ادا کرن توں میرے سارے حرف نتانے نیں۔



## رویف الف



نقش فریادی ہے کس کی شوقی تحریر کا  
 کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا  
 کا دکا و سخت جانہائے تنہائی نہ پہچ  
 صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا  
 جذبہ بے اختیار شوق دیکھا جائے  
 سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا  
 آگہی دامِ شنیل جس قدر چاہے بچائے  
 مدعا غنقا ہے اپنے عالمِ تقدیر کا  
 بسکہ تہوں غالب اسیری میں بھی آتش زریا  
 مومے آتشیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا



جراحتِ تحفہ، الماسِ ارمغان، وارخِ جگرِ بدیم  
 مبارک باد اسدِ غمِ خوارِ جانِ درد مند آیا



چتر کو کدا اے چتر کار کیڑے کھینکھن گنھیا وچ تحریر سائیں  
 چوے کاغذی ساریاں ٹوڑتاں دے بے وتیاں بے تقصیر سائیں  
 کار کار نہ بچے اکلا پیاں دی پتھر چند نوں رسکت عذاب اندر  
 شاموں فجر اڈیکدے کڈھ لیتے دودھ نہر پہاڑ نوں چیر سائیں  
 سدھرا تھری شوق شہادتاں دی مقناطیس داگوں کچھ تادی ہے  
 سینے وچ تلوار دے ساہ اڈکھا کڈھ چھاتیوں دھار شمشیر سائیں  
 سرتاں ہو ہشیار چالاک بھانویں جال کتاں دے لکھو دھچان پتیاں  
 پنجمی خیب دا اپنی گل وچلی، نسیں پھر کدی وچ تقریر سائیں  
 غالب مینکھڑاں وچ نہ رہاں ٹھلھیا پیراں ہیٹھ چراتیاں بھجیاں نیں  
 کندل سیکیا وال ہے سنگلی دا جیسٹھی سنگلی اساں اسیر سائیں



پچھٹ وا تحفہ، ہیسراؤنگی، سینے نل سونگتاں  
 اسد اللہ دھن بھاگ اُج تیرا جانی دردی آیا !



جز قیس اور کوئی نہ آیا بردے کار  
 صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا  
 آشفگی نے نقش سویدا کیا درست  
 ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا  
 تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ  
 جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا  
 لیتا ہوں محبت غم دل میں سبت ہنوز  
 لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا  
 ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی  
 میں درد نہ ہر لباس میں سنگ وجود تھا  
 تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہن اسد  
 سرگشتہ خوابِ رسوم و قیود تھا



مجنوں باجھوں عشق مدانے کوئی رٹے نہ چڑھی  
خبرے دوکھی دی اکھ داگوں سوڑا بچہ بریاسی

طبع کھلار سوارے آپے دل تے چتر کلشن دا  
داغ دے دے گل کھلاری دھوں ایہدا سرایہ سی

سُفنے اندر تیرے ہجر وصال دہارے لکے رہے  
اکھاں کھلیاں تے مڑ پٹے دا دھاسی نہ گھاٹا سی

دوکھی من مکتب وچ حالی ایناں حرف پکناں داں  
پر ادھوی تے ایہوای پئی "دفت" گیا تے "بون" سی

میرے ننگ عیاں دی کالکھ آج کھن نے کجی اے  
تیش تے ہر پوشاکے میرے ہوتے دامنہ کالا سی

استاد شہ، فسر ہاد جیہا دی تیہے باجھوں مریانہ  
رسمان بریتاں لور خمار دی ڈاڈا پھنڈیا ہریاسی





کہتے ہوں نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا  
 دل کہاں کہ گم کیجے، ہم نے مدعا پایا  
 عشق سے طبیعت نے زلیست کا مزا پایا  
 درد کی دوا پائی، دردِ لا دوا پایا  
 دوستدارِ دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم  
 آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا  
 سادگی و چرکاری، بے خودی و ہشیاری  
 حسن کو تغافل میں جبرأت آزما پایا  
 غنچہ پھر لگا کھینٹنے آج ہم نے اپنا دل  
 خوں کیسا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا  
 حالِ دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی  
 ہم نے بار بار ڈھونڈا، تم نے بار بار پایا  
 شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا  
 آپ سے کوئی پوچھے، تم نے کیا مزا پایا  
 ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب  
 ہم نے دشتِ اسکاں کو ایک قشِ پا پایا



یکساں ہنایں ، دینا نہیںوں ، دل جے ساقوں ڈلگا لہجیا  
 دل تے آگے کول نہیں میرے چورتے تیرے دل دا لہجیا  
 عشقوں سدا طبیعت تائیں جین جتان دا چسکا لہجیا  
 درد ہرداں دا دائرہ لہجیا ، ایہو درد آو لا لہجیا  
 ایہوی سجن ویری دا اے ، دل دا مان دی چھٹنا پنا  
 ہا ہراں دی تاشیہ نہ ڈٹھی ، ہر کے بھر دا ہر کا لہجیا  
 بھولتے چالاک بڑا اے بے پرداتے طاق بڑا اے  
 عشق ہمیشہ عشاقاں نوں بن ابنان ازماندا لہجیا  
 کھڑا کھڑا پھل ڈٹھا اے ، ساڑوں ساڈا دل لگدا اے  
 ڈٹھاتے رت نھاتا ڈٹھا ، لہجیا ددر گرا چا لہجیا  
 ساڑوں دل دی خبر نہ کوئی ایدوں آگے کہیہ دتن پائیے  
 اسی تے فہم لہجہ آپ گرا چے توں تے جدوی نہیا لہجیا  
 مٹاں دے اس شور شرابے نوں میرے پھٹاں تے سٹیا  
 مٹاں جی نوں بندہ پچھے ، کیہہ ایہناں نوں چسکا لہجیا  
 رہا تیرے کئی ارادے ، کتھے دوجا پسہ نکایا  
 لنگھیا سی قیسکون بریتے اکو ایر کھرے دا لہجیا



دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا  
آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دل میں فوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں  
اُگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں و نہ غافل بلکہ  
میری آوازشیں سے بالِ غنقا جل گیا

عرض کیجے جو ہر اندیشہ کی گرمی کہاں  
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرایہ جل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار  
اس چراغاں کا کروں کیا کار فرما جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل  
دیکھ کر طرزِ تپاک اہل دنیا جل گیا



گجے سیک اندر دل بہہ کے بے دسواں بلیا  
گلے بالین دانگوں دھندا سکدا سکدا بلیا

چن چن دی اوہاں یاداں تیک نہ دل وچ بچیاں  
انجری تیسلی لگی گھر نوں تیسلا تیسلا بلیا

حد فساد ی تپتی بیٹھاں نہیں تے کئی کئی واری  
میری باہ کھمبراٹ عنقے داسا گویا بلیا

نکراں دے جوہر دایکا کہتے عرض گزار  
دل کیسا سی بھل کد ایسے آن برتیا بلیا

دل بندتے آپے تمنوں بلدے داغ دکھائے  
میں ایہہ دیوے کہتے بالال بالین والا بلیا

بجھار ہناں غالب دل نوں سینے لاکے خبیثا  
رنگھے سینے لگ لوکاں دے ساد مراد بلیا



شوق ہر رنگ رقیبِ سرو ساماں نکلا  
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یا رب  
تیر بھی سینہٴ ہسمل سے پر افشاں نکلا

بوائے گل، نالہٴ دل، دو چسپاںِ محفل  
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا مادۂ لذتِ درد  
کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا

تھی نو آموزِ فنِ ہمتِ دشوار پسند  
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

دل میں پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب  
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوناں نکلا



عشق توں جیہڑے رنگوں ڈٹھا دیری بچھ بچھا دٹھا  
مجھوں مورت پردے اندر دی تے نشکا پنگا ڈٹھا

پھٹ نے رہا سوڑ بولے دی کھول ذرا وڈیاں نہ  
تیر دی زنجی سیسے وچوں اکج پھوک کے ننگھ دٹھا

فخشو بھل دی اہوک لے دی دھوں دی پر بیاہے دئیے  
دھکیا جو تیری ددگا ہوں، جانا اڈیا اڈیا دٹھا

سدھراں پھنڈیا دل دی اپنا، سیسی درد متواں لنگر  
بچھے جتا جتا پختیا اڈا اڈا رجبیا ڈٹھا

اڈکڑ بھانی ہمت لئی تے پہلے پیر مقسم فناہ دا  
ڈاڈی اڈھی بن گئی اے ہن ایوی تے کم سوکھا دٹھا

دل وچ ٹوکیاں ڈیکیاں غالب فیرا ج شکر مارن لگیاں  
جھٹھوں اک جھٹھتیں سی بھدی او تھوں اک بڑھ چھیا دٹھا



دھکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبسود تھا  
 عشقِ نبسود پیشہ طلبِ گاہِ مرود تھا  
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا  
 اڑنے سے پیشتر بھی مرانگِ زرد تھا  
 تالیفِ نسخہ ہاتے دف کر رہا تھا نہیں  
 مجسمۂ خیال ابھی فردِ فرد تھا  
 دل تا جگر کہ ساحلِ دیاتے خوں ہے اب  
 اس رہگزر میں جسلۂ گل آگے گرد تھا  
 جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی  
 دل بھی اگر گیب تو وہی دل کا درد تھا  
 احبابِ چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے  
 زنداں میں بھی خیالِ بیاہاں نورد تھا  
 یہ لاشیں بے کفنِ اسید خستہ جاں کی ہے  
 حتیٰ مغفرت کہے عجب آزادِ مرد تھا



پک دُ بکاڑے مویا، جیڑا مرن مران نہ دُ حکیا سی  
 عشق تے معرکیاں دا موہری، گاہکے ہی ایہہ رواں داسی  
 جیوندی جانے چند نمائی مرن دی چننا لا بیٹی  
 مار اڈاری اڈنوں آگے دی اڈیا رنگ میرا سی  
 بچ دتا دی پوتھی میں اودوں دی کھٹی کرواساں  
 میری فکڑ کتاب کہانی خالی ورقا ورقا سی  
 رت چنھاں دی کندھی مین تے دلوں کیجے توڑی لے  
 ایسے زہ وچ پہلاں چھاں پھلاں دی بٹی گھٹا سی  
 عشق بھلاں دی کھچ دھروہ دی کھٹوں گروں لہندی لے  
 دل دی جاندا تاں دی اوہا چھپے درد و دھیرا سی  
 کر نہ سکے دارو، سکے مہیسی طبع اڈارو دا  
 قید اندر دی فکڑ پکیر و جگلیں اڈا پھر داسی  
 باج کھن دے کھٹی پی جولاں سدا اللہ خاں دی جے  
 اللہ بخشے جیویں داسی بندہ کھٹا دُ تھا سی





شمارِ سبھ، مرغوبِ بیتِ مشکل پسند آیا  
تاشائے بیک کفِ برونِ صدول پسند آیا

بغیضِ بیدلی، نو میدی جاوید آساں ہے  
کشاکش کو ہمارا عقدہ مشکل پسند آیا

ہوائے سیرِ گل، آئینہ بے مہرِ قاتل  
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا



مکے سو، گن کے تسبی ردل دنیا، گپتی ٹھنڈے یار دی جان بھایا  
کھٹے ستو دل مار جھڑا ہٹ اکو کھوہ کھاہ لینا اوہے دھیان بھایا

خالی قلب دے فیض دریا پاروں حشر تیک نراس آسان ہوتی  
ساڈی ریشمی تنہ دی گنڈھ بیچی، ابیدا نو نہاں نوں کھولنا آن بھایا

کھڑے بچلاں دی سیر واپا بوہتا، بستمگار دے ظلم نوں کرے شیشہ  
پھٹڑ عاشقان وانگ پے پھل پھر گن، منظر اوس نوں لہو نہان بھایا



دہر میں نقشِ دف و جہر تسلی نہ ہوا  
 ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا  
 سبزہ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا  
 یہ زمرہ بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا  
 میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں  
 وہ ہستم گر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا  
 دل گزر گاہِ خیال مئے و ساغر ہی سہی  
 گر نفس، جادۂ سرمسزل تقویٰ نہ ہوا  
 ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کبھی  
 گوش، منت کش گلابِ تسلی نہ ہوا  
 کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟  
 ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سودہ بھی نہ ہوا  
 مر گیا صدمہ یک جنبشِ لب سے غالب  
 ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا



جگ دنیا تے نقش و فَا وَا مَن وُھڑا سا ہویا نہ  
 ایہہ کوئی لفظ نصیہاں سڑیا معنے جوگا ہویا نہ  
 سرتے چڑھدی زلف نہ تیری مس سڑیاں نے پتی  
 جیسا زخوہ دی سپنی دی شوکے دکھا ہویا نہ  
 میں دھاری سی کچ پالی دے آزاروں چند کدھاں گا  
 پر میسرے مرجان تے دی ادھ راضی بھیڑا ہویا نہ  
 جام شراب دچاراں لاگھا ای دل توڑے برھے سئی  
 جے دلم نیکو کاری دے پینڈے نوں بدھا ہویا نہ  
 ایہی چنگا اے توں مینوں کدی زبان پھڑائی تئیں  
 پھل ددگی دل رکھنی گل دا کمن تے جھارا ہویا نہ  
 کہتے جا کے جھورا جھریے ہن تقدیر نکھیتی دا  
 آہندے ساں مرجائیے، ساتھوں ایہی ہندا ہویا نہ  
 اکو ہوٹھ ہلارے مریا، ایہی زرد نہ غالب سئے  
 ماڑی جانے عیسے دی اک پھوک دی جھلدا ہویا نہ



ستاش گر ہے نہ اہاس قدم جس باغِ فصول کا  
 بیاں کیا کیجئے بیدار کاوش ہائے شرکاء کا  
 نہ آئی سطوتِ قائل بھی مانع میرے سناؤں کو  
 دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت نہ ملنے سے  
 کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے سے  
 مری تعمیر میں ضم ہے اک صورتِ خرابی کی  
 اگاہ ہے گھر میں ہر سو ہنرہ دیرانی تماشاگر  
 خموشی میں نملنِ غول گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں  
 ہنوز اک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے  
 بغل میں غیر کی آج آپ سوئے ہیں کیس دہنہ  
 نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ٹہرا ہوگا  
 وہ اک گدشتہ ہے جم ہیروں کے حلقِ نسیاں کا  
 کہ ہر اک قطرہِ نخلِ دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا  
 لیا دانتوں میں جو تیشکا ہزار ریشہ نیستان کا  
 مراہِ داغِ دل، اک تخم ہے سرو چہا خاں کا  
 کرے جو پر تو خورشیدِ عالم شبنمستان کا  
 ہیوئی برقی خرمن کا ہے خرنِ گرمِ دستان کا  
 مدار اب کھودنے پر گھاس کبجے یزید باں کا  
 چراغِ مردہ ہوں میں بے زبانِ گورِ غریباں کا  
 دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا  
 سب کیا خواب میں اگر تبسم ہائے پنہاں کا  
 قیامت ہے سرشک آلود ہونا تیری شرکاء کا

نظر میں ہے ہماری جادۂ ماہِ فنا غالب

کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجڑے پریشاں کا



ملاں ایذا تو ہر بنا سے جیڑے بلغ ہشتاں  
 کرتے کیسے تقریراں کیسے سین پر دیا پلکان  
 برکپ دی یہ سبت ہی میرے ہر کے ہائے ٹکے نہ  
 ڈاٹھا چاں لآں گا جے کروٹی ٹہلت ویلے نے  
 تیری شش تجلی دا ایہہ شش مکانے نقشاے  
 مجھ تہوت اس کے تے تجھے دکن دی فحاشہ لگی اے  
 ویرے ہر پاسے ہر مال گھروں چلے ہوئی جے  
 ریتے تھیں دے پٹ اوپے لکھان تھی نہ مل میں  
 خراب خیال سخن دا جھوٹا حال دی پڑھاواں نے  
 سچ پرانی بکلی مانی راج تھیں کہنے تیں تے  
 کیڑا تو سے کد اکدالہ تو او دوں پانی جو پاسی  
 ایک فقاہ دی غالب ساڈی اکھوں ویلے ہندی تیں  
 ایسوندہ ترو پاہج دی ورق ورق کتاباں دا

ساڈے مستان لئی لودھل پچھتی تے لگ پھلاں  
 تہکا تہکا لودھو تہی اندر مٹکا لٹلاں دا  
 کٹھ میاں جتیاں نکٹ لکیراں آگیا بیلا بانساں  
 ہر ہر سٹل لے دے امیراں تھم جے لب سروشاں  
 سورج والٹکارا حال کرنے جو تریل ٹھلاں  
 کھلاوے دی بھلی داندھہ لیدا خوں کساناں  
 گھاہ کھوتر کے آہرے گدارا کھانریاں کنہاں  
 بچھا دیو ایجے جیو لانا میں پر دیں مزاراں دا  
 سچا دل جیوں جھوٹا یوسف دے گندی داناں  
 شیفے اندر آئے کابھوں مہسدے ہاساں اکیاں  
 آخر جیسی آخری بہنوں ترنا تیریاں پلکان دا



نہ ہو گا یک بیاباں ماندگی سے فوق کم میرا  
حجابِ موجِ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے  
کہ موجِ بُئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا



سراپا رہیں عشق و ناگزیرِ اُلفتِ ہستی!  
عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوسِ حاصل کا

بعدِ ظرف ہے ساقیِ ثمارِ تشنہ کامی بھی  
جو تُو دریا ئے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

تھلاں بریتے گا بیاں دی نیں، اکیا چکا میرا  
چھوٹاں دی لہرے بیکیاں، اُیر کھرے دا میرا

باغان نال پریت کدی سی ہن ایدا سر پھریاں  
پھل دی باس دے جتے دی چانگ ساہ کیئا میرا

نالے عشق دے گئے پیا نالے جان پیاری  
بجلی دی جتھ مالا اتوں کرنا فنکر بچاوا

جیڈا بھاٹا میرا ساقی میری تریہ دی اوڈی  
جے توں بیاس شرایاں وایں اکڑ من دریاوا





محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہاتے راز کا  
 یاں درد نہ جہر حجاب ہے پردہ ہے ساز کا  
 رنگ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے  
 یہ وقت ہے شگفتنِ گھماٹے ناز کا  
 ٹو اور سوتے غیر نظر ہائے تیز تیز  
 میں اور دکھ تری قرہ ہاتے دراز کا  
 صرف ہے ضبطِ آہ میں میسا و گرنہ میں  
 طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا  
 ہیں بلکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے  
 ہر گوشہ بے باط ہے سر شیشہ باز کا  
 کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز  
 ناخن پہ قسص اس گرہِ نیم باز کا  
 تمارا جِ کاوشِ غم جہراں ہوا آمد  
 بیہ کر تھا دینہ گئے ہاتے راز کا



محرم توں نہ ہویں بندیا ایسے جیت پکاراں دا  
 اُچے نیویں گھنٹہ دا پردہ کوئل تیرہ ساڑاں دا  
 پونی ہویا گھڑا میسرا، دید بہار سویرا اسے  
 سبھا ! ایہ وقت فہیت ہس ہس کھڑے پھٹاں دا  
 اوہر توں پایا دیکھیں غیراں دتے ڈوہنگی ڈوہنگی اکھ  
 ایہہ مینوں دڈکا تیسری لیاں لیاں پلکاں دا  
 ہاتھوں ڈکٹ نواں تے ہوسے بچت میری نہیں تے نہیں  
 اکو سا ہے اکو بچکا بلدے بلدے ساہواں دا  
 بھوتے نئے شراباں اندر پنچیاں شیش مرعیاں دی  
 بھانے دا گڑ گڑ کوشہ نہیں ہے شیشے بازاراں دا  
 دل نوں منگ آجے دی ہے ایہے توں ٹنگن دی جویں  
 تو تم دے برتنے بھارا ہوسے اوہر کڑکھیاں گھٹھاں دا  
 پھر دوانوں نشان سندا ایہدا جند رات گیا  
 سینہ جیت سندو دق سی غالب بھریا مہرے لٹاں دا



بزم شاہنشاہ میں اشعار کا وقتہ کھلا  
 رکھو یا رب یہ درِ گنجینہ گروہ کھلا  
 شب ہوئی پھر انجمِ رخشنہ کا منظر کھلا  
 اس تکلف سے کہ گویا بُت کہے کا در کھلا  
 گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاناں فریب؟  
 آستیں میں دشنہ نہاں، ہاتھ میں نیشتر کھلا  
 گو نہ سمجھوں اس کی باتیں گو نہ پاؤں اس کا بھید  
 پر نہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پسیر کھلا  
 ہے خیالِ حسن میں حسنِ عمل کا سا خیاں  
 خلد کا ایک در ہے میری گرد کے اندر کھلا  
 مٹ نہ کھینے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں  
 زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے فتنہ پر کھلا  
 در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا  
 جتنے عرصے میں مرا پٹا ہوا بستر کھلا  
 کیوں ادھیری ہے شبِ غم؟ ہے بلاؤں کا زول  
 آج ادھیری کو رہے گا دیدہ آختہ کھلا  
 کیا وہیں غربت میں خوش جب ہر حادثہ کا خیال  
 نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ نرا کشہ کھلا  
 اس کی اقامت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کا پند  
 واسطے جس شہ کے غالب گنجد بے در کھلا



شاہراں دے دربارے وارہ شعر سخن وا کھلا  
 رتبا لعل خزانے داہن رکھ دروازہ کھلا  
 رات ہنیری چمکن تارے دیتن نظار کھلا  
 اُج پیا جا پے جیویں مودت گھر دا بُہا کھلا  
 بھادیں میں آں بھلا پر کیوں وِستاں جہن تے دی  
 بگلے خنجر رکھدا، ہتھے نشتر کھلا کھلا  
 بھادیں اوہدی گل نہ سمجھاں بھادیں دل نہ تھجاں  
 ایہی تھوڑا نیس اڈنے دامیتوں بھاکھلا  
 حسن دچاروی نیس کوکاراں دُرگی کارو چاراں  
 میسری سامی اندر سرگاں وا اک بُہا کھلا  
 مُردہ ڈھکیا لے تاں دی باڈی دکھ کدی نیسیں ڈھکی  
 دُکھوں دُکھ کے شوخے لکھ تے گھنڈ نظار کھلا  
 درباری دا امر وی کیتا، نال ای گلوں پھریا  
 چنے چرنوں میسرا دری سرہانہ دلیا کھلا  
 کاہنوں رات عناندی کالی، کیہ آفتاں لہتیاں  
 اُج او دھرنوں تاریاں رکھنا اکھ دروازہ کھلا  
 کیہ خوشیاں پردیں دیاں وی جد ہونی اس کاہے  
 دیسوں خط مرکارا دیندا یا پانا یا کھلا  
 میں آں اوہدا آستی، میرے کہیں ڈکے کاہے  
 جیہڑے شہ نسئی غالب بے درگنبد بُہا کھلا



شب کہ برقی سوزِ دل سے نہرۂ ابر آب تھا  
 شعلہ جوالہ ہر اک حلقہ گرد آب تھا  
 واں کرم کو غنڈہ بادشس تھا غناں گیسہ خرام  
 گریہ سے یاں پنہ پاش کھیلاب تھا  
 واں خود آدائی کو تھا موٹی پردے کا خیال  
 یاں ہجرم اشک میں تارنگہ نایاب تھا  
 جلوۂ گل نے کیا تھا واں چندانِ آبِ جزر  
 یاں رواں مژگانِ چشم تر سے خونِ ناب تھا  
 یاں سر پر شور بے خرابی سے تھا دیوارِ جزر  
 واں وہ صدقِ نازِ محوِ باش کُھواب تھا  
 یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی  
 جلوۂ گلِ واں بساطِ صحبتِ احباب تھا  
 فرش سے تا عرش واں طوفانِ تما مریج رنگ کا  
 یاں زمین سے آسمان تک سوغتِ کا باب تھا  
 ناگہاں اس رنگ سے غمِ تنابہ چکانے لگا  
 دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذتِ باب تھا



من سیک بھل تھیں رات سے بدلاں داپتا پانی سی  
 پانی دی گھمن گھیری وچ اک لاٹ بھوالی لیندی سی  
 اودھر کن بن دے پنج نہرے ڈکٹی سی واگ پریمی دی  
 ایدھر پنجواں ہڑد جگ ونگوں تکیے دی لڑکھڑدی سی  
 اودھرتے ہارنگاری اوجھنے دی پرونے سن موتی  
 ایدھر پنجواں دی بھیڑ چوں تیں ڈور نظر دی بھدی سی  
 اودھر پھلاں دی چھاں پاروں دیوے ندیاں وچ ترے سی  
 ایدھر پلکاں دے چشے توں رت خام جگر دی جاری سی  
 ایدھر سر جگراتے پھنڈیا کندھ بھدا نکراں مارن توں  
 اودھر اوہ سیس گلاب جیہا کھواب سرانے سکھتی سی  
 ایدھر ہاتھوں نے بالے سن مستی دی محفل وچ دیوے  
 اودھر میلے سبھاں دیہڑے پھل چھیاں چادر وچھی سی  
 اوتھے فرشتوں عرشاں توڑی ہڑد چھیا سی رنگ لہراں  
 ایتھے آسمان زمی ہر شے لاتبیلی چھوکن جوگی سی  
 آچن چیتی گوہڑے رنگوں رت زبر و سادون لگت پایا  
 دل جتھے فونسم دے ٹھونگے دی لذت آزاروں چھتی سی



نالہ بول میں شب اندازِ اثر نایاب تھا  
 تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیرِ گو بے تاب تھا  
 مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاطِ آہنگ ہے  
 خانہ عاشقِ مگر سازِ صدائے آب تھا  
 نازِ ششِ آیامِ خاکِ تر نشینی کیا کہوں  
 پہلوئے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا  
 کچھ نہ کی اپنے جنوںِ نارِ سائے، ورنہ یاں  
 فوڑہ فوڑہ رُکِشِ خورشیدِ عالمِ تاب تھا  
 کج کیوں پروا نہیں اپنے امیروں کی تجھے  
 کلِ تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا  
 یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا  
 انتفاہِ صید میں اک دیدہ بے خواب تھا  
 میں نے روکا راتِ غالب کو وگرنہ دیکھتے  
 اس کے سیلِ گریہ سے گردوں کعبِ سیلاب تھا



سن ہو گیاں اندر رات سے تاثیرِ ذرا نہ ٹھہری سی  
 غیراں دے میلے ہر ل سی دل جہاں دھڑکی دھول سی  
 ہڑھ شو کے تے دل دے اندر خوشیاں دے لہرے دھبے نہیں  
 رانجن دی جھوک جھلکاراں نے خبرے کیر دنجسلی پھوکی سی  
 کیڈے دن جھاگن دالے سن جد مٹی تے بیہر دھندے سلا  
 سوچاں دی رانی رات دے ریشم دی سیج ہنڈاندی سی  
 کیا کجھ نہ اس جھل شدھے بے دستے نے، نیس تے ایٹھے  
 سوچ توں اکھاں کدھدا سی فڈے وی ایڈی ہستی سی  
 آج کاہنوں تینوں جھلتے نیں تھو پریم دی بچا ہی دے پنھی  
 کل تیسر تیرے سینے وی سوسر محبت بکدی سی  
 اوہ دی دن سن چیا کر خاں جد گھر حیاں تیرے جال دیاں  
 دین رات اڈیک شکاراں وچ اوہنا ندی اکھنہ لگدی سی  
 میں ڈکتیا غالب توں راتیں نیس تے لوک اکھیں دیرھتے  
 اوہ ہنواں دا ہڑھ چڑھاسی آسمان دی جھگ ترنی سی





اک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب  
خون جبکہ دو یعتِ مژگانِ یار تھا

اب میں ہوں اور ماتم یک شہرِ آرزو  
توڑا جو توڑنے آئینہ تماشائِ دار تھا

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھر دکھائیں  
جاں داؤد ہوائے سہرہ گنڈاؤ تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا تہ پوچھ حال  
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ، آبدار تھا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب  
دیکھ تو کم ہوتے یہ غم روزگار تھا



میمنوں آخر توں دینا چنیا سی لیکھا چھٹ چھٹا  
 مڑتے جگر دے یار دیناں پلکاں واہ دینا، آؤند اسی  
 ہن اک میں آں یا سندرہاں دی کرپل تے بہرہ ٹپائے  
 توں اوہ شیشہ کرچی کیا، جیڑا شکلاں بھریا ہستی  
 میری لاش دھرو ہندے پھر ناگیاں اندر کیوں جے میں  
 اوہ دیاں راہزماں دے چاواں تے جند ٹی داری ہتھیا سی  
 عشق تھلاں دے دیم سمندرے لہراں دی تلواراں سن  
 ذرہ ذرہ برہمی دے چلکارے رشک پھالا سنی  
 عشق آزار دہارے توں گھٹ آپ سی دی سمجھے سلاں  
 جے گھٹا وی ڈوٹھاتاں دی جگ آزاراں جیڈا سی



بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا  
 آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا  
 گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی  
 درد دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا  
 دوائے دیوانگی شوق کہ ہمدوم مجھ کو  
 آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیدر ہونا  
 جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے  
 جو ہر آئینہ بھی چاہے ہے مرگاں ہونا  
 عشرتِ قتل گر اہلِ تمنا مت پوچھ  
 عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا  
 مے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط  
 تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا  
 عشرتِ پارۂ دل، زخیمِ تمنا کھانا  
 لذتِ ریش جگر، غرقِ نمکداں ہونا  
 کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا توہ  
 ہائے اُس زودِ پشیاں کا پشیاں ہونا  
 حیف اس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب  
 جس کی قسمت میں ہر عاشق کا گریباں ہونا



اُدھی گل اے کم کوئی آسان ہووے  
 ایوی سوکھا نئیں ، بندہ انسان ہووے  
 ہنجران دی داچڑ گھرتوں ڈھاہ لائی اے  
 کندھاں توبے رٹکن ، رڈا اداں ہووے  
 اُشکے جھل پریتاں دے ، پل پل اودھر  
 آپے بندہ جائے ، آپ حیدان ہووے  
 روپ دکھائی دی اکھ رکھی نفساں تے  
 چلکاں : بن بن پلکاں ، شیشے جان ہووے  
 مقتل وچ کیہ عاشق جیساں کرے نہیں  
 جن چٹے جے برجی باہر میسان ہووے  
 مٹی بیٹھ اسی لے گئے سدھراں ، پچھے  
 توں تے تیری پستل زنگی جان ہووے  
 دل توں مڑھاں چکے جے پھٹ سدھراں  
 چیسر کلیجے توں ، سواواں مان ہووے  
 اک میسا سرکپ کے تا تب ہو بیٹھا  
 رتا ! ایہ پھپتان کوئی پھپتان ہووے  
 غالب پیڑ اے دو گٹھ تھکڑے دی جیڑا  
 تقدیروں عاشق دا گلماں آن ہووے



شبِ نثارِ شوقِ ساقیِ مرستخیز اندازہ تھا  
 تا محیطِ بادہ، صورتِ خانہٴ تمیما زہ تھا  
 یک قدمِ وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھلا  
 جاوہِ اجڑائے دو عالمِ دشتِ کاشیرا زہ تھا  
 نافعِ وحشتِ خرامینائے یسے کون ہے  
 خانہٴ مجنونِ محمد اگر دے دروازہ تھا  
 پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حسن  
 دستِ مرعوبِ حشرِ رخسارِ رہنِ غارہ تھا  
 نالہٴ دل نئے دیے اوراقِ محبتِ دلِ بباد  
 یادگارِ نالہٴ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا



ساقِ دائرہ دہندے راتیں آخر چڑھی خماری سی  
 کندھے تیک شراب پیالے اندر آکر لہندی سی  
 عشقوں پہلے پیرے کھٹکھیا لیکھا کن پیارے دا  
 درجک تیل تیلی دی اس پنڈے سرک تھی سی  
 کیڑا دکدا یلی نوں بے عشق برتے چڑ پندی  
 تھل داسی مجنوں دی توں پاد چیرے کھٹھی سی  
 سو جسے پر دانتیاں دی بس بنے بنے چلی چڑھے نیں  
 گھنے پے ہتھ ہندی ہتھ ہنڈے منگوس لالی سی  
 دل بیاں ہرکاں دل دے دے دے دے تے ہتھ دے دے  
 ہرکاں دلی غزلاں دی اک درق ورتق نشانی سی



دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا  
 زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا  
 بے نیازی حد سے گزری بندہ پرورد کب تلک  
 ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟  
 حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشبِ راہ  
 کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا  
 آج واں تیغِ دکن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں  
 عذہ میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا  
 گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھائیوں سعی  
 یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاتیں گے کیا  
 خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں  
 ہیں گرفتارِ دلف، زنداں سے گھبرائیں گے کیا  
 ہے اب اس معمر سے میں قحطِ غمِ آفتِ اسد  
 ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا



ایسہ دُردی یارِ دراک اندر بھاسی سو و نچھڑ چتے لاؤں گے  
 پھٹ بھردیاں بھردیاں بھرن توڑی ٹوٹے نالے نال دھڑاؤں گے  
 بے پرواہیاں حدوں لنگھیاں ایسہ مہسداں کو تھنوں تیکریں  
 اسی دل دے ڈکھڑے دقتاں گے، اور کیسہ کیسہ بے پرواؤں گے  
 مَت دینے آؤں جے میرے دل مَو بسم اللہ میرے سر مٹھے  
 پر مینوں ایسہ تے سمجھاؤ، مینوں آکے کیسہ سمجھاؤں گے  
 تکرار کفن آپے نے کئے ہیں یار دے بڑے جاناں داں  
 نہ سہر کتن دا یار جوری ہن دہنساں کیسہ پچ لاؤں گے  
 مَتاں دالے سائوں جے کر پے ڈھنگے پان تے انجے سسی  
 تاں وی کیہڑے ایسہ عشق دے چینی ساٹے توں چٹ جھانگ  
 اسی آزلوں قیدی ڈنفاں دے اسی زنجیراں توں بچنے کیوں  
 جکڑے جو وچ و فداواں دے، زندانوں کیسہ گھبراؤں گے  
 اسد اللہ خاں اس شہر اندر ہن درد و دراک داکال پیا  
 دُوس پیار دے جھکے دلی وچ رو جھادوں تے کیسہ کھادوں گے





ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا نہ ہو مرنے تو چہنے کا مزا کیا  
 تجہلِ پیشگی سے مدعا کیا کہاں تک لے سراپا ناز کیا کیا  
 نوازش ہاتے بیجا دیکھتا ہوں شکایت ہاتے رنگیں کا گلہ کیا  
 نگاہ بے محابا چاہتا ہوں تغافل ہاتے تمسکین آزما کیا  
 فروغِ شعلہٴ خس یک نفس ہے ہوس کو پاس ناموس وفا کیا  
 نفس منورج معیط بے خودی ہے تغافل ہاتے ساقی کا گلہ کیا  
 دماغِ عطسہ پر اپن نہیں ہے غمِ آوارگی ہاتے صبا کیا  
 دل ہر قطرہ ہے سازِ انا لہر ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا  
 محابا کیا ہے؟ میں ضامنِ ادھر دیکھ شہیدانِ نگہ کا خون بہا کیا  
 سن اے غارت گر جنسِ وفا سن شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا  
 کیا کس نے جسگر داری کا ڈھول شکیبِ خاطر عاشق جھلا کیا  
 یہ قاتل وعدہٴ صبر آزمائیں یہ کافر فتنہٴ طاقت مڑا کیا

ہاتے جہاں ہے غالب اس کی ہر بات

عبارت کیا، اشارت کیا، لوا کیا



ریجھاں نوں اُداں دا چکا لگا کیہ  
 کہیں اُنگلاں دیتیاں تینوں بُھدا کیہ  
 تھیں تھیں ہندیاں مہراں نکلیں دینے آں  
 مہر کم دیاں نظراں توں گھنڈ لہ دے غاں  
 لکھتاں دے لہو دا چپاں پل دی پل  
 ایہ دم چپل اے مستی بھرے سمندر دی  
 تپے پوشاکاں دے بچھے جانے نیش  
 قطرہ قطرہ کوکے آپ سمندر میں  
 ڈر دا کیہ ایں؟ میرا ذمہ دیکھیں نا!  
 جنس وفا دیا ناقہ را! کن لاکے سن  
 دس غاں کیڑا چھاتی تے ہتھ رکھدا اے  
 صبر دں بھاما لارا آرا کیہ ہریا  
 مرنا جے نہ ہندا، بندہ جیوندا کیہ  
 کہتے گمنی تیسری نخرے مٹا کیہ  
 باں جیسر کرے تینوں شکوہ کیہ  
 اکھ پرنا کے دل ترسانا ہویا کیہ  
 ہو چھ کرنا عشق دا شملہ اُچھا کیہ  
 ساتی اکھ پرنا خدا اے تے مجھوہ کیہ  
 آپ تھارے پریاں دا غم ایذا کیہ  
 اسی دی او سے دے آں پچھنا ساڈا کیہ  
 نین کشاری گھٹیاں دا مل پیندا کیہ  
 بھاجے دل دا تے پوے پٹو کا کیہ  
 دل عاشق دا کیہ تے بھلیا جیرا کیہ  
 جان ہفا کے مارے وعدہ ہویا کیہ

غالب ادب ہی ہر گل دل نوں کو بندی ہے  
 ناز ادا کیہ جھسکن جھکا کیہ، نخر کیہ



یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا  
 اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا  
 ترے وعدے پر جسے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا  
 کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا  
 تیری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عہد ہوا  
 کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا  
 کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیسرے نیکش کو  
 یہ خلیش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا  
 یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح  
 کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا  
 رگ سنگ سے ٹپکتا وہ تھو کہ پھس نہ تھتا  
 جسے غم سمجھ رہے جو یہ اگر شمار ہوتا  
 غم اگر چہ جاں گس ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے  
 غم عشق اگر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا  
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم تیری بلا ہے  
 مجھے کیسا بُرا تھا مرنا، اگر ایک یار ہوتا  
 ہوتے مر کے ہم جو رسوا ہوتے کیوں نہ غرقِ دریا  
 نہ کہیں جنفِ زہ آشتا، نہ کہیں مزار ہوتا  
 اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا  
 جو دُور کی تو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا  
 یہ مساکلِ تصوف یہ تبرا بیسان غالب  
 تجھے ہم دلی سمجھتے جو نہ بادِ نوار ہوتا



ایسے بچوں سی نیک نصیب میرے، میری بچکے دی میرا پار ہوندا  
 دودھ جانڈے جے جوہر دی ساہ میرے، جندا کیرے، ایہو انتظار ہوندا  
 تیرے وعدیاں تے جیوندے تاں رو گئے دلوں کدی یقین نہ کر، میٹھے  
 نہیں تے چاؤج اسی نہ مر جانڈے تیرے جیسے واسے اعتبار ہوندا  
 تیری چند ٹوک توں پک ہو یا، پیچ بچیا سی تیرے نال کچتا  
 کدی امیں توں ترور نہ توں سکدوں تیرے پاسوں جے پیڈے بھار ہوندا  
 میرے دل کو لوں کوئی بچہ دیکھے تیرے اوہر چھٹ تیرو امل کیرے  
 پسینے وچ نہ وسدیاں رنج رڑکاں جے ایہہ تیر کھجیوں پار ہوندا  
 ایہہ کدھروں بریت ہے یاریاں دی جیڑا پار آؤندا مقناں دین آؤندا  
 میسے دے دکھ دا کوئی آپا کر دا در و منہ کرنی غم خواہ ہوندا  
 رنج لہو چٹان دی رنگوں پھٹدا کدی ٹکدا نہ کدی رگدا نہ  
 بچھوں پرے جیسے منہ نال غم آکھو جے ایہہ پتھراں وچ چنگیار ہوندا  
 ببادیں جان دا ویری اے غم ڈاڈا پر ایہہ دل بھیڑا غموں بچھا نہیں  
 ایہہ جے عشق دا پھٹیا نہ ہوندا ایہنوں جگ دا بوہت آڑو ہوندا  
 کوئی کیر جانے بچھوں کیر دستاناں رات غماں دی کیرہ ہنیر پایا  
 مینوں چین توں مرن سوکڑا سی جے کر مرجانا باکو وار ہوندا  
 ہوتے مرن دے نال بدنام سکے کڈا چنگا سی شوہ دریا ڈہدے  
 نہ کوئی ساڈے جنانے دی لوڑ پیندی آتا پتا نہ کدھرے فرار ہوندا  
 کیرٹا جتیا اے اوہنوں دیکھ لیندا، اوہدا بھل، مثال، مثال جے نہیں  
 جے کر دوج دی مشک دی آؤ پیندی کلا ہو کے کہتے دوچار ہوندا  
 تیرے ہوڈے ویر دے واہ سائیں، آتوں غالباً کنگ بیان تیرا  
 جے کر پین دی تینوں نہ مار بند دی، ساڈے لئی توں ولی اقرار ہوندا



درخوہِ تیرے و غضبِ جب کوئی ہم سا نہ ہوا  
 پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا  
 بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود ہیں کہ ہم  
 اُلٹے پھر آئے، ویرِ کعبہ اگر وہ نہ ہوا  
 سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا  
 دُورِ برو کوئی بہت آئینہ سیما نہ ہوا  
 کم نہیں نازشِ ہم نامی چشمِ خواباں  
 تیرا بیمار بُرا کیا ہے، گر اچھا نہ ہوا  
 سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا  
 خاک کا بَذق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا  
 نام کا میسر ہے، جو دکھ کہ کسی کو نہ بلا  
 کام میں میسر ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا  
 ہر کجی مٹو سے دم ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب  
 حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا  
 قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزیر میں گل  
 کیسل بچوں کا ہوا، دیدہ چہین نہ ہوا  
 تھی خبہ گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرنے  
 دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا



اسد! ہم وہ جنوں جولاں گدا تھے بے سرو پا ہیں  
 کہ ہے سرِ پنجہ مژگانِ آہو، پشتِ غارِ اپنا



اوبے غلماں جو گا جہ کوئی ساڈے ورگا ہویا نہیں  
 جھوٹ نہیں ہے اکھو، ساڈے ورگا دو جا ہویا نہیں  
 منٹھے ٹیکن وچ وی ایڈے سیلائی تے اکھئی آں  
 پرت آتے جے ڈٹھا ور کجے دا کھٹا ہویا نہیں  
 سارے تیسری یکتائی دا دعویٰ منٹی بیٹھے نہیں  
 تیرے منہ تے ایسے لئی کوئی شیشے ورگا ہویا نہیں  
 سوہنے لوکاں دی اکھ واناں سدن مینوں گھانا کیرے؟  
 منہ اکیرے تیرا ایہ بیمار جے چنگا ہویا نہیں  
 سینے واسل ہو کا جیہڑا بٹھان توڑی اپڑے نہ  
 اوہ قطرہ منٹی نے پھلکنا جیہڑا دریا ہویا نہیں  
 جیہڑا دکھ کسے نہ جھلدا میرے ناووں لکھیا لے  
 سینوں ظلم پھیرے اوہ لہجہ جیہڑا دسیا ہویا نہیں  
 لوں لوں سمیٹوں رت نہ ریتے جے کراوہی گل کریاں  
 اوہ حسدہ واقصہ جانو، عشق پراڑا ہویا نہیں  
 قطرے وچ چنھاں نہ دیکھے بوہل نہ دیکھے دلے توں  
 اوہ ڈیلا باللاں دا کھٹوں اکھ سوچ کھا ہویا نہیں  
 دھم پی سی غالب غاں دے آج پڑھے اڈ جانے نہیں  
 اسی وی اوتھے اپڑے ساں پرکھیڈ تاشا ہویا نہیں



کدے جھل تے چنگیاں مار بھیجے، اسی ایڈے فتنہ دار غالب  
 پلکاں ہرن دیاں جوڑکے بنے کلکھی، کیڑی ذات دا کھر کھتا ہے ساڈا



پئے نذرِ کرم تحفہ ہے شہمِ نارسانی کا  
 بخونِ غلطیہ صد رنگِ دعویٰ پارسائی کا  
 نہ ہو حسنِ تماشا دوست، رسوا بیوفائی کا  
 بہ مہرِ سدِ نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا  
 زکوٰۃ حسن دے اے جسدِ بینش کہ مہرِ آسا  
 چراغِ خانہٴ درویش ہو کا سہ گدائی کا  
 نہ مارا جان کر بے جرم، قاتلِ تیری گردن پر  
 رہا مانسہ خونِ بے گنہ حقِ آشنائی کا  
 تمٹائے زباں، محوِ پاسِ بے زبانی ہے  
 مٹا جس سے تقاضا، شکوہ بے دست و پائی کا  
 وہی اک بات ہے جو بلیں نفسِ واں نکستِ گل ہے  
 چھٹی کا جسدِ باعث ہے مری رنگیں فوائی کا  
 دہانِ ہریتِ پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی  
 عدمِ تک بے وفا، چہ چاہے تیری بیوفائی کا  
 نہ دے تلمے کو اتنا طولِ غالبِ مختصر لکھ دے  
 کہ حسرتِ سنج ہوں عرضِ ستمِ ہائے جدائی کا



نذر کرم در گاہے تخم، ایہو گھاٹ گھٹائیاں دا  
 کو تو رت حبابوں بوہتا، دعویٰ نیک کسائیاں دا  
 روپ دکھائے بیل، مٹھے، ٹکائیوں رسوائیاں دا  
 سو اکھاں دی مسروں سچا، دعویٰ منوں صفائیاں دا  
 نظراں دا چانن جے دڈھے حسن زکاتیں تے جوڑے  
 سورج وانگوں دیوا فقرائ گھر کشکول گدائیاں دا  
 سرکپ ہو کے سر نہ کپیا، جان بدوسا تیسرے سر  
 کسے بدوسے خون برابر بھار رہیا جنمائیاں دا  
 جیہہ دی سدا ہر بیستی جہہ دے شکر دھیانے لگی اے  
 ورق پاٹ گیا بہن شکو اکیرہ بے زور گھٹائیاں دا  
 اوتھے پھل دی خشبو تے ہوک ایتھے، دونوں اکوئیں  
 باغ بہاراں نے مڈھ بھنچیا میسری سخن الائیاں دا  
 منہ میلے نیں سوہنے لوکاں ہوتے ہوئے دی زنجیر نی  
 دیس عدم بے ٹکچیا چرچا، تیری بے ٹکچیا تیاں دا  
 اتے خط کیرہ لکھنے غالب، کم دی گل اکو بکھو دے  
 سدا ہراں سہکدیاں نیں کیریں دے تیرے قہر جدائیاں دا





گرنہ اندوہ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا  
 بے تکلف داغِ مہ، مہرِ دہاں ہو جائے گا  
 زہرہ گرا یا ہی شامِ ہجر میں ہونا ہے آب  
 پر تو مہتاب، نیلِ خانساں ہو جائے گا  
 لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر  
 ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا  
 دل کو ہم صرف دنا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا  
 یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائے گا  
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راہی ہوا  
 نہج پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا  
 گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تسلیمِ ضبط  
 شعلہِ خس میں جیسے خوئے رگ میں نہاں ہو جائے گا  
 باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر  
 ہر گل تر، ایک چشمِ غوئے فناں ہو جائے گا  
 داتے گر میرا ترا انصافِ عشر میں نہ ہو  
 اب ملک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا  
 فائدہ کیا، سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد  
 دوستی ناداں کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا



رات بجز دمے دکھڑے جے نہ آکھ متائے ہوسی  
کھلی گل کراں چن ٹھپا ہر باں تے ہوسی  
ہجر ناشیں ایسے رنگ جے ، پتے پانی ہونے  
چٹے چن لشکارے دے بڑھ گئے ڈھاہندے ہوسی  
سُتیاں سُتیاں اوہرے ، آتھے وابے پیتے تہاں  
ایسی گل توں شکار سٹیا ، ہور بھلیوے ہوسی  
جاتا سی دل لگیاں دی بچ رکھی ، پرکیر ساڈاں  
ایہہ ساتھوں پہلاں اوکھے ویلے دی نذرے ہوسی  
دل دل اندر تیرے تھان جے میرے دل دا ہویا  
دیکھ لیتیں ایہہ خلقت ساری میرے دتے ہوسی  
بلدیاں نظراں ایسے تاجے صبر سکھاندیاں رہیاں  
رت جیویں ناڑاں دے اندر ، لمب ترٹے ہوسی  
میںوں کھڑ نہ باگے سجن ، تیں تے میرے رنگوں  
سجے چل کھڑے ، رت روندی اکھیاں رنگے ہوسی  
جا چندے جے حشر دہڑے ساڈا نیاں نہ ہونے  
حالے تیک تے آس اے او تھ چل تارے ہوسی  
کیہر لہستاں میں سوچ اسدا اللہ توں دی آپ سیانا  
ناداناں دی یاری سجن بھار کیجے ہوسی !



دردِ منت کش دوا نہ ہوا  
 میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا  
 جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو  
 اک تمشا ہوا، گلہ نہ ہوا  
 ہم کہاں قسمت آزمائے جائیں  
 تو ہی جب خنجرِ آزما نہ ہوا  
 کہتے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب  
 گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا  
 ہے خبرِ گرم اُن کے آنے کی  
 آج ہی گھر میں بودیا نہ ہوا  
 کیا وہ غمزدگیِ خدا کی تھی  
 بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا  
 جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی  
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
 زخمِ گر دَب گیا، لہو نہ تھا  
 کامِ گر رُک گیا، ردا نہ ہوا  
 رہنمائی ہے کہ دلستانی ہے  
 لے کے دل، دستانِ روانہ ہوا  
 کچھ تو پڑھے کہ لوگ کہتے ہیں  
 آج غالبِ غزل سزا نہ ہوا



پُٹ جھلتیا دُرد دوا دانتیں  
 میں بچیاں نہیں، میں مریاں نہیں  
 کیوں سچے دشمن سہ لے فی !  
 گلے شکوے کھیٹ تماشا نہیں  
 رکھ لیکھ دی جھولی جا اڈیے  
 توں دی خنجر خیری پھر دانتیں  
 ایسہ بلیاں کڈیاں بھٹیاں نہیں  
 دیر می کھا کھا گلابیں دجہ دانتیں  
 آج دُھم گئی اے اوہناں آدنا اے  
 آج گھر وچ پیڑھی موڑھانیں  
 کیسٹھی نردو خدائی سی ؟  
 مینوں بندگی بُٹھا پھلینا نہیں  
 چند دتی، چند تے اوہی سی  
 گل حق دی اے، حق دتا نہیں  
 پھٹ جے دتیا، لسوڑ کیا نہ  
 کم جے رُکیاتے ٹریاں نہیں  
 ایسہ ڈاکہ اے، دلبریاں نہیں ؟  
 دل لے کے پار کھلوتا نہیں  
 کچھ پڑھ چھڑ لوکی آہندے نہیں  
 آج غالب غزل آلاں دانتیں



بگہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا  
 گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا  
 میں جانتا ہوں کہ تو اندر پاسخِ مکشوب !  
 مگر ستم زدہ ہوں شوقِ خسارہ فرسا کا  
 خلتے پاتے خزاں ہے ، بہار اگر ہے یہی  
 دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیشِ دنیا کا  
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو  
 مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا  
 ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں  
 کربے ہے ہر بُنِ موعود کامِ چشمِ بینا کا  
 دل اس کو پہلے ہی ناز و اداسے دے بیٹھے  
 ہمیں دماغ کساں حسن کے تقاضا کا  
 نہ کہہ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے  
 مری نگاہ میں ہے جمعِ دُخسرجِ دریا کا  
 فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یادِ اسد  
 جفا میں اس کی ہے اندازِ کارِ فرما کا



دل اندر دی شوق توں کیڈا شکوہ سوڑیاں تھاواں دا  
 موتی وچ گواچا نبھدا، جھپٹل اُبال سمندراں دا  
 تیسرے دوتوں خط پرتاوا؟ ریمین دے مینوں ملان میں  
 میں تے آپ سواداں پٹیاں کاغذ قلم گھسائیاں دا  
 پت جھڑ سمیاں پیریں مہندی جے اس رنگ پہلوں میں  
 روگ دے توں عمریں توڑی جگت دیاں من موحاں دا  
 مینے سَلّ وچھوڑے والا، مینوں کچ نہ باگاں توں  
 جیسرا مینوں رکھتے، اوتھے بے جا ہمدے پھسلاں دا  
 حالی رُوپ تیرے دیاں محسوس ایہہ ترہائیاں نظر میں  
 توں توں کھولے رُوپ وٹایا آپ سو جا کھی اگھیاں دا  
 دیکھ اداواں پسلاں ای دل دے کے اوہنوں دیسلاں  
 سانوں ایسا تنہوہ ہن کہتے رُوپ دیاں ٹکراواں دا  
 دل دی سدھ تول میں تے اتھرو، ایسہ گل آکھیں نہ  
 میسری اکھ دے اندر سآتاں بھر بھارا دریاواں دا  
 اسد اللہ جے دیکھاں ول آسمان تے اوہنوں یاد کراں  
 ایہدے فلماں اندر وی اسے چالا ساڈے سچناں دا



قطرہ نے بسکہ حیرت سے نفس پر در ہوا  
 خطِ جام نے سراسر رشتہ گوہر ہوا  
 اعتبارِ عشق کی خسانہ خسرابی دکھنا  
 غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا



جہ بے بتقریب سفرِ یار نے محلِ باندھا  
 تپشِ شوق نے ہر قدر پہ اکِ دلِ باندھا  
 اہلِ بینش نے بحیرت کدہ شرفِ ناز  
 جو ہر آئینہ کو طوطی بسملِ باندھا  
 یاس و امید نے یک غریبہ میدانِ مانگا  
 عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائلِ باندھا  
 نہ بندھے تشنگی شوق کے مضمونِ غالب  
 گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحلِ باندھا



مے دا قطرہ قطرہ حیرت ڈبا، رنج کھوتا مے  
جام کنٹاری، موتی دِ تھکے تشہ پر دتی مالا مے

میرے شوق ابتلا دی دیکھو میزوں پٹھے پے گئے نہیں  
دُیری کوھرے سہی کر داتے ادھ میرے تے وسدا مے



یار سفر دی خاطر جس دم اُٹھ کچاوا بھیا  
دید مواتے دتے دتے دل ترہایا، بھیا

اکھاں ولے ناز ادا دے حیرت پنجرے بھلتے  
آئیے دے جوہر نوں وی ہریں پشیا، بھیا

اُس نراساں جھولی اڈی، اُداں دا پڑنگیا  
زور تانے مانگت دا لک منتر لا، بھیا

شوق ترہیتیں شعراں اندر غالب راتھوں بھتی  
بھاویں کھلتے دل دریا نوں ساحل بنا، بھیا





میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں  
گر میں نے کی تھی توبہ، ساقی کو کیسا ہوا تھا

ہے ایک تیر جس میں دو نو پچھ پٹے ہیں  
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں  
جب رشتہ بے گرہ تھا، ناخن گرہ کُشا تھا



گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو دیراں ہوتا  
بھر گر بھرنہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

تنگی دل کا بلکہ کیسا؟ یہ وہ کافر دل ہے  
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

بعد یک عمر درع بار تو دیتا بارے  
کاش رضاں ہی دیار کا درباں ہوتا



میں ہرواں تے میخانے چوں سکے تائو آواں  
مینوں تووا کر بیٹھا، ساقی نوں کیرہ ہویا سی

تیرا کواے دونویں ہن تے اکی وچ پر پتے  
لہ گئے دن، دلوں کلیجہ جد د کھرا د کھرا سی

بجھیاں مچھیاں غالب جے کچھ پنج پوی تے جاناں  
رستی نوں جد گنڈھاں تیں سن اوووں نوں نہ اڑا سی



کدی جے نہ روندے ایہہ گھرا پاتاں می تے ویران ہندا  
سمندر، سمندر نہ ہندا تے ایہے بیسا بان ہندا

گلہ سوڑا دل دی کرے تے کیرہ، دل دا ایمان کیرہ اے  
کدی ایہہ نہ سوڑا وی ہندا تے بوہتا پریشان ہندا

عبادت گزاری جے کر دے تے جی آیاں نوں تے اوہا ہندا  
بہشتاں دارا کھا بوہے یار دے جے نگہبان ہندا



نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا  
ڈر یا مجھ کو ہرنے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا  
نہ ہوتا اگر جسدِ اتن سے تو ذائقہ پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے  
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا



کچھ نہیں سی تے آپ خدا سی، کچھ نہ ہندا اوہ تے جندا  
میںوں غرق تے کیئا ہونے، کیہ ہندا، میں نہ ہے ہندا

جے غم نے انج مار لیا اے، غم کیہ جے سر کپیا جاتے  
مُجشیوں جے نہ دکھرا ہندا، دھریا گوڑے اُتے ہندا

عمر اں ہرئیاں غالب مریاں، پر اوہ چیتے آجاندا اے  
گلے گلے بول پڑے آ، کیہ ہندا انج کہہ رہے ہندا



ایک ذرّہ زمیں نہیں بے کار بارخ کا  
یاں جاوہ بھی قلیل ہے لالہ کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوب آگہی  
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ ایام کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
کہتے ہیں عشق جس کو خسل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشہٴ فکرِ سخن مجھے  
ترباکیِ قدیم ہوں دُورِ چسپاں کا

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوتے  
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراخ کا

بے خونِ دل ہے چشم میں سورجِ نگہِ غبار  
یہ نئے کدہ خراب ہے نئے کے سراغ کا

بارخِ شگفتہ تیرا، بساطِ نشاطِ دل  
ابرِ بہارِ ختم کدہ کس کے دماغ کا



اک ذرہ وی بے قدرائیں، تھیں تھیں پھل پھلواڑی دا  
ایتھے رہ وی کم دیندا، لالے پھل دیوے، تہی دا

مُرتاں قمر ہنڈائے کیسٹا پناں شراباں چاہن دے  
کچھ پیالے لیکان لائیں، ویکھ پچار چند ماڑی دا

بلبل دے اتبار دہاریں ڈھل دے ہا سے پھلاں دے  
چنھوں اکھن عشق اوہ ناں اے سر دی اک پیاری دا

شعر سخن دی فکروں مینوں بھری نور محمدی نئیں  
مڈھ توں سونا لاناں میں دیوے وی لائے سلفی دا

عشق دی قیدوں سانوں وی سواد رہائی ملدی رہی  
پر کیا کیسہ جاتے جے دل ویری آپ رہائی دا

رت جگر دی باہجوں اکھ وچ نر نظر دی گھٹا اے  
ایہ مئے خانہ لٹیا ہو یا آپ شراب گواچی دا

توں کھڑیا پھلواڑی دانگوں من ویرے پھل چھاو لی نہیں  
چیتر بدلاں نشہ چٹھہ پایا کدھ مے ہور جوانی دا



وہ مری چین جہیں سے غم پنہاں سمجھا  
 دائر مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا  
 یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز  
 چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا  
 شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ  
 اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا  
 بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرم خدام  
 رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیراں سمجھا  
 عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا  
 نبضِ خس سے پیشِ شعلہ سوزاں سمجھا  
 سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی  
 ہر قدم سائے کو میں اپنے شبتاں سمجھا  
 تھا گریزاں مژدہ یار سے دل تادمِ مرگ  
 دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا  
 دل دیا جان کے کیوں اس کو وفا دار اسد  
 غلطی کی کہ جو کافہ کو مسلمان سمجھا



میرے مٹتے دُٹ پیاتے اوسنے دُٹ ولے دا جاتا  
 اُکھڑے پکھڑے سرنا نوس توں بھیت لافے دچلا جاتا  
 حالی الفوں بے نیس ہوئی چلیکن فولادی شیشے دی  
 بیٹھ لنگارے لاہتی جاناں، گلماں جیس ویلے دا جاتا  
 بچھ نہ کیوں دل پھڑگھٹیا، کیوں پھولن پھولاں دل دے  
 اینا کو دل سوڑا ہویا، قیساں کو مٹی ورگا جاتا  
 اوہدی ترکھی ٹور نہ بھائی مینوں شکاں دے مئے نوں  
 مڑھکے داہر ٹیکا، مٹتے اکھ حیرانی ورگا جاتا  
 آپے مارے ساں تے اوہنوں متیا، تہا ہوسے گا اودھ  
 سکے گاہ دی نبض تریڑوں، تاہ بندے بھائیڑ دا جاتا  
 ملکن بار نہ عشق دے پینڈے ہنیا ساہیاں بھدا ساہیاں  
 پیرے پیرے اپنے پرچھاویں نوں زین بسیرا جاتا  
 مردے تیسر پاسا دُٹیا، چک سجن دی کافی توں نیں  
 تیسر قضا دا انج گھسنا نیں دی کیڈا سوکھا جاتا  
 کاهنوں جان کے پیڈا اوہنوں، اسد اللہ دل دے بیڑوں توں  
 سوہنی داگوں سوہنیا آپے، توں کچے نوں پکا جاتا





پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا      دل جگر تشنہ فر یاد آیا  
 دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز      پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا  
 سادگی ہائے تمتا، یعنی      پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا  
 غدرِ واما ندگی، اے حسرتِ دل      نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا  
 زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی      کیوں ترا راہِ گزر یاد آیا  
 کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی      گھر ترا خلد میں گر یاد آیا  
 آہ وہ جراتِ فسر یاد کہاں      دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا  
 پھر تمے کوچہ کو جاتا ہے خیال      دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا  
 کوئی دیرانی سی دیرانی ہے      دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد  
 سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا



فیر آج اکھیاں وچ ہڑھ ڈکیا یاد پیا  
 آخر پٹراں حالی دھونج نہ کدھی سی  
 حالے وی ایہ سدھ ساد مرادی لے  
 دل دی سدھ آگے ہاراں تانیاں  
 اینڑیں کیڑیں لنگھ جاتی جانی سی  
 جنت دے راکھے لے پھینچ پئے جانی  
 کیہہ کریتے ادھ ہاڑیاں وچ دیر نیں  
 فیر دھیان گلی تیری نوں جاندا لے  
 اتہ اجاڑاں جیسیاں اتہ اجاڑاں نیں  
 دل نوں جگر دں ہو کے ہاڑا یاد پیا  
 فیر تیرے ٹرپن دا ویلا یاد پیا  
 فیر اینوں ادھ رنگ برنگ یاد پیا  
 ڈلیکاں دے وچکار کھجیا یاد پیا  
 خبرے کاہنوں تیرا لاگھ یاد پیا  
 جنت اندر جے گھر تیرا یاد پیا  
 دل ہندیاں دی آج کلیجیا یاد پیا  
 خبرے دل دا لعل گواچا یاد پیا  
 تھلاں بریتے ڈٹھیاں جھگڑا یاد پیا

نکلیاں ہندیاں مجنوں دل اسد میں دی  
 اتہ اُلا رمی، کو پر سردا یاد پیا



ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا  
 آپ آتے تھے مگر کوئی غصاں گیر بھی تھا  
 تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا بگلا  
 اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا  
 تو مجھے بھول گیا ہر تو پتا بتلا دوں  
 کبھی فتراک میں تیرے کوئی پنجر بھی تھا  
 قید میں تھی ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد  
 ہاں کچھ اک رہنچ گراں بادی زنجیر بھی تھا  
 بھل اک کو نہ گئی آنکھوں کے آگے تو کیا  
 بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا  
 یوسف اس کو کسوں اور کچھ نہ کہے، خیر ہوئی  
 مگر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تفسیر بھی تھا  
 دیکھ کر غیصہ کو ہو کیوں نہ کلیجہ ٹھنڈا  
 نادر کرتا تھا ولے طالب تاثیر بھی تھا  
 پیشہ میں حبیب نہیں رکھتے نہ فرماؤ کو نام  
 ہم ہی آشفۃ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا  
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی  
 آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا  
 کپڑے جاتے ہیں فرشتوں کے نکلے پر ناحق  
 آدمی کوئی ہمارا دم تحسیر بھی تھا  
 ریختہ کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب  
 کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا



تینوں آوندیاں آج کوئل ہوئی، پچھے ایس کوئل اُسرا دی سی  
 میرے دل آوندائے دیکھ تینوں گلیں جو کے ایسا کھٹا دی سی  
 گلہ تیرے اتے میرا پھدانتیں نرا توں تئیں مٹدھ بربادیاں دا  
 میرے دل زلزلان دے زلیاں وچ میرے اپنے لیکساں دی ہادی سی  
 تینوں رہی جے نہیں بچیاں میری جودے حکم تے اک گویڑ دستان  
 کدی تیرے شکار گلا دیاں وچ، جیسا آیا ای اک شکار دی سی  
 تیرے اڈنے شوق توں قید خانے کنڈل زلف دے کدی دی نہیں بھتے  
 اپنی گل ضرور ہے سنگلی دے چکے بھسار دا بڑھت آزار دی سی  
 ہویا کبہ جے چم کے اکتیاں توں ہشاکاں مار کے ہوئی آزار بجلی  
 چٹائی گل ہے سی جے کوئی گل کر دے، میرے بھلاں دی تیر گفادی سی  
 یوسف ادس توں آکھاں تے سہ جائے، آگوں بربانتیں بچا ہویا  
 جے کر ہوئی توں کہتے اوہ بھڑاک پتہ امینوں فیہ سزا کار دی سی  
 اکتیں دیکھ کے غیر توں ایس نامے کیوں نہ پوسے کیچڑے ٹھنڈ مینوں  
 ساڈ بھوکا دی مال ہو گیاں دے نالے حاصلان واطلب کار دی سی  
 کسے کار و ہار توں نہیں ہونا کا ہنوں زندہ ہے بے فراد تا تیں  
 جھٹوں چڑھی جراتی ہر موت آئی آساں عاشقان وچ مردار دی سی  
 ساڈے قرن دے جا اڈ کیدے رہتے، نیڑے ڈھکنوں دھبہ جے خدا ہون  
 دودن نہیں سی جے کم تلواریا سوکھا ادس توں تیر دا وار دی سی  
 پھڑے جلتے آں اسی تخت بندے، نہیں قلماں تے ہتھ فرشتیاں دے  
 لکھے گئے سن جندوں اعمال نامے کول ساڈا وکیل مختار دی سی  
 ایس دیکھتے شعر شعور غالب صرف توں ہیں اک استاد ہویا  
 لوکی آکھ دے نہیں بھلے دلیاں وچ مہر نام دی اک سرکار دی سی



سب خشک در تشنگی مُردگان کا  
زیارت کدہ ہوں دل آزد و گان کا  
بہ نانا آمیدی، حمہ بدگانی  
میں دل ہوں فریب و ناخوردگان کا



تو دوست کسی کا بھی سنگ نہ ہوا تھا  
اوروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر نہوا تھا  
چھوڑا میرے خشک کی طرح دستِ قضا نے  
خود شید ہوؤ اس کے برابر نہوا تھا  
توفیق بہ اندازہٴ ہمت ہے ازل سے  
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا  
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم  
میں معتقدِ فتنہٴ محشر نہوا تھا  
میں سادہ دل آزد و گئی یار سے خوش ہوں  
یعنی سبقتِ شوق مکرر نہوا تھا  
دریائے معاصی تنگ آبی سے ہوا خشک  
میرا سہرا من بھی ابھی تر نہوا تھا  
جاری تھی اسدِ داغ جگر سے مری تحصیل  
آتشکدہ جاگیرِ سمنسد نہوا تھا



شکافِ بخت میں نال ترھو کھڑا ہویاں دا  
خانہ کعبہ ہاں میں دل بیزاراں دا  
اصلوں آس نہ پلے ، اصلوں شک شبے  
میں اک دل جے عشق بھلیکھے گوتیاں دا



توں مہرا توں سجتی جیسی کدی کسے دا ہویا ناٹھ  
قسمہ پیا جو میسری جھولی ہوراں جوگا ہویا ناٹھ  
نخشہ دے چن وانگوں ایمنوں قدرت بختوں چھڈیا اے  
سورج اوہدے نال کھلتا ساسی پر اوڈا ہویا ناٹھ  
لکھیاں گیتاں ہین ازل توں ہمتاں سہر توفیقاں میں  
اکھ دی سب دا چاقن قطرہ ، مرقی جیڑا ہویا ناٹھ  
بچتے توڑی یار سڑوٹے قد نہ چالے دیکھے سن  
میں وی قائل حشر دھاڑے دی آخر دا ہویا ناٹھ  
میں دی کیڑا جھلّاں ، سجتی غصے تے میں راضی آں  
اکھوں اوہے شوق سبق دا پسلا ورقا ہویا ناٹھ  
پاپ چنھاں وی گئے گئے پانی پاروں مسکیتا اے  
میسری تریبہ دا اپلا وی تے حالے گلا ہویا ناٹھ  
ساڑ کلجے دا اسد اللہ حاصل یکے دیندا اے  
جد جاگید چتا دا مالک اک دا کیڑا ہویا ناٹھ



شبِ کر وہ مجلسِ فِردوزِ خلوتِ ناموس تھا  
 رشتہ ہر شمع ، خارِ کسوتِ فانوس تھا  
 مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے حنا  
 کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا  
 حاصلِ اُلفت نہ دیکھ ، جز شکستِ آرزو  
 دل بدل پیوستہ گویا اک لبِ افسوس تھا  
 کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کابیاں  
 جو کہ کھایا خونِ دل ، بے منتِ کیموس تھا



آئینہ دیکھ اپنا سائنہ لے کے رہ گئے  
 صاحبِ کو دل نہ دینے پہ کتنے غرور تھا  
 قاصد کی اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے  
 اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا



رات سے جسد سوہنا بن گئے، کلا گھنٹا لاہ بیٹیا سی  
دیوے دیوے اندر رہتی، جیوں کھڑے پٹھ کنڈاسی

عاشق دی ڈھیری تے اُگی کوہاں تیسکر جو مندی  
پیریں لگن دی سدھ دا رہا، کیڈا کنڈاسی  
کبھتاں کیہہ میں پیار دیاں بس اک بہت ڈوری ٹٹی لے  
دل نوں دل بلیاتے اوہوی بکھرتے بکھ پھپتا واسی  
روگ عماں دا چنگا مے کیہہ دے کیڈے سوکھے آن  
کھانا پینا دل دا لہو تے بھار جگر دا کاہا ہی



ریشے جھاتی پا کے مکھ لکاندے پھر دے  
دل نہیں دینا، آپ جوداں نوں مان بڑا ہی

اپنے ہتھیں ہسکارے داہر نہ کہیں  
اوہدے ہر کی دوس، اوہنوں تے میں گھلیا ہی





عرضِ نیا در عشق کے قابل نہیں رہا  
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا  
 جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لئے ہوئے  
 ہوں شمعِ کشتہ درِ خوب محفل نہیں رہا  
 مرنے کی اسے دل اور ہی تدبیر کر کہیں  
 شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا  
 بردوئے سششِ جہت درِ آئینہ باز ہے  
 یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا  
 وا کر دیئے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن  
 غنیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا  
 گو میں رہا رہیں بستم ہائے روزگار  
 لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا  
 دل سے ہوائے کشت و فامٹ گئی کرواں  
 حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا  
 بیدارِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر است  
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا



دُعرے نما نے عشق دے جوگانہ رہ گیا  
 ہی نمان جیسڈے دل آتے اوہانہ رہ گیا  
 ٹریا میں سل خیاتی دی ستھراں واسینے لاء  
 میں بجھیا دلوا مھلے سنجیہ نہ رہ گیا  
 کوئی پھیل ہوہر دلا جان دین دی  
 ہر کپ دیاں میں ہمتاں جوگانہ رہ گیا  
 شیشے دا توبا کھولیا میں سارے پاسیاں  
 اپنی پہچان مندا تے چنگا نہ رہ گیا  
 چکے نیں گھنڈ روپ دے کھڑے توں شوق نے  
 نفسروں بغیر کوئی دی پروانہ رہ گیا  
 بھادیں میں گھنے پے گیا جاگ دے ستائیاں  
 تیری دچار توں کدی جھلیا نہ رہ گیا  
 بچ کھیتیاں دی بھوک دلوں نہ گئی ماتھاں  
 سنے دی ستھروں پناں ٹہانہ رہ گیا  
 نیس خوف کوئی عشق دے ظلماں دپراسد  
 ہی نمان جیسڈے دل آتے اوہانہ رہ گیا



رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیث !  
 عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا  
 ذرہ ذرہ ، ساغر بے خانہ نیرنگ ہے  
 گردشِ مجنوں بچشمک ہائے یسلی آشنا  
 شوق ہے ساماں طراز نازشیں اربابِ بھجر  
 ذرہ صحرادست گاہ و قطرہ دریا آشنا  
 میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے  
 عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا  
 شکوہ سنج رشک ہمد گیر نہ رہنا چاہیے  
 میسا زانوئوںس اور آئینہ تیسرا آشنا  
 ربط یک شیرازہ وحشت ہیں اجزائے ہمار  
 سبزہ بیگانہ ، صبا آوارہ ، گل نا آشنا  
 کو کہن نقاشیں یک تمثالِ شیریں تھا استد  
 سنگ سے مرمار کر ہوئے نہ پیدا آشنا



رشک آکھے ایہہ کوڑی لگے اوہ غیسراں نوں مہتا  
 عقل آکھے مرنہرا دی ہندالے کدی کہے دابیلی  
 رنگ برنگے مے خانے وچ ، ذرہ ذرہ پیالہ  
 جنوں دی گروش زں جیویں سینتر سیلی بیلی  
 عاشق بھاویں بین وچارے عشق توفیقاں دتیاں  
 ذرے نے محفل بکھے لایا ، قطرہ دریا بیلی  
 مینوں اڈنا دل کیسہ ملیا آفتاں دا چھوڑا  
 سکھئی نہیں اویری جیہڑا بچج بھجا دابیلی  
 اک دوجے دا ساڈ نہ کرے تے گھٹے رہے  
 میرا بیس سلامت بھولی ، شیشہ تیرا بیلی  
 پچکن رت کتاب دے ورقے پھٹ دے دھاگے بیتے  
 ہریالی تے فار ہرجائی ، پھل دی اللہ بیلی  
 شیریں دی مودت گھر ڈار بندا فرہاد نماں  
 پتھراں توں ہر ماریاں غالب رکھتے بھدا بیلی



ذکرِ اس پری و شش کا اور پھر بیاں اپنا  
 بن گیا رقیب آخر تھا جو رازِ دواں اپنا  
 مئے وہ کیوں بہت پیتے ہزمِ غیر میں یارب  
 آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحان اپنا  
 منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے  
 عرش سے اوہر ہوتا کاشکے مکاں اپنا  
 مے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے  
 بارے آشنا نکلا، اُن کا پاسباں اپنا  
 دردِ دل بکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلائوں  
 انگلیاں نگار اپنی، خمدِ خوں چکاں اپنا  
 رگھتے رگھتے مٹ جاتا آپ نے جٹ بدلا  
 ننگِ سجدہ سے میرے سنگِ آستان اپنا  
 تاکرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو اپنا  
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زبان اپنا  
 ہم کہاں کے دانا تھے کس ہزم میں یکتا تھے  
 بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا



ذکر سراپا اوس پری دانتوں کٹاک بیان اُسندا  
 اوہوی جم رقیب پیا جو ہمسی بھیت پہچان اُسندا  
 بُڑھتی پی کے ڈگدا کاہنوں غیراں دی محفل مچ سائیاں  
 اپنی دیکھ آخیر شرابوں، لگا وقت و نجان اُسندا  
 نظراں توں ایدوں آچاوی ہو رٹکا نا نہ سکدا رہی  
 عرش عظیموں دی ہے اگے ہندا کدی مکان اُسندا  
 بہادیں سوسو پھینکاں پائے ہاسے مچ کل چھٹاں گے  
 واہ دا جانا تو نکل پیاسے اوہناں دادر بان اُسندا  
 کہتوں توڑی دکھڑے لکھتے جاکے کھیں آپ دکھائیے  
 قلموں و انگوں چھتیاں انگلاں کا نا اُتو لہان اُسندا  
 گھس گھس کے مک مک جانی سی کاہنوں تسی وٹان پئے سو  
 اپنے ہوسے دی ہل اتے سجدہ دیکھ نشان اُسندا  
 اوہوی تے نہ توتی لائے، دیریری نال لبڑا لیاے  
 دوہاں گدگد کھیا سچن دا، اکتو رہیا بیان اُسندا  
 کہتوں دے ساں اسی سیانے، کیڑی کا لے طاق سیدانے  
 کیڑی گل اے جھٹوں غالب دیریری اے آسمان اُسندا



سُورۂ مُفَتّٰ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے  
 کہ دے ہے چشمِ خسریٰ ارپہ احساں میرا  
 رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم  
 ترے چہرے سے ہر ظاہرِ غم پنہاں میرا



غافلِ بھیمِ نازِ خود آ رہے، دہنیاں  
 بے شانہٴ صبا نہیں، طستہ گیاه کا  
 بزمِ قدح سے عیشِ تمنا نہ رکھ کہ رنگ  
 صیدِ زدام جستہ ہے اس دمِ گاہ کا  
 رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے  
 شرمندگی سے عُذر نہ کرنا گناہ کا  
 مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے  
 پُر گل، خیالِ زخم سے دامنِ نگاہ کا  
 جاں دہ ہوائے یکِ نگہ گرم ہے ہستہ  
 پروانہ ہے وکیسلِ ترے دادِ خواہ کا



ہوئے مل نگاہ وائیں سرسہ سیری اپنی تے دکھ تے ضرور ہوئے  
اک واسجے نظر منظور ہووے رہوئے گاہک دی اکھ تے بھار میرا

ہونکے ہاڑیلے دوتوں دے چھوٹ مینوں کتے ظالم اناج نہ ہو جاتے  
تیرے کھڑے تے دکھ دے جاتے سینے کو کیا دکھ آزار میرا



غافل کر دے مان شنگاراں، نتیں تے ویج خدائی دے  
پڑ دے، کنگھیاں داکم کر دے ہریالی دیاں ترنفاں دا

زلزل کے پی لین خراباں، ایہو رنگ ہمیشاں نتیں  
ایہہ بچھی تے اڈیا پھر دا، ایسے جگ دیاں چاہیاں دا

نگل بڑی نتیں رب دی رحمت نوں ایو گل بھار جاتے  
شرماں نال نہ آوے جیہڑا جیہو تے عذر گتا ہواں دا

معتقل دے دل تابہریں چاتیں چاتیں ٹڑیا جاناں یس  
پچٹ و چاروں، پھل گلاہاں، دامن بھریا نظراں دا

اَسَد اللہ اک اوہی جگھی جھاتی دے چار چند دلری  
آپ کو کیسل بنے پروانہ تیسرے دھرے داراں دا





جوڑ سے باز آتے پر باز آئیں کیا  
 کہتے ہیں ہم تم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا  
 رات دن گردش میں ہیں سات آسمان  
 ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا  
 لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ  
 جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا  
 ہو لئے کیوں نامہ بُر کے ساتھ ساتھ  
 یازب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا  
 مریخ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے  
 آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟  
 عمر بھہہ دیکھا کتے مرنے کی راہ  
 مر گئے پر دیکھتے دکھلائیں کیا  
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے  
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا



لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی  
 چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا  
 حریفِ جوشِ دریا نہیں ساحل کی خود داری  
 جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا



غلموں باز تے آئے میں پر، آئیے کیہ  
 ہن آہندے میں تمیزوں شکل دکھائیے کیہ  
 ست آسمان میں گیزے دے وچ اٹھے پر  
 ہو جانا اے کچھ نہ کچھ گھبراہیے کیہ  
 لگدا ہووے فیستے جانے لگدا اے  
 جے کر لگے اینویں دھوکھ دکھائیے کیہ  
 ٹر پے ساں کیوں ہر کارے دے نالے نال  
 اپنی چٹھی رتا آپ اڑا آئیے کیہ  
 چھٹاں کسو دیاں سرتوں بھاویں لنگھ جاوے  
 یار دے بوجھوں اٹھ جائے، خواہیے کیہ  
 عمریں تیکر مرن دی رہ وچ جیٹے رہے  
 مریاں دیکھو، پانا رب توں پائیے کیہ  
 غالب کون اے؟ ساتھوں اوہی پچھدے میں  
 کوئی دے آپے دست گواہیے کیہ



جد تائیں قلبوت نہ ہووے روح دکھالی دیندی نہیں  
 پھسلاڑی رنگار پچھا تو ریشے باد بہاراں دے  
 راوی چھٹاں مارے تے مڑ کنڈھے سینہ ڈاہندے نہیں  
 جتنے ساتی توں اوتھے کیہ مان بھلا ہشیاراں دے



عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا  
 درد کا جسد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا  
 تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفل ابجد  
 تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
 دل ہوا کشمکش چارہ زحمت میں تمام  
 بٹ گیا گھٹنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا  
 اب جفا سے بھی ہیں محسوس ہم اللہ اللہ  
 اس قدر دشمن ارباب و فدا ہو جانا  
 ضعف سے گریہ تبدیل ہو دم سرو ہوا  
 باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا  
 دل سے مٹا تری انگشتِ حنائی کا خیال  
 ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا  
 ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا  
 روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا  
 گر نہیں نکلتی گل کو ترے کوچے کی ہوس  
 کیوں ہے گردِ درہِ جولاں صبا ہو جانا  
 تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل  
 دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا  
 بننے ہے جلوہ گلِ ذوقِ تماشا غالب  
 چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا



قطرے نوں مَوجاں جے نہر فنا ہووے  
 حدوں لنگھیا ہویا درد دوا ہووے  
 حرنی جندے وانگوں تیرے میرے نئی  
 بخت کھسے سن بن دیاں گل، جُدا ہووے  
 دل مُکیا اے دُکھاں دا دانہ کر دے  
 گھنڈی گھس گئی پر نہ دل پولا ہووے  
 نظماں نوں دی ترس گئے آں رب سائیاں  
 ایذا ویری کیہہ کوئی سبھاں دا ہووے  
 ماڑی جانے اُتھرو ہو کے بن گئے نیں  
 مَن لیا اے پانی اِنج ہوا ہووے  
 مہندی رنگی چچی دل توں ہندی نیں  
 جیویں نو تہہ نہ ماس کنوٹ دکھا ہووے  
 میرے لئی تے جیویں بدل دس کھٹے  
 رد و چند و چھوڑے وچ فنا ہووے  
 غشبو نوں جے بھکھ نیں تیرے دیڑے دی  
 کاہنوں پُریاں دے رہ وچ گھٹا ہووے  
 دیکھ کرامت لشکارے دے چاداں دی  
 سُن سسے تے شیشہ دی سادا ہووے  
 پھٹاں دی دُکھ غالب نظراں نوں بھکھ دے  
 ہر ہر رنگے اکھ بُوبا، کھٹا ہووے

## رولف (ب)



پھر ہوا وقت کہ ہر بال کُشا مَوجِ شراب  
 دے بڑے کودل و دستِ ثنا مَوجِ شراب  
 پُچھ مت و جہرِ سیہِ مستیٰ اور بابِ چمن  
 سایہِ تاک میں ہوتی ہے ہر اَوجِ شراب  
 جو ہوا غرقہ مئے بختِ رسا رکاتا ہے  
 سر سے گزرتے پر بھی ہے بالِ ہوا مَوجِ شراب  
 ہے یہ ہر سات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر  
 مَوجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا مَوجِ شراب  
 چار مَوجِ آہستی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو  
 مَوجِ گل ، مَوجِ شفق ، مَوجِ صبا ، مَوجِ شراب  
 جس قدر رُوحِ نہاتی ہے جسکے تشنہ ناز  
 دے ہے تسکینِ بدمِ آبِ بقا مَوجِ شراب  
 بسکہ دُور سے ہے رگِ تاک میں خوں ہو جو کر  
 شہرِ رنگ سے ہے بالِ کُشا مَوجِ شراب  
 مَوجِ گل سے چسپاغاں ہے گورِ گاہِ خیال  
 ہے تصور میں زبسنِ جلوہ نما مَوجِ شراب  
 نشہ کے پردے میں ہے محوِ تماشا کے دماغ  
 بسکہ رکھتی ہے سہِ نشو و نما مَوجِ شراب  
 ایک عالم پہ ہیں طوفانِ کیفیتِ فصل  
 مَوجِ سبزۂ نوخیز سے تا مَوجِ شراب  
 شربِ ہنگامہ ہستی ہے زہے موسمِ گل  
 رہبرِ قطرہ بہ دریا ہے خوشا مَوجِ شراب  
 ہر شس اُڑتے ہیں مریے جلوہ گل دیکھ اسد  
 پھر ہوا وقت کہ ہر بال کُشا مَوجِ شراب



فیر آئیاں رُتّاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں  
 ننگے شراباں دے ہر پائے تارے چھل شرابوں  
 چھل بُڑے پُسلوڑی اندر نہ بچے کیوں متے نیں  
 بن دے تار دے پتے واکھاں تھلے چھل شرابوں  
 جیسے اڈیا ایس شرابے ادھا بخت اچھا  
 سون سے برساتاں دے تاثیر دکھاندے ایہوی  
 فیض ہواؤں چھل حیات ہو دے چھل شرابوں  
 کانگ چڑھی خوشیاں دی چائے چھلاں چائے پائے  
 چھل گھلاں، چھل لال، چھل پُر دے، چھل شرابوں  
 جیسے پُنگرن ہارنباں رُوح کیلے تبتی  
 امرت دے گھٹ دے کے سینے ٹھاکے چھل شرابوں  
 زگ زگ ول انگوراں اندر لہو داگوں پتی دُٹکے  
 سادے شوبے کھمب کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں  
 چھل گھلاں دیوے بالے وچ دھاراں لائے  
 سوچاں دی اکھ اندر دیندی جلوے چھل شرابوں  
 پُر دے وچ نشے دے لگی ہر وی تھل دھیانے  
 فسکراں فصل آگاندی پتے پتے اچھل شرابوں  
 نشیاں رُت ہڑ لے کے دوزی جگ تے کرن چڑھائی  
 ہو دے چھل ہریالی، بجاویں ہو دے چھل شرابوں  
 پھلاں دی رُت بھاگاں والی رُہ کھوٹے جگ میٹھے  
 قطرے توں دریا ول ٹوبے اٹکے چھل شرابوں  
 استدالہ پھل کھڑ دے دیکھاں مارن ہوش اڈاری  
 فیر آئیاں رُتّاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں

۱۔ خبر بال کشا - ۲۔ پانی کا ایک جانور اور برتن کا نام بھی ہے۔ ۳۔ طوقان - دریاؤں میں  
 پانی کا چڑھ جانا اور زندہ سے ہونا۔ ۴۔ تھڑ کا وہ خیال۔ ۵۔ چنگا نہ ہستی۔

## ردیف (ت)



افسوس کہ دیداں کا کیا برزق ظلم نے  
جن لوگوں کی تھی درختِ عقیدہ گہرا انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا  
خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر انگشت

بلکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخی گرم  
تار کہ نہ سکے کوئی، برے حرف پر انگشت



واہ تقدیرے کیڑے اوہناں نوں دی کھا کھا رہتے  
 جتھاں نوں سجدے سُن مُندر دی دے نگ ہیرے، انگلی

گھٹ نشانی ایہوی نسیں، جے چھلا دے نہ ٹریوں  
 مینوں جدوں دکھالی، خالی، ٹر دے ویلے، انگلی

اسد اللہ میں بلدے شعر اُلیکاں دل دے لاوے  
 تاں جے دھند نہ دے کوئی میرے حرفاں اُتے انگلی





رہاگر کوئی تاقیامت سلامت  
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خونِ بہ مشرب  
لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت

علیٰ الرغیم، دشمن، شہیدِ وفا ہوں  
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہیں گرسہ و برگِ ادراکِ معنی  
تماشاے نیرنگِ صورتِ سلامت



مند گتیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غائب  
یار لائے مری بالیں پہ اُسے پر کس وقت



حشر دہاڑے تیسرے بھاویں بلیا جیویں  
اک دن آخر نوں مرنا اے، شالا جیویں

رُت دہارا عشق کلیجے میرے نوں پیا  
آکھے، جم جم میرے پالنا جیویں

ویری ہریا، چندے شوق شہادت ملحق اے  
نکلی وستیں، شالا جیویں، شالا جیویں

جے ہر پیر نہ کتھے تینوں باطن داوی  
دیکھی جا ایدہ ظاہری میلہ، بندیا جیویں



ورشن چارہ کر دے کر دے اکھاں مچیاں زوری غالب  
بیلی میرے تائیں نے آتے اوہنوں پر کپڑے دیلے



آمدِ خط سے ہوا ہے سرِ درجہ بازارِ دوست  
 دُورِ شمعِ کُشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست  
 اے دلِ ناعاقبت اندیشِ ضعیفِ شوقِ کر  
 کون لا سکتا ہے تابِ جلوة دیدارِ دوست  
 خانہ ویراں سازیِ حیرت تماشا کیجئے  
 صورتِ نقشِ قدم ہوں رفتہ رفتارِ دوست  
 عشق میں بیدارِ رشکِ غیبت نے مارا مجھے  
 کُشتہ دشمن ہوں آخر، گرچہ تھا بیمارِ دوست  
 چشمِ مارِ روشن کہ اس بیدار کا بدل شاد ہے  
 دیدہ پُرخوں ہمارا ساغرِ سرشارِ دوست  
 غیروں کو تا میری پرستش اُس کے ہجر میں  
 بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوارِ دوست  
 تاکر میں جانوں کہ ہے اس کی رسائیِ داں تک  
 مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدہ دیدارِ دوست  
 جبکہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ مُکھِ دماغ  
 سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ عنبرِ بارِ دوست  
 چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر  
 ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخی گفتارِ دوست  
 ہسرتانی ہائے دشمن کی شکایت کیجئے  
 یا بیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست  
 یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ  
 ہے روایتِ شعر میں غالب زبیں تکرارِ دوست



لہندی سس دے نالے پئے گئی تھنڈی گاگی بیل دی  
 دھوں بچتے دیوے داسی مگرے سس لہندی بیل دی  
 اگا سچن جوگا نہیوں، شوق دلا ڈک رکھ سینے  
 اینڑی جھلا ہویں، جھلے کون دکھالی بیل دی  
 حیدانی دے چلے دیکھو کیوں گھرے بھینڈی لے  
 آیر کھرے دے ڈانگوں ٹرنوں رکھیا، ٹرنی بیل دی  
 عشق دہارے بھنیا اے غیراں دے مینوں ساٹے نے  
 ویری مار گیا اے بھاویں بیسی لگی بیسی دی  
 ساڈی اکھ رشنا تیاں جے ادھ بیدری اچ دانی لے  
 ساڈی رت بھری اکھ ہر دے لور پیالی بیل دی  
 سرت نوے اچ غیر دی میری ادھے درد و بھوٹ دی  
 وڈے پیسہ چوہ کوئی ہر کے اپنا بیل، بیل دی  
 تاں جے میں دی جاناں ایہوی ادھے اچر جاندا لے  
 دیندا بھنیا مینوں، گھٹی لار دکھالی بیل دی  
 میں جے کیا اپنے ہر دی کزوری داسکھو ای  
 ادھنے گلین زلف پھڑی کستوری بھٹی بیل دی  
 دیکھ نوے جے مینوں تکلے منہ دے دے کے روئے نل  
 ہنس ہنس کے ادھ مینوں دسا کھر کھر، مسنی بیل دی  
 ویری جو جو چنگی کہیتی ادھے ای جھوڑے بھریے  
 یا آکھو شاہا، جو لذت قسروں چکھی، بیل دی  
 میری ایس غزل تے مینوں اندوں واہ دالیدی لے  
 شعرہ کچھو کر آدے غالب گل اخیسی بیل دی

## ردیف (ج)



گلشن میں بندوبست برنگِ دگر ہے آج  
قری کا طوق حلقہٴ بید وینِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر نقا کے ساتھ  
تاہِ نفس، گنبدِ شکارِ اثر ہے آج

اے عافیت کنارا کر، اے انتظام چل  
سیلابِ گریہ در پئے دیوار و در ہے آج



لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہیں  
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج



پھلواڑی وچ ہو دیاں کچھ ہو بہاراں اُج تے  
گھوگھی دی گانی پیا لگے گھیسہ برو نہاں اُج تے

اک اک ہتھ کے نال ٹڑی آندی لے بوٹی دل دی  
ساہواں ڈور کندے پھسیاں نیں تاہیاں اُج تے

کندھے لگ جا امن امانے، چالا ٹردا ہووے  
ہنجواں ہڑھ دی اکھ پے رڈ کن بوہے کندھاں اُج تے



اسیو عشق ہنیکے دی سیرا اپنے ہر کیے  
پر جے تاں دی بچیا نہ تے عیسیٰ دا کیہہ وارو

## ردیف (ج)



نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ  
 اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ  
 کمال گرمی سعی تلاشِ دید نہ پوچھ  
 برنگِ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ  
 تجھے بہانہِ راحت ہے انتظارِ دل  
 کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بہتر کھینچ  
 بری طرف ہے بکثرتِ نظارہِ نرگس  
 بکوریِ دل و چشمِ رقیب، ساغر کھینچ  
 بہ نیمِ غمزہ ادا کر حق و دیعتِ ناز  
 نیامِ پردہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ  
 مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ نہاں  
 بڑوئے سفہ، کبابِ دل سمندر کھینچ



آس اُمیداں کولوں ہونہ دکھرا ساہواں کچھتیں  
 جے کر ہتھ شراب نہ آوے بیٹھ اڈیکاں کچھتیں  
 درشن پان دی نس بچھ دے تاکیڈے نیں کیہہ دتاں  
 اہن میرے آئیئے دچوں جو ہسٹہ سولاں کچھتیں  
 شکھ مان دے بچ نہ نیں مٹنا! اڈیکاں کارے  
 کہہ عیاں من کے آتھے پرے ناز و چھاتیاں کچھتیں  
 تیرے دتوں زرگس مودھی سدھراں دی اکھ دیکھے  
 آتھے دیری دے چاداں وچ بیٹھ شراباں کچھتیں  
 نیم اشارے اکھ دے پورا حق امانت کر دے  
 پھٹ نیام کلیجے وچوں خنجر ایداں کچھتیں  
 میرے بھانڈے وچ شراباں گچھیاں اگال لبیاں  
 اگ دے کیڈے دا دل شغلے، دانگ کہاں کچھتیں



## ردیف (د)



حسن غزے کی کشاکش سے ٹچتا میرے بعد  
 بادے، آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد  
 منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا  
 ہوتی معذرتی انداز و ادا میرے بعد  
 شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اُٹھتا ہے  
 شعلہ عشق سے پوش ہوا میرے بعد  
 خوں ہے دل خاک میں احوالِ بیاں پر یعنی  
 اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد  
 درخوہِ عرض نہیں جو ہر بیداد کو چھا  
 نگہ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد  
 کون ہوتا ہے حریفِ مرد افشکنِ عشق  
 ہے مکر و لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد  
 ہے جنوں، اہل جنوں کے لئے آغوشِ وداع  
 چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد  
 غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی  
 کہ کرے تعزیتِ مسرد و فاما میرے بعد  
 آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب  
 کس کے گھر جاتے گا سیلابِ بلا میرے بعد



روپ سنگھاراں دی کھچل توں چٹیا میرے پچھوں  
 شکرے ! غالم لوکاں وی سوں ڈٹھا میرے پچھوں  
 عشق دی جوگ کماؤن والے تھے منہ نہیں کر دے  
 میراں ، ڈنگے چیسر نہ متھے بنگا میرے پچھوں  
 لاٹ مرے دیوے دی آٹھ آٹھ جھٹے دھوں مکاناں  
 عشق دے لبو کا لاویس دٹایا میرے پچھوں  
 قبر اندر دی دل تے ایسے غم وچ رتاں رو دے  
 ہندی ہتھوں یار ہو دے گاؤ کھا میرے پچھوں  
 نظراں دے تہکتے تیسراں دے لائق نہیں ناشانے  
 مست بنگا ہواں سرے توں منہ موڑیا میرے پچھوں  
 کون پیالہ عشق دا آن خسریدے میرے ہتھوں  
 ساقی دوہراں پاپا دیوے ہو کا میرے پچھوں  
 جھل عشقے دا جھلیاں کولوں ہو کے ودھیا ٹریا  
 ڈاڈا گئے گھلوں لنگارا بٹھا میرے پچھوں  
 ایسے دکھوں مردا جاتاں نہیں توفیق کسے نوں  
 میرے پیار دے گل لگ رو دے جیڑا میرے پچھوں  
 عشق دیاں بے دستیاں اتے غالب روز دا ٹریا  
 دیکھو ! ایہ ہڑھ کیڑے دیڑے ڈر دا میرے پچھوں

# رویف (۱۲۶)



بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار  
 نگاہ شوق کو ہیں بال و پر درو دیوار  
 وفور اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ  
 کہ ہو گئے مرے دیوار و در درو دیوار  
 نہیں ہے سایہ کہ سن کر نوید مقدم بلد  
 گئے ہیں چند قدم پیشتر درو دیوار  
 ہوئی ہے کس قدر اذانی مئے جلوہ  
 کہ مست ہے ترے کوچ میں ہر درو دیوار  
 جو ہے تجھے سہر سودائے انتظار تو  
 کہ ہیں دکان متاع نظر درو دیوار  
 ہجرم گریہ کا سامان کب کیا میں نے  
 کہ گھر پٹے نہ مرے پاؤں پر درو دیوار  
 وہ آ رہا مرے ہمسایہ میں تو ساتے سے  
 ہوتے فدا درو دیوار پر درو دیوار  
 نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی  
 ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر درو دیوار  
 نہ پوچھ بھڑدی عیش مقدم سیلاب  
 کہ تا چلتے ہیں پٹے سہر درو دیوار  
 نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں  
 حریف رازِ محبت مگر درو دیوار



دسدے رہن جے دس مینوں اُنکے بُہے کندھاں  
 میرے آڈنے شوق دے کھمب میں تیرے بُہے کندھاں  
 ہنجاں دی وا چھٹ منہ گھردا دُو جے بتے لایا  
 لو کو ہو گئے میرے کندھاں بُہے، بُہے کندھاں  
 پڑ چھا دیں تیں ایہ تے اوہرے آڈن دیاں خوشیاں نہیں  
 جی آیاں توں، اکھن اگڑا ٹر پئے بُہے کندھاں  
 اچ سوئیاں سوئیاں تیرے گھٹے دید شہ باباں  
 پی پی مستیاں ڈھکے بُہے بُہے، بُہے کندھاں  
 بُہے بُہے اڈیک آنھ رے بن جانی جے ہمار دی  
 اوہ دسدے میں ہتھ نظر دی راسے، بُہے کندھاں  
 گھٹے دن میں رنج کے روتا جسد اچھی ساہ کڈھیا  
 نہیویں ہو کے میرے پیریں ڈگتے، بُہے کندھاں  
 سانجھی چھا دیں آکے دُسیا آن ڈھلے پڑ چھا دیں  
 چند پئے وارن بُہے کندھاں اُتے، بُہے کندھاں  
 تیرے باہجوں اکھ دا گھرا دسدے گھردی دُستوں  
 ہر دپے روندے رہنے آں دیکھ کے بُہے کندھاں  
 پڑھ آو نا اے خوشیاں چڑھیا پچھ نہ مستی کاہے  
 سیٹھ اُتے پئے ڈگدے پچھدے بُہے کندھاں  
 غالب دل دی گل نہ کرہیں بُہدے نہیوں بجیڑے  
 بھیت پیار وا جبر کے رکھن خبرے بُہے کندھاں



گھر جب بنا لیا ترے در پر کے بغیر  
 جانے گا اب بھی تو نہ برا گھر کے بغیر  
 کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن  
 جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کے بغیر  
 کام اس سے آپڑا ہے کہ جس کا جہان میں  
 لیوے نہ کوئی نام ستمگر کے بغیر  
 جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے دگر نہ ہم  
 سر جاتے یار ہے نہ رہیں پر کے بغیر  
 چھوڑوں گا میں نہ اس بت کا زینا  
 چھوڑے نہ خلق کو مجھے کافر کے بغیر  
 مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام  
 چلتا نہیں ہے دشمن و خنجر کے بغیر  
 ہر چند ہر مشاہدہ حق کی گفتگو  
 بنتی نہیں ہے باد و ساغر کے بغیر  
 بہرہ ہوں میں تو چاہیے دونا ہوا اتفاقات  
 سننا نہیں ہوں بات مکر کے بغیر  
 غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض  
 ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کے بغیر



ڈیرا تیرے بڑے تے جد سٹیا آکھے باہجوں  
 بہن دی نہیوں لہجدا ڈیرا ساڈا آکھے باہجوں  
 بولن دی جسد واہ نہ رہ گئی اوہری آکھن لگے  
 کیوں جاپے حال کسے دے دل دا آکھے باہجوں  
 اوہ دے دُست پتے آں جس واسارے جگ دے لاند  
 اک بندا دی ناں نیں لیندا چندا آکھے باہجوں  
 دل سکھنا اے میرا، نتیں تے میرے ورگا بندا  
 ہر جاندا یا زہندا پر نہ زہندا آکھے باہجوں  
 چھڈ دانتیں نیں اس کا فرما دھو نوں بجدہ کرنا  
 بھادیں لوک نہ چھڈن کافر وڈا آکھے باہجوں  
 ناز اداواں بارے بھادیں گلاں ہون ترکھیاں  
 پنے نہ چسید کلجے برجھی آرا آکھے باہجوں  
 حتی دی مُستی دا جے لہجے وچ بیاناں پلا  
 مُستاں ہتھ نہ آدے بھنگ پیالا آکھے باہجوں  
 دُورا داں تے میرے آتے دُونی کر پار کھو  
 نیں نیں سن دا گت کسے نوں دوبرا آکھے باہجوں  
 غالب مُر مُڑکا جنوں عرضاں کرنا ایں سرکاوے  
 تیرے حال دے محرم نیں اوہ جھلیا آکھے باہجوں



کیوں جل گیا نہ تابِ رُخ یار دیکھ کر  
 جلت ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر  
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے  
 سرگرم نالہ ہاتھ شہر بار دیکھ کر  
 کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا  
 رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر  
 آتا ہے میرے قتل کو پرچوشِ رشک سے  
 مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
 ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق  
 لرزے ہے منہج سے تری رفتار دیکھ کر  
 واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ  
 بک جاتے ہیں ہم آپ متابِ ہنر کے ساتھ  
 لیکن عیارِ طبعِ خسہ یار دیکھ کر  
 زنار باندھ سچہ مسد دانہ توڑ ڈال  
 دھند چلے ہے راہ کو بھوار دیکھ کر  
 ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں  
 جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خوار دیکھ کر  
 کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینہ میں مرے  
 قوٹے کا عکس سمجھے ہے رنگار دیکھ کر  
 گرنی تھی ہم پر برقِ تجلی، نہ طور پر  
 دیتے ہیں بادہ ظوبِ قدحِ خوار دیکھ کر  
 سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا  
 یاد آ گیا مجھے تری دیوار دیکھ کر



کیوں نہیں سڑیا میں دلبر دامکھ تھلا دیکھدیاں  
 ہن سڑناں اکھیاں کیڈا دیدار بچایا دیکھدیاں  
 لوک تہ پڑتے مینوں اگت پجاری کہندے نہیں  
 ہر ویلے کڑلاٹاں وے بھانڈا کسے تار دیکھدیاں  
 عشق دیاں کینہ قدراں جتے دیاں باری ساری نوں  
 وڑ وڑ جاں ہر پاسے تیرا چوہنڈی دھچکا دیکھدیاں  
 لین آیا سر میرا بھاویں، آنے میرے پاٹ گئے  
 مروا جاناں ادبے موٹے چڑھیا برچھا دیکھدیاں  
 پے جانا اے نوں سراجی دی گردن تے خلقت دا  
 کنبے چھل شرابوں، تیری ثوروں چالا دیکھدیاں  
 واہ تقدیرے یار پیارے، چھپکيا ہتھ آزاراں توں  
 سانوں توں لوں بھٹ سواواں دا چکورا دیکھدیاں  
 سووے نال سخن دے آپے دی اگتے دکنے آں  
 سچے طالب گانگ اپنے دا نقدوں پلا دیکھدیاں  
 جھوٹو بھگے، سو مکے تسی دے ٹوٹے جتے ڈھاہ  
 پاندھی پندھ سہیڑے بلیارہ نوں پھرا دیکھدیاں  
 میں پیراں دے چھالیاں ہتھوں آپے بھیا پھر داساں  
 بھرباں نال خوشی دے پنڈا سولاں بھریا دیکھدیاں  
 ادھ کیڈا اے شکاں پٹیا، میرے شیشے پاکے نہات  
 سگواں نہرتی جاتا سو، پڑچھاواں سادا دیکھدیاں  
 طود و چارے تے نتیں بکلی ساڈے آتے پینی سی  
 جیویں دین شراب بھنڈارا بھانڈا دیکھدیاں  
 مگراں مارن تے سر پاڈن غالب جیسے سودائی دا  
 یاد پایا آج مینوں تیرا ڈھکیا بولہ دیکھدیاں





لرزتا ہے ہرادل زحمتِ مسرورِ خشاں پر  
 میں ہوں وہ قطرہٴ شبنم جو ہو خارِ بیا باں پر  
 نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہٴ آرائی  
 سفیدی دیدہٴ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر  
 فنا تعلیم دیکس بخودی ہوں اس زمانے سے  
 کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر  
 فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے  
 بہم گڑھ صبح کرتے پارہ ہاتے دل نمکداں پر  
 نہیں اقلیمِ آفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا  
 کہ پشتِ چشم سے جس کے نمودے مہرِ عنواں پر  
 مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آئود یاد آیا  
 کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر  
 بجز پر وازِ شوقِ ناز کیسا باقی رہا ہوگا  
 قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شیدائیں پر  
 نہ لڑنا صبح سے غالب کیا ہوا اگر اُس نے شدت کی  
 ہمارا بھی تو آخِ نہ زور چلتا ہے گریباں پر



ہاتھ کنبہ کی گنگ دی تار وانگوں، رشکے سورجوں ایڈیاں کھینچاں تے  
 میں تے رنج دا آپ تریل قطرہ، بیٹے ٹنگیا سولاں دی سولیاں تے  
 یوسف اوتھے دی ٹگیاں ٹگیاں نئیں، کال کوٹھڑی پئی سہانڈی لے  
 پوئی اکھ یعقوب دی رہی پھر دی قید خانے دے کندھ بنیریاں تے  
 درس مستی دے اوہناں زمانیاں دی پٹی میں فناہ دی پڑھی بیٹھاں  
 لام آلف دے پورے پور داسی مجنوں کندھ مہیت پچھو کڑاں تے  
 ساہ سکھ دامینوں وی آجاندا پچاہ ڈوڈھ دیندا مرہم لہجئے دا  
 ٹوٹے ولے دے آپ جے ونڈ کھاندے صبر شکر کر دے نکد انیاں تے  
 ہونانئیں کوئی پیار دے جگ اندر البیلڑا عشق کتاب ورق  
 کندہ کیتیاں اکھاں دانئیں کھٹپا جہدے لیکھاں دی بکھت سزائیاں تے  
 ڈوٹھا لالیاں بھندیاں بڈلاں نوئے آج ویکھ کے مینوں ایہہ پک ہو یا  
 ایہو سسے وچھوٹیاں تئیاں نوں، آگاہ وئیاں باغ بے پچیاں تے  
 اوتھے شوق پتنگ اڈاریاں توں جھپے ڈور نشان کیہر لہجنا اسے  
 جھکھڑ پین، اخیر قیامتاں دی ایہناں پاک شہیداں دی ڈھیریاں تے  
 ملان نال نہ غالب لا مستقا ہر یا کیہر جے اوس دے بیٹھیاں ای  
 ساڈا بٹل دی بلیا جا چڑھدا کدی اپنیاں چوہیاں لگیاں تے



ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور  
 کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گمناں اور  
 یازب! وہ نہ مجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
 دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور  
 ابرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پہوند  
 ہے تیسرے مقرر مگر اس کی ہے کہاں اور  
 تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب آنٹیں گے  
 لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جہاں اور  
 ہرچند ٹیک دست ہوتے بُت شکنی میں  
 ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور  
 ہے خونِ جگرِ جوش میں دل کھول کے روتا  
 ہوتے جو کئی دیدہ و خوشابہ فشاں اور  
 مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جاتے  
 جلاؤ کو بسکں وہ کہے جاتیں کہ "ہاں اور"  
 لوگوں کو ہے خود شید جہاں تاب کا دھوکا  
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نساں اور  
 دیتا نہ اگر دل تجھے لیتا کوئی دم چین  
 کرتا، جو نہ مرتا کوئی دن، آہ و فغاں اور  
 پاتے نہیں جب راہ تو چٹھہ جاتے ہیں تالے  
 رکتی ہے مری طبع تو ہرتی ہے رواں اور  
 ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے  
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور



بل بل اشارتاں اوہدیاں دسے چال ہور کوئی چالا ہور کوئی  
 پری منگھ دسے پیار اٹھار بوہتے سانوں جن چوڑیا ہور کوئی  
 جانی نیس اوہناں تے نہ جانتی اے میری گل میں دسوں سنبھچھے  
 بدلے اوہناں دا دل جیکر بولے دوا مینوں ڈھب تیس لبھدا ہور کوئی  
 ایس شان دی نگہ ہے مان مٹی، بھجواں نال ایسا جوڑ ٹیل کیسے  
 ایس تیسرے تے منیا تیا اے، کہتے ہے کاسچا ہور کوئی  
 تسی شہرے وچ موجود ہودو، سانوں فکر کاہدی جدوں خرچ آئی  
 چند لوں گے جا بازار وچوں، دل لوں گے دیکھا ہور کوئی  
 بھاریں بے کیڈا ساڈا مہتر ہرلا بت بھٹنے ڈینگے توڑنے نوں  
 اسی ہاں تے آجے وی راہ اند بھارا پتھر اک دسدا ہور کوئی  
 رت جوش کلیجہ پڑے چوڑیاں مارے، جی کیتا سی کھل کے رت دھندا  
 رت روئی کیتے جے کراکھیاں دا جوڑے آتے مہدا جوڑا ہور کوئی  
 مراں اوس دی ایس آواز آتے بھادویں دھون تے دھسے نہ سیں مل  
 اکھی جاتے جلاہ نوں دار کوئی شا باہور، شا با، شا با ہور کوئی  
 ایسے سوڑوں جگ جہان روشن چتے ونے لوکاں نوں رمیا اوہلا  
 نبت توں سویر نوں میں اپنا لوں داغ دکھایا ہور کوئی  
 دیندائیں جے کدی نہ جیوتینوں، لیندائیں وی گھڑی آند کوئی  
 گروا، مردانہ جے، دن چار میں دیں دھون دا آسر ہور کوئی  
 لگے ڈاٹ جے دگدیاں پلکھوآں نوں پانی کندھیاں تیکر ان پر حصے  
 میری طبع دسے دھسے جے روک آوے، تہدا دھسے اپاڑا ہور کوئی  
 شاہر ہور دی جگ تے بہن چنگے، بھلیہ بھلی و انت شمارناہیں  
 غالب، غالب اے اکھ دے مین ساہے ایسا بول تہا اندا ہور کوئی



صفائے حیرت آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر  
تغیرِ آبِ برجامانہ کا، پاتا ہے رنگِ آخر  
نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ دشت کی  
ہوا جامِ زمرد بھی مجھے داغِ پلنگِ آخر



سُم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خواباں مجھ پہ عاتق ہیں  
تکلفِ برطرف، مل جائے گا تجھ سا قریبِ آخر



ریشے دی ہتری لہیرانی رنگ چڑھان دی آن آخری  
اکو تھاں جے رہن کھلوتے پانی رنگ بدلان آخری

دولت نشیاں کجھ نہ کیئا، وارو، طبع اڈاؤ دا وی  
جام زمرہ وی چیتے دے لگا ڈب وکھان آخری



دکھ پیا خبرناں چنگل آسے، سوہنے عاشق نیں تیرے تے  
ننگل گل اے لہجہ جائے گا تیرے جیسا رقیب آخری



جنوں کی دستگیری کس سے ہوگر ہو نہ عریانی  
گر میاں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

برنگ کاغذِ آتش زدہ ، نیرنگ بیتابی  
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بالِ یک تمیدن پر

فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے  
مستاعِ بُردہ کو سمجھے ہوتے ہیں قرضِ رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ دکھتا ہے  
شعاعِ مہر سے تہمتِ نگہ کی چشمِ رُوزن پر

قنا کو سوئپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا  
فریغِ طالعِ خاشاک ہے موقوفِ گلخن پر

اسدِ بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے  
تو مشقِ ناز کر خونِ دوعالم میری گردن پر



بھلے پئے نوں کیڑا کجے، جے کرننگ نہ ہوئے  
پاٹے لکھے دا حق ہر یا میسے بر دے اُتے

لُہے کاغذ رنگے، رنگ دکھائے سڈکن بھڑکن  
سو سو دل بنھے عاشق سے سڑے ڈوٹے اُتے

جیڑے عیش دہائے اوہ اُسمانوں منگی جاتے  
لٹ دا مال دی جاتا جیویں قرض لٹیرے اُتے

ایویں دُمدے ویری دے دس پئے آں جیڑا لہذا  
سورج بڑشموں تہمت دیکھن دی اکھ جھرنے اُتے

اپنی اصل پچھان کہتے سو پ فنا نوں، ہستی  
لگھیاں دی قسمت چمکے وچ بھٹی بٹنے اُتے

اسد اللہ پھٹیا کس شانے ہر کپ نوں ششکارے  
ہتھ رواں کر، قتل خدائیاں پین دے میرے اُتے





لازم تھا کہ دیکھو مرادستا کوئی دن اور  
 تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور  
 بٹ جائے گا سرگرترا پتھر نہ لکھے گا  
 ہوں درد بے ترے ناصیب فرسا کوئی دن اور  
 آتے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں  
 مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور  
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو بلیں گے  
 کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور  
 ہاں اسے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف  
 کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور  
 تم ماہِ شبِ چارہم تھے مرے گھر کے  
 پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور  
 تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و شد کے  
 کرتا ملک الموت قضا کوئی دن اور  
 مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیر سے لڑائی  
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور  
 گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش  
 کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور  
 نادانی ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب  
 قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور



چاہی واسی دیندوں میرا رستا ہور دہاڑے  
 کیوں ٹریوں کلاہن زوہ خاں کلاہور دہاڑے  
 جے تیرا پتھر نہ گھسیا سرتے مر ٹمک جاسی  
 تیرے بڑے تے زگڑاں گکانتھا ہور دہاڑے  
 کل آیا سیں آج ٹریا ایں ایڈی چھیتی کیہ سی  
 منیا ایتھے بیہ نہیں رہنا، زہندا ہور دہاڑے  
 جاندا جاندا آکھیں روز قیامت ہوسن میلے  
 اٹکے ! روز قیامت ہونا کیہڑا ہور دہاڑے  
 بڈھیا ٹھیلڈیا آسمانا عارف سی منڈا کھنڈا  
 تیرا کیہ جاندا اسی جے نہ مروا ہور دہاڑے  
 توں تے چننا چودھویاں دا چن سیں میرے گھروا  
 اوہوی تے کڈھ جاندا، جاندا جاندا ہور دہاڑے  
 کتھوں نہیں توں ایڈ دہاری لینے دینے اندر  
 ملک الموت وی بھنیا ہندا بوہا ہور دہاڑے  
 منیا میں نہ چنگا لگا، نیتس ناں لڑائیاں  
 اپنے بالآں توں تے دیندوں ہندا ہور دہاڑے  
 جیویں ایسی ننگہ گئی سی تیردی ہندے رونے  
 انج ننگہ جاندا موت جوآنے ویلا ہور دہاڑے  
 کیہ جانے جو آکھے غالب کیویں جیتدا پھردا  
 موت آڈیکاں قسمت وچ نہیں بھلیا ہور دہاڑے

۱۔ غراب نہیں العابدین عارف جیہڑا مرزا غالب دی جوی امراؤ بیگم دا بھانجاسی۔ غالب تے اپنا  
 متبہٹی بنا پاسی۔ ایسی موت تے ایسے مرثیے لکھیا گیا سی۔ (مزمع)

## رولیف (نر)



فارغ مجھے نہ جان کہ مانندِ صبحِ مہر  
 ہے داغِ عشقِ زینتِ جیبِ کفنِ ہنوز  
 ہے نازِ مغلّساں، زہرِ از دستِ رفتہ پر  
 ہوں گلِ فروزشِ شوخیِ داغِ کفنِ ہنوز  
 مے خانہِ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں  
 نمایاں کھینچے ہے بُتِ بیدارِ فنی ہنوز



حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسوںِ نیاز  
 دُعا قبول ہو یا رب کہ عمرِ خضرِ دراز  
 نہ ہو ہرزہ بیاباں نوردِ وسمِ وجود  
 ہنوز تیسرے تصور میں ہیں نشیبِ فراز  
 وصالِ جلوہ تماشا ہے پیدائشِ کہاں  
 کہ دیکھے آئینہ انتظار کو پرواز  
 ہر ایک ذرّہ عاشق ہے آفتابِ پرست  
 گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوہ نماز  
 نہ پوچھ وسعتِ میخانہ جنوں غالب  
 جہاں یہ کاسہ گردوں ہے ایک خاکِ انداز



واندا جان نہ مینوں فہرں سورج دِوگا  
 داغ پریتاں والا، کفنی سچیا حالی  
 کنگالاں داماں اے ہتھوں نکلی دولت  
 سَل پُرانے بٹکاں بچل تیں دُندِوا حالی  
 سینے دے مینانے ایتھے کیسہ دمی تیں پر  
 آکڑیاں نئی جاندا مادھو چندرہا حالی



اُوکھے کم نہ کڈھدے مُتر ترے مُنتاں  
 دُبا کر دے خضر دیاں ای ٹمراں لیاں  
 جھلیاں دانگوں چڑھ نہ وہم بریتے کھوجی  
 تیری سوچ اُجے وی بجھی ٹہیاں ٹوڑیاں  
 دَصل دیاں سوشکلاں نیں پر جیرا رکھتے  
 روز آڈیکاں دے شیشے کیوں پیا چلکاواں  
 عاشق دا دَہہ دَہہ وی سورج پوہے  
 مٹی ہریاں وی نیں اڈیاں وید ہواواں  
 غالب ساڈے جھل دامنجانہ بے آنا  
 جتھے آسماں دا ٹٹو ٹٹا جھولی گلٹاں



وسعتِ سعیِ کرم دیکھ کہ سرتاسرِ خاک  
گزرے ہے آبلہ پا ابرِ گیسو بارِ ہنوز  
یک قلم کا غدا آتش زدہ ہے صفحہ دشت  
نقشِ پا میں ہے تپ گرمیِ رفتارِ ہنوز



کیونکر اُس بت سے رکھوں جانِ عزیز  
کیا نہیں ہے مجھے ایمانِ عزیز  
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے  
ہے ترے تیسرے کا پیکانِ عزیز  
تاب لائے ہی بنے ہے غالب  
واقعہ سخت ہے اور جانِ عزیز



سُخیاں دے نئی چارے کھوٹاں فیضِ کمان دیاں میں جُڑاں  
 پیسیریں چھالے بھریا بدل، موتی و سدا حالے توڑنی  
 اکڑتے بریتے ورتے توبے کا غد و رگا لگے!  
 آیر کھربے پے جا پن نس بھیج دے بلدے تا حالے توڑی



کیویں اوس پیارے کولوں کر لاں جان پیاری  
 مینوں آپ بھلائی دین ایمان دی آن پیاری  
 دل وچوں تے نکل گیا پر نکلیا نئیں دل وچوں  
 تیر دی نوک پیاری مینوں، جیویں جان پیاری  
 غالب جیہڑی بھرتے پے گئی اوہ تے سسنی پینی  
 اوکھی بھاری دی لگدی لے، اتوں جان پیاری



نے تجھی نفسہ ہوں نہ پرودہ ساز  
 میں ہوں اپنی شکست کی آواز  
 تو اور آرائشِ خُصم کا کل !  
 تیں اور اندیشہ ہائے دور و دراز  
 لاف تمکین ، فریبِ سادہ دلی  
 ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گزار  
 ہوں گرفتارِ اَلْفِت مِتاد  
 ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز  
 وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سے  
 ناز کیخوں بجائے حسرتِ ناز  
 اے تراغزہ یک قتل انگینہ  
 اے ترا ظلم سدا بے انداز  
 تو ہوا جلولہ گر مبارک ہو  
 ریزشِ سجدہ جبینِ نیاز  
 نہیں دل میں مرے وہ قطرہ خوں  
 جس سے شرکاں ہوتی نہ ہو گلاباز  
 مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا  
 میں غریب اور تو غریب نواز  
 اسد اللہ خاں تمام ہوا  
 اے دریغا ! وہ دند شاہ باز



نہ میں گوئی کلی نہ کوئی تیر سازاں  
 محفل اندر میں اپنے تئیں دی تان آں  
 اودھرتوں پیا گلچاں تے کُنڈل پیاویں  
 ایدھر میں شک شبہیاں گھوڑے لمیاں واماں  
 جیرے دی پھر ٹھہرا، اصلوں نادانی دے دھونکے  
 چھاتی موم کرن بے ساڈی، راز محبتاں  
 پچاسی پریم شکاری دی توں بھیسڑ کن کیر  
 پر حالے دی جیوندے دہن ایدھ کھمب کھمب آماں  
 اوہوی گھڑیاں آؤن کدی جداسی چندرے دے  
 نگرے چاواں دے جتھے آج اوہناں دیاں چاہواں  
 اک اک تیرے تاداواں دا پیا رُج تڑفائے  
 اک اک چیر سزاواں دا جیوں پتلیاں چھڑیاں  
 توں آئیوں گھر میرے تیرے ناویں لائے  
 عاجزہ تھتھے وچوں مسجدے جیڑے کیراں  
 میرے دل اندر اوہ لستہ دی چھٹ نہیں بھیدی  
 جتھے پلکاں تے نہیں چاہی پادری پھلتاں  
 وَا ت بئی جے میری تے عرشوں نہ ڈگوں  
 میں آں غریب نماناتے توں مان غریباں  
 اسد اللہ خاں غالب دی آج فرمکیا جے  
 اودھے نالے ٹر گئیاں سب حسن پر بیاں



## ردیف (س)



مُخزہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے  
 دامِ خالیِ قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس  
 جگرِ تشنہٴ آزارِ تلی نہ ہوا !  
 جوئےِ خوئی ہم نے بہائی بُنِ ہزار کے پاس  
 مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے  
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بہار کے پاس  
 میں بھی رُک رُک کے نہ مریا جو زباں کے بدلے  
 دشنہٴ اک تیز سا ہوتا مرے غنوار کے پاس  
 دہنِ شیر میں جا بیٹھے لیکن اے دل  
 نہ کھڑے ہو جئے غروبِ دل آزار کے پاس  
 دیکھ کر تجھ کو چمن بسکہ نمو کرتا ہے !  
 خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہٴ دستار کے پاس  
 مر گیا چھوڑ کے سرِ غالبِ وحشی ہے ہے  
 بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس



قیدی ہوں دیاں بریجھاں توں خالی جال مبارک  
 دچھیا ہویا پنجرے ڈکے پنچھی پنجرے نیڑے  
 آزاروں تے جگرے دی اُکا ترہہ نہ لستھی  
 لسو دیاں ندیاں آساں وگائیاں کنڈے کنڈے نیڑے  
 پشہ یاں پشہ یاں بچیاں اکھاں کیہ تقدیر نکھٹی  
 چنگے دیلے آئے اوجی، عاشق موتے نیڑے  
 اڈیاں رگڑ رگڑ نہ مروا میں دی جے تھاں جھدی  
 تیز جیہا اک خنجر ہندا ہمتہ دردی دے نیڑے  
 شیراں دے منہ وچ جا بہنا پر دل نوں سمجھانا  
 کدی کھلونا نہیں دلداراں آزاراں دے نیڑے  
 تینوں دیکھیاں پھلواڑی کیڑی پھل پھل پندی  
 پھل دی آپے اتر دے میں پگ دے شملے نیڑے  
 مویا ٹکڑاں مار کے غالب ہر پھر یا نہیں بھلدا  
 آؤنا تے آ کے بیہ رہنا تیرے بوجے نیڑے

## ردیف (ش)



نہ لیوے گر خُص جو ہر طراوت بہرہ خط سے  
لگا دے خانہ آئینہ میں رُوئے نگار آتش  
فروغِ حُسن سے ہوتی ہے حلِ مشکل عاشق  
نہ نیکے شمع کے پاؤں سے ، نکالے گز خارا آتش

## ردیف (ع)



جادہ رُہ ، خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع  
چرخِ داکر تا ہے ماہِ تو سے آغوشِ وداع



چلکاں دے کتے جے نہ وِ تھڈے مَس ہرِیاں پادوں  
بھنڈا مُکھڑا لا دیندا شیشے گھر ویٹھے لومبا

رُوپ دیاں لاٹاں عاشق دی مشکل دا حل کڈھن  
دیوے پیروں، سُول نہ بنگے جے نہ کتے لومبا



رہ کھوٹے سورج داسا میں بُوکھر کرناں دی  
چنڈھدے چن اُسماں بھولی اڈی بھراں دی



سب نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع  
 ہوئی ہے آتشِ گل، آبِ زندگانی شمع  
 زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگِ خاموشی  
 یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع  
 کہے ہے صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام  
 بظنِ اہلِ فنا ہے فسانہ خوانی شمع  
 غم اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے لے شعلہ  
 ترے لرزے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع  
 ترے خیال سے روحِ اہتر اذکرتی ہے  
 بجلوہ ریزیِ باد و بہ پر فشانِ شمع  
 نشاطِ داغِ غمِ عشق کی ہمار نہ پوچھ  
 شگفتگی ہے شیبہ گلِ خندانِ شمع  
 جلے ہے دیکھ کر بالینِ یار پر مجھ کو  
 نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بدگمانِ شمع



ممکنہ دلبر تھیں کہ ہمیشاں بلدی رہنی دیوے دی  
 پھل دی آگ دے امت پاروں بخضر حیات دیوے دی  
 ساڈی برلی اگو گل اے بجھ مرنا چھہ پس لینا  
 محفل اندر لاٹاں مارے گل زبانی دیوے دی  
 لاٹ دوا جے جیوہ ہلائے گل سرے چڑھ جاندی اے  
 مریاں مکیاں ڈانگوں دیکھو ممکنہ کھانی دیوے دی  
 ایہوں سدھر پروانے دی لاٹے اندر دھنیا اے  
 تیرے ڈولن توں لگدا اے ڈھیر گئی ڈھیری دیوے دی  
 تیرے دھیان گیانوں آوے جان ہلائے اندر پئی  
 پگھتیاں جھلے پریاں دی سوئہ نالے کنی دیوے دی  
 داغ عشقے دے رت کھلاری باگے چھٹاں دھپیاں میں  
 پھل کھڑنی رت واسے آتے گل چواتی دیوے دی  
 دلبر یار ستر ہانے مینوں دیکھ دیکھ پیا بلدا اے  
 کیوں نہ سینے سئل دھوا کھے بیت میلی دیوے دی

## ردیف (ف)



بہیم رقیب سے نہیں کرتے وداع ہوش  
مجبوریاں تلک ہوئے اے اختیار حیف !

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے  
اے ناتم می نفسِ شمدہ بار حیف !



اساں خوفِ رقیب توں اُج توڑی کولوں دور نہ ہوشِ حواس کہتے  
ایٹھوں نیکیاں اسی بھجور ہوئے ، وڈا اختیار تے منہ ساڑن

ایسے تاتوں جے پیادل ساڈا اکسے ساہ نہ کیوں مٹر کے ساہ ہوئے  
بلوے ساہواں دیاں ناتامیاں مے ایس لب چکیا رتے منہ ساڑن



## ردیف (ک)



زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک  
 کیا مزہ ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک  
 گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل  
 درد نہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدمِ پیدائش  
 مجھ کو اِزانی رہے، تجھ کو مبارک ہو جیو  
 نالہٴ بلبلیں کا درد اور خندہٴ گلِ کانمک  
 شورِ جولاں تھا کفارِ بھر پر کس کا کہ آج  
 گردِ ساحل ہے بزخمِ موجِ دریا نمک  
 داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی داہ دا  
 یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جانمک  
 چھوڑ کر جانا تین مجسودِ عاشقِ حیف ہے  
 دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک  
 غیر کی منت نہ کھینچوں گاپے توفیرِ درد  
 زخمِ مہشل خندہٴ قاتل ہے سرتاپا نمک  
 یاد ہیں غالب مجھے وہ دن کہ دھندِ فوق میں  
 زخم سے گرتا تو میں پلوں سے چلتا تھا نمک



دھوڑن کہتوں بال آیا نے پٹیاں اُتے دھوڑا لُون  
 یار سواد آج اندا جے کر مہندا دوتا دوتا لُون  
 دل دے پھٹ دا بھرم بھراے، سجن دے زہان دی دھوڑ  
 نیس تے جگ اندر تے جھتوں جتا بھجے کبھدا لُون  
 میرے بھاگاں دے ویج دتے، رُہوے مبارک تینوں دی  
 بیل دی کڑلاٹ کڑتوں، پھل بھڑنی دا ہاسا لُون  
 کیڑی کئی آج راوی دے کندھے دھوڑاں پٹیاں نیس  
 مَن دریا تے مٹیاں اڈیاں پھٹاں دے پچھ لگا لُون  
 میرے پھٹ جگر دا اوہنوں بڑا دریاں رہندے  
 مَن اوہنوں چیتے آجاناں جتے دی اوہ وہندا لُون  
 پھٹ پند عاشق دا چھٹ چلیا ایں، ایہہ چنگا نیس  
 دل دی حالی پھٹ دا طالب لُون توں حالی منگدا لُون  
 کاہنوں چچکاں، مہر غیراں دے بھار، ودھیرے دریاں لئی  
 پھٹ غونی دے ریتے ہاسے دانگ لے جددوں سراپا لُون  
 غالب چیتے نیس دن اوہوی جہ چکے دی لور اندر  
 پھٹوں جے کر پند اسی تے پکاں نال سیں چن دا لُون



آہ کو چاہیے اک عمر اتر ہونے تک  
 کون جیسا ہے ترن زلف کے سر پہنے تک  
 دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ  
 دیکھیں کیا گزرتے ہیں قطرے پہ گہر پہنے تک  
 عاشقی صبر طلب اور تمتا بے تاب  
 دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر پہنے تک  
 ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن  
 خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر پہنے تک  
 پر تو خود سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم  
 میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر پہنے تک  
 یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل  
 گرمی بزم ہے یک رقص شرر پہنے تک  
 غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج  
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر پہنے تک



اڈیکاں میں لَمیاں حیاتِ مے پینڈے نصیبانِ مے ہاہ نوں اثر ہون توڑی  
 کوئی کیویں جیوے تے کتنا کو جیوے تیری رُلف دی چوٹی سر ہون توڑی  
 کھلائے سمندر تے اوہ جال چھلّاں مگر مچھاں کھلے خلق جتھے گھرُھیاں  
 خدا جانے کیدہ کیدہ قضا ورت جانی اے بارش دے قطرے گھر ہون توڑی  
 بھلی عاشقی سہی بڑا جیسرا منگے، ملاپاں دی سدھری سولی تے ٹنگے  
 دِلایتینوں کبیرے خیالے چار لگے، جگر خون دِج تر برہون توڑی  
 تیرے اُتے ایسا تُو ہے مان سانوں ذرا وی ڈھل اپنے وتوں کریں گا  
 پُر اپنے نون ساڈی تے ساہ دی نیتیں سُبھنی کہتے تینوں ساڈی خبر ہون توڑی  
 نظر بھر کے سورج تریل اُتے دُٹھا، تریل اُڈی لے کے فنا دی تریل  
 حیاتِ دا دُنیا تے میں دی پر دہناں تیری مہر دی اک نظر ہون توڑی  
 پیا تودکھا کبیرے ہستی مے پینڈے، پلک دی جھپک چُچ سفر نیک جاندا  
 ترنجنّاں، وسا کھی، بستتاں مے میلے چنگ بچ کے سانوں بند ہون توڑی  
 حیاتِ مے دکھاں دا دارو اسد جی جے تھتے تے بس موت کوہوں ای تھتے  
 مزاراں تے ہووے یا محلّاں مے اندر پایا دیوے بننا فسد ہون توڑی

## رویفِ رگ،



گر تجھ کو ہے یقینِ اجابتِ دُعا نہ مانگ  
یعنی بغیرِ یکِ دلِ بے دُعا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمارِ یاد  
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خُدا نہ مانگ



جے پک ہو دی، مٹی جانی، کدی دُعا نہ منگیں؛  
مطلب لے تھالی دل باہجوں دل دُعا نہ منگیں

سدھراں دے سَلّ یا دَاؤ کندے نیں کیڑے کھاتے پاواں  
میتھوں میسرے پاپاں والیکھا رہا نہ منگیں

## رویف (دل)



ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ دفائے گل  
 بئیل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
 آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف  
 ٹوٹے پڑے ہیں حلقہٴ دامِ ہوائے گل  
 جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا  
 اے داتے نالہ لبِ خونیں نوائے گل  
 خوش حال اُس حریفِ سید مست کا کہ جو  
 رکھتا ہو مثلِ سایہٴ گل سر پہائے گل  
 ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لئے بہار  
 میرا رقیب ہے نفسِ عطرسائے گل  
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے  
 مینائے بے شراب و دل بے ہوائے گل  
 سطوت سے تیرے جلوہٴ حسنِ غیور کی  
 خوں سے مری نگاہ میں رنگِ داتے گل  
 تیرے ہی جلوہ کا ہے یہ دھوکا کہ سچ تک  
 بے اختیار دڈرے ہے گل در قفائے گل  
 غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو  
 جس کا خیال ہے گل جیبِ قبائے گل



کیڈی مرنے پئی اے جھلی بھرم بھلیکے پھلاں دے  
 بنبلی دے اتبار دہاویں دلحدے ہاسے پھلاں دے  
 خشبوتے پریاں دے لسی ہن کھلاں چار خفیرے نیں  
 پھیتی پھیتی جال دیاں گھر حیاں منہ پاٹے پھلاں دے  
 ڈب گئے رنگ لہراں اندر، تارو ساو مڑا دے سی  
 ہار اربا رتورت بھیاں تے ہارے پھلاں دے  
 بخت اچیرے اوس عاشق دے جیہڑا نیواں ہو ہو کے  
 پھلاں دے پڑ چھاویں وانگوں پیریں دے پھلاں دے  
 باغ بہاراں ایہ سو غاماں تینوں ڈھونڈے ڈھونڈے نیں  
 میرے ددکھی نیں خشبوداں بھجے پئے پھلاں دے  
 چیت سمے دے پریاں قوں پئے مینوں ہویاں پائے نیں  
 سکھنے منٹ شراباں دے نہ دل نوں چائیں پھلاں دے  
 تیرے اکھی روپ دیاں دکھاں دی جھال جھیندی نیں  
 تاہیوں میری اکھ دی لالی رنگ تماشے پھلاں دے  
 تیرے دید بھلیکے اندر آج تیسرا ایہ ڈبے نیں  
 منہ نہ دے پھل بھتی آؤ منہ تارے پچھے پھلاں دے  
 غالب مینوں اوہدے، سینے لگن دی بک رہندی ہے  
 جیہڑیاں یاداں دے پھل گلے لانے چلے پھلاں دے



## رولیف (م)



غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش ازیک نفس  
 برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم  
 محفلیں برہم کرے ہے گنجفہ بانہ خیال  
 ہیں دوق گردانی نیرنگ یک بُت خانہ ہم  
 باوجود یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں  
 ہیں چہرغاں شہستانِ دلِ پروانہ ہم  
 ضعف سے ہے نئے قناعت سے یہ ترکِ جستجو  
 ہیں و بالِ تکیہ گاوِ ہمتِ مردانہ ہم  
 دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد  
 جانتے ہیں سینہ پر پنوں کو زنداںِ خادہ ہم



اک دم توں دودھ اللہ والے دُکھ داسا کدی نہیں لیندے  
بجلی دا لشکارا بالے دیوا پھوہڑی ویڑے ساڈے

کیا داں ذرا اک تاش جواری صحبت یاداں پیا کھلا سے  
وچھڑے بھناں دی محفل مے آئے نیں ہتھ ورتے ساڈے

بھادیں اک جگ روشن اتھ تان دی اتھ کچھ نہ لیتھ  
پروانے دے خیرے سینے اندر دیوے بلدے ساڈے

ایں تے جو گے ای نہیں ساں دلچ کے کھوج کھرائیں چھڈیا  
ہمتاں مے تکیے دی انگھی، سر نہیں اگا جھلدے ساڈے

اس اللہ لکھ سدھراں ایدے پنجرے قید حیاتی توڑی  
بندی خانہ دستیا جانو، بسو وچ تروے سینے ساڈے



بہ نالہ حاصلِ دہشتگی فراہم کر  
متلح خانہ زنجیر جز صد معلوم



مجھ کو دیارِ غیسر میں مارا وطن سے دور  
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ حلقہ ہائے زلف کیس میں ہیں اے خدا  
رکھ لیجو میسرے دعوتی دہشتگی کی شرم



دل دی کُنڈی دیندی اے کڑلاٹ برے  
کُنڈی دا گھر بُہا نسیں چھنکار بنّاں



میتھوں دیس پراتے، دیسوں دُور، حیاتِ کھوہ کے تے  
رُکھیاں میرے رُب نے میری بیکس جان دیاں شمرّاں

یار دیاں رُکھیاں دے کُنڈل رُتبا چھاہی لا نیٹھے  
چنگا اے جے رکھیں میسرے مان تران دیاں شمرّاں

# دلیف (ن)



لوں دام، بختِ نختہ سے یکِ خوبِ خوش دے  
غالبِ یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں



وہ فراق اور وہ وصال کہاں  
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں  
فرستِ کار و بارِ شوق کسے؛  
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں  
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا  
شورِ سودائے خط و خال کہاں  
تھی وہ اک شخص کے تصور سے  
اب وہ رعنائی خیال کہاں  
ایسا آس نہیں لو رونا  
دل میں طاقت، جگر کو حال کہاں  
ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق  
داں جو جائیں گرہ میں مال کہاں  
فکرِ دنیا میں سرکھپاتا ہوں  
میں کہاں اور یہ وبال کہاں  
مضمحل ہو گئے قومی غالب  
اب عناصر میں اعتدال کہاں



مُتے بختوں سکھ دی زیندر اک اُوھاری منگاں سستی  
پر غالب سوچیں نے جاناں واپس بکتوں کرنی آں



ہجر وصال دیاں اوہ لذتاں گتیاں رکھتے  
سال مہینے، دن رکھتے اوہ راتاں رکھتے  
عشق و ہاجے کیسٹا ایڈا رُجیا کیسٹا  
آنکھاں نوں دیدار دیاں مہن بھگتاں رکھتے  
دل تے دل سی ہُن سوچاں دی پاٹیاں پتیاں  
پاٹے بیشیاں اندر ثابت شکلاں رکھتے  
کدی کہے لاڑے دانکریں ڈھک ڈھکاسی  
آج سوچاں دی دوہٹی وچ براتاں رکھتے  
آنکھاں راہیں رت روزا کوئی سوکھاتے نہیں  
دل نوں جگرا، جگے نوں توفیقاں رکھتے  
عشق جوتے دا ڈیرا ساتھوں چھٹ گیا اے  
ادوے منہ جے کرے پتے ناداں رکھتے  
جگ دیاں فکراں بکتوں چمکڑ گتیاں مینوں  
نیں رکھتے تے رتا ایڈا بلاواں رکھتے  
غالب بُن پُرانوں دی ہُن ہو گئے بھگدو  
اُگ پانی دا میلا سانوں سانوں رکھتے



کی دغا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں  
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں  
آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے  
کہنے جاتے تو ہیں، پر دیکھئے کیا کہتے ہیں  
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو  
جو مئے و نفسہ کو اندوہ رہا کہتے ہیں  
دل میں آجائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے  
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں  
ہے پرے سرحدِ اوداک سے اپنا سجد  
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں  
پائے افکار پر جب سے تجھے رحم آیا ہے  
خارِ زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں  
اک شرر دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائے گا کیا  
اُگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں  
دیکھئے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ  
اس کی ہر بات پہ ہم تمام خدا کہتے ہیں  
دحشت و شیفۃ اب مرثیہ کوئی شاید  
مرگیا غالب آشفہ نوا کہتے ہیں



ساڈے نال وفا ہے کروا غیسہ ستم چا آہندے میں  
 ہوندی ٹردی آوندی اے چنگیاں نوں بھیرا آہندے میں  
 اپنے دل وی اُخیائی آج اُسی اُنھاں وی سرکائے  
 اکھن کیتے ٹرپے اُن پر دیکھو کیہ چا آہندے میں  
 لوک ایہ اگلے وقتاں دے میں ، ایہناں نوں کجھ اکھونہ  
 جیٹھے راگ شراباں نوں دُکھیاں دا داوا آہندے میں  
 آئیندول اندر جے کر غش و تون ساہ پیندا اے  
 ایہوں دودھ کیٹھے ہونکے نوں مچیا ہوکا آہندے میں  
 دُور سمجھ دیاں حستاں توں وحی ہے اپنا سجدہ کیتے  
 قبلے نوں اکھیاں والے قبلے دا اشارا آہندے میں  
 زخمیں پیراں تے تینوں وی ترس جندوں دا آیا اے  
 راہ دے بھکھرے نوں عاشق ہن مر گیا چا آہندے میں  
 دل وچ اکر چنگ بھئی کیہ ایس نے سانون نوں ہائے  
 عاشق بھانبر منگدے میں جو بولا بولا آہندے میں  
 دیکھو کیہ رنگ کڑھدی لے ہن شوخے یار دی مغروری  
 اودی گل گل تے ساڈے جیسے رتا رتا آہندے میں  
 شیفقت تے وحشت خبرے ہن مرثیہ کوئی لکھ چھڈن  
 جگ توں ٹردا ہر یا جے ، غالب ہر پھریا آہندے میں





آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
 ہے گریباں ننگ پیرا ہن جو دامن میں نہیں  
 ضَعَف سے لے کر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اُڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں  
 ہو گئے ہیں جمع، اجزائے نگاہ آفتاب  
 فترے اس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں  
 کیا کہوں تار کی زندگی، اندھیر ہے  
 پنہا، نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں  
 رونق ہستی ہے عشقِ خاند ویراں ساز سے  
 انجمن بے شمع ہے گر برقِ خسروں میں نہیں  
 زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوں کلا ہے عین  
 غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخیم سوزن میں نہیں  
 بسکہ ہیں ہم اک ہمارے ناز کے مارے ہوئے  
 جلولہ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں  
 قطرہ قطرہ اک ہیوئی ہے نئے ناسور کا  
 غول بھی ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں  
 لے گئی ساقی کی نخوت، قسزمِ آشامی مری  
 موبائے کی آج رگ، مینا کی گردن میں نہیں  
 بفشارِ ضعف میں کیسا ناتوانی کی نمود  
 قد کے جھکنے کی بھی ٹھنکاش مرے تن میں نہیں  
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں تھ  
 بے تکلف ہوں وہ مشتبہ جس کہ گلشن میں نہیں



پھل دی پت کیسہ رزہ جاندی اے جیڑا باگے دے دچ نیں  
 اوہ گھماں چلے دانگ اے جیڑا پتے دے دچ نیں  
 بے ہمتی کجھ رو رو چھڑا میرے پنڈے دے دچ نیں  
 ہر کے رنگ آڈارو ہویا، سو جو پتے دے دچ نیں  
 آن جڑے میں جیڑے ایہ سورج دی اکھ دے نقطے میں  
 دتے اوہے گھر دیاں کندھاں دے تے بھرنے دے دچ نیں  
 قیہ غماں دی کوٹھی دے کیسہ انخیر خدائی دا  
 گوہڑا، فخرے دی کوٹھیں گھٹ جس دے بھرنے دے دچ نیں  
 جیڑا عشق و ساندانخیرے، جگ تے چانن دی اوہدا  
 دیوے باہجوں محفل، جے بھل کھلوانے دے دچ نیں  
 پھٹ سواں تے طعنہ مارے تھان، بھانڈا پھروا اے  
 ذیری جاتا، لذت، پھٹ سوتی دے سینے دے دچ نیں  
 بڑھتے مار مکاتے آن اک مان ہساراں ورگے دے  
 پھٹلاں دی دکھ باہجوں گروا گور ٹکانے دے دچ نیں  
 تیکا تیکا مڈھ بھنڈا اے توڑیں توڑیں ناسوراں دا  
 رت وی ورو سوادوں وانجی میرے جٹے دے دچ نیں  
 میری، راوی وی تربیہ، لے گئی روہر غرور آج ساتی دے  
 پھل شرابوں تہہ رنگ پھر کے سکھنے بھانڈے دے دچ نیں  
 بے ہمتی دی دت چھیرے، تین پڑان وی ہنسب گئے نیں  
 آئرن دی ہت دی تین میرے ہت کھوتے دے دچ نیں  
 اپنے دیس ویک سی کیسٹری غائب جرنیوں پر ویسے  
 سچ اے میں آن مٹھ لکھاں دی اوہوی پٹھے دے دچ نیں



آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں  
ایسا عشاں گیسختہ آیا کہ کیا کہوں

عبدے سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا  
گر ایک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں

حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوئے دل  
ہر تار زلف کو نگہِ سدا کہوں

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش  
تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں

ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ  
ہے ہے خدا نکر وہ تجھے بے وفا کہوں

غالب ہے رُتبہ فہم و تصور سے کچھ پرے  
ہے مجز بندگی جو علی کو خدا کہوں



اُتھر داکھاں یا اک ہوکا داموے گھوڑے چڑھیا اکھاں  
رنج آیا کرٹیا لے ٹٹیا، ایس اُتھرے نوں جی پیا اکھاں

اودھی نان بھری جنتاں دا اوڑک بنا ویکھ نہ سکاں  
ہوڑے اک آدے اوہنوں اپنی موت بھلا چا اکھاں

کنڈل پیریں آتیاں اکھاں دل دی تائے لگیاں ہریاں  
دل دال ڈالیاں دا کچلے بھسریا نین دو گلاڑا اکھاں

اودھ میرے لکھاں ہاڑے ہوکاں جیان کلیجے چھتی  
ایہہ تیری اک نہ سُننی، ایہنوں کیہہ بیدر داکھاں

بیدر دارج رکھیں میری، میرے بھرم بھیکھے اگے  
تو پر میری رُب کرے نہ، تینوں کدی کلتا اکھاں

غائب رتے و ہم خیالں سوچاں کرلوں دی اگے نہیں  
بندہ میں تے اسنے جو گل رُب علی نوں ڈردا اکھاں



ہریاں ہو کے بٹالو مجھے، چاہا ہو جس وقت  
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر ابھی نہ سکوں

ضعف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے  
بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو بسمگر درنہ  
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں



مٹھیاں جو کے سدے مینوں بھانویں کیڑے دیے  
میں کوئی لنگو یا دیلا نیس جو پرت کے آ نیس سکدا

بے ہمتی دا مہنہ دیندے، غیراں دا کیہ شکوہ  
گل آخر گل اے، ہر تے نیس جتھوں چا نیس سکدا

مُوہرا کدھروں بُجدا نیس بیدر دا مینوں، ہنس تے  
ایہہ کوئی تیرے ملن دی سونہ اے جیڑی کھانیس سکدا



ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن  
ورنہ ہم پھیریں گے رکھ کر غدرِ مستی ایک دن

غزّہ آفرج بنائے عالمِ اسکاں نہ پوچھ  
اس بندِ مے کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں  
رنگ لائے گی ہماری فاقہِ مستی ایک دن

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانے  
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ مستی ایک دن

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا  
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبِ پیشِ دوستی ایک دن



ساڈے سنگ شراباں پی کے پاخان بھنگڑا اک دہائے  
نہیں تے مستی دا پنج پاتکے لائے گئے سنگا اک دہائے

کُن پسا رے دی اُچی مٹی تے ایڈا اُچا نہ مہر  
دیکھیں ایہہ آسمان دی دھرتی تے آڈگدا اک دہائے

قرض شراباں پئیدے ساں پر ایہی بھل تے نہیں سی سائوں  
چن چڑھائے گا ایہہ ساڈا بھکھ ہارا اک دہائے

ایہہ دردیلے گون وی حالی جان دلائیں بوہت غنیمت  
بہاں بہاں ہر جانا اے جگدا وچدا وادھا اک دہائے

او بدی چند ٹوک تے اصلوں ڈھچھ دھروہاں والی نہیں سی  
اُسیو غالب کر بیٹھے ساں ہتھوں وادھا اک دہائے





ہم پر جفا سے ترک وفا کا گماں نہیں  
 اک چھپیٹ ہے وگرنہ مراد، امتحاں نہیں  
 کس منہ سے شکر کیجئے اس بظیف خاص کا  
 ریش ہے اور پائے سخن دریاں نہیں  
 ہم کو ستم عزیز، ستمگر کو ہم عزیز  
 نامہ سداں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں  
 بوسہ نہیں، نہ دیکھتے، دشنام ہی سہی  
 آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دہاں نہیں  
 ہر چند جاں گدازی قسم و عقاب ہے  
 ہر چند پشت گرمی تاب و قواں نہیں  
 جاں مٹھ رہا تیرا ہل من مزید ہے  
 لب، پردہ سنج زمزمہ الاماں نہیں  
 خنجر سے چسپ سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم  
 دل میں چھپی چھپو، مژہ گزخچکاں نہیں  
 ہے ننگ سینہ دل، اگر آشکدہ نہ ہو  
 سے عابد دل نفس، اگر آذر فشاں نہیں  
 نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب  
 سو گز زمیں کے بدلے، بیاباں گراں نہیں  
 کہتے ہو، کیا لکھا ہے تری سر نوشت میں  
 گریا جیس پر سجدہ بت کا نشان نہیں  
 پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی  
 رُوح الایں اگرچہ مرا ہسم زباں نہیں  
 جاں ہے بہاتے بوسہ، دلے کیوں کیجے ابھی  
 غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں



ظلموں ڈروئے عشقوں نیے، ساتھوں اوہنوں چننا نہیں  
 آتوں، آتوں چھپٹاں کروا، اندروں اوہ اڑانا نہیں  
 کیڑے منہ سُکرانے کرے اوہ بے خاص پایاں سے  
 ذات تو بے پر گل ذرا وی پسید و چلے پایا نہیں  
 سانوں غم پیارے میں نالائقیں اسی پیارے آں  
 بنیڈا تے نہیں گردا جے اوہ کوئی چنگا کروا نہیں  
 منہ نہیں چٹن دیندا، نہ سستی، منہ بول تے سردوں چا  
 جیسو تے پت نا، کیہ ہو یا جے منہ اک تینوں بھڑیا نہیں  
 ایہوی سچ اے، چند چھٹی اے مچھی قمر غذا ہاں دی  
 ایہوی سچ ہے جیسا ایڈے تا دی بھٹکی جوگا نہیں  
 چند آلاپ کرے استحقاقی "رہندے قمر و ساند اجا"  
 ہو تھاں دھڑوں کوئی وی توبہ دی تار ہلاندا نہیں  
 چھاتی چسیر ترکتے خنجر، دل بے کر دو ٹوٹے نہیں  
 گنپ بھڑی دل اندر جے کر لہو پلکاں سے پیا نہیں  
 اوہ دل چھاتی دانگ جیہڑا مچدا بھانڈو ہوئے نہ  
 اوہ دم گھاتا دل دا جیہڑا بلدی آگ دا ٹومب نہیں  
 عشق اندر ایہ کاہا گھاتا، گھر دا بھانوی کچھ نہ رہے  
 پنج ست مرے ہلکے سے بدلے قتل سستی دا مہنگا نہیں  
 رنج پچھنا ایں مینوں "کیہ لکھیا اے تیری قسمت دیج"  
 جیہڑی بت تو جہن دا میرے متھے لگا لگی نہیں  
 تھوڑی جیہی واہ دا شعر اں دی اوہ بے کولوں لے لیاں  
 بھادی جبرائیل زبانون مینوں کدھرے رُلدا نہیں  
 اک چند دل اے منہ چٹن دا پر کیوں حالی ہوئے اوہ  
 غالب توں اوہ دیکھ رہیا ہے حالی ایہ اوہ مویا نہیں



مانع دشت نوروی کوئی تدبیر نہیں  
 ایک چپکڑے مرے پاؤں میں نہ بھر نہیں  
 شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہہاں  
 جادہ غیسر از نگہ دیدہ تصویر نہیں  
 حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے  
 جادہ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں  
 زنج نومیسی جادید گوارا رہیو  
 خوش ہوں گر نالہ، ز بونی کش تاثیر نہیں  
 سر کھاتا ہوں جہاں زخم سرا چھا ہو جائے  
 لذت سنگ بہ اندازہ تقصیر نہیں  
 جب کرم، رخصت بیباکی و گستاخی دے  
 کوئی تقصیر بجس نہ فحلت تقصیر نہیں  
 غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ  
 آپ بے ہمدہ ہے جو معتقد میر نہیں



روہیاں کچھ دے ڈکے دا کوئی رستا لبھدائیں  
 ایہ تے میرے پیریں چسکرا ایہ کوئی سنگل وچائیں  
 بھش بھجائے مینوں انجہے ریتراٹھو کے اندر دی  
 مورت دی اکھ نظرں باجوں جتھے رستا لبھدائیں  
 آزاراں دے چکے دی سدھر سینے رُہ جاندی اے  
 دھار کٹاری باجوں دیس فنا نوں کوئی رستا نیں  
 سدا فراساں دے دکھ مینوں ہڈوں چنگے لگدے نیں  
 راضی آں جے مہوکاں تاثیراں دا بھارا چکھیا نیں  
 او تھے فیر جلوہاں اے جتھے ہر دے پھٹ کھرینڈ پیا  
 اے شہزاد پیا اے ایڈا، گلاں دے وچ آوندائیں  
 اوہدی کرپا، جے کر آپے جھا کے شرموں کھٹھیاں دے  
 فیہ کوئی تقصیر سوا تقصیر وں شرماں جھاکائیں  
 غالب ساڈا تے ایمان اے، ناخ دی ایہ گل کھری  
 اوہدی قسمت کھوئی جیڑا میر جہراں توں من دانیں



مت مردِ مَب دیرہ میں سمجھو یہ نگاہیں  
ہیں جمع سویدائے دلِ چشم میں آہیں

دیرِ وحرم آئینہ تکرارِ تمنا  
واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں



برشکالِ گریہ عاشق ہے دیکھا چاہیے  
کھل گئی مانندِ گلِ سوجا سے دیوارِ چمن

انفتِ گل سے غلط ہے دعوائیِ وارستگی  
سر ہے باوصفِ آزادی گرفتِ چمن



اکھ دی پتلی اندر جانیں! اینہو نہ یلدا دگا ہواں  
اکھ دے دل دی ہین کلتن لیس ساڑ موڑے ہواں

مسجد ہند ریشے جانو سدھراج دی فیس بچ دے  
تھک ٹٹ کے ایہ شوقی نمائے گھڑیاں آن پناہواں



عاشق اکھیاں ساون جھڑیاں للیاں دیکھو حال تے  
پھل وانگوں تھاس تھاس توں پاٹی چار دیواری باگے دی

پھل دی پرتیوں بھجی دے سب دے جھوٹے دے نیس  
بھادیں سستی آزاد سرو پر پھسٹیا پھرنی باگے دی



عشقِ تاشیر سے نومید نہیں  
 جاں سپاری، شجرِ بید نہیں  
 سلطنتِ دست بدست آئی ہے  
 جامِ مے خاتمِ حمید نہیں  
 ہے تجلی تری سامانِ وجود  
 ذرہ بے پر تو خورشید نہیں  
 رازِ معشوق نہ دُسا ہو جاتے  
 ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں  
 گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے  
 غمِ محرومی جاوید نہیں  
 کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ  
 ہم کو جینے کی بھی امید نہیں



سچے عشق ، نراٹاں ہتھ تاشیراں نیس  
قشر بانی دالبوٹا ، رکھ سر دیاں نیس

شاہی ہتھو ہتھی ٹڑدی آؤندی اے  
جام شرابی تے جمشیدی ٹسداں نیس

تیرے جلوے جگ دی کھیڈ رچائی اے  
نورہ وی بلجوں سوچ دیاں کرناں نیس

مٹی خوار نہ ہووے کہہ ہرے سوہنے دی  
نئیں تے مرن دیاں وی سانوں سنگاں نیس

خوشیاں چالے ، گروکشی وچ ڈرامہ سے نہیں  
مارن مینوں سدا سدا دیاں تھوڑاں نیس

کھندے میں آساں تے لوکی چیندے میں  
سانوں سچنا چین دیاں وی آساں نیس





جہاں تیسرا نقش قدم دیکھتے ہیں  
خیاباں خیاباں ازم دیکھتے ہیں

دل آشفٹگاں، خیال گنج دہن کے  
سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں

ترے سرو قیامت سے اک قدم آدم  
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں!

تماشا کر اے مجھ آئینہ داری  
تجھے کس تماشا سے ہم دیکھتے ہیں

سراغِ تغ نالہ لے داغِ دل سے  
کہ شبِ رُوح کا نقش قدم دیکھتے ہیں

بنا کر فقیہوں کا ہم بھیں غالب  
تماشا ئے اہل کرم دیکھتے ہیں!



تیرا ایر کھرے دا جتھے دینے آں  
گلیاں گلیاں جنت میسے دینے آں

تیرے مکھ ڈراچھے تل نوں دل دے کے  
سیر عدم دی ایس ہنیرے دینے آں

تیرے قند سروٹوں اک چھوڑ بندے دا  
آخر دے قہراں نوں گھٹدے دینے آں

بیشے جھاتی ڈوبیا، ایدھر دیکھ ذرا  
تینوں کیڑے چا اسی پئے دینے آں

سوچ، ہاں ہواں دے ساڑاں دی دے مل و اسل  
رات ٹرے دے ایر کھرے دے دینے آں

غالب کر کے آپے سانگ فقیر سی دا  
سختیاں دے پئے حالے چالے دینے آں



بستی ہے خوئے یار سے نارالتھاب میں  
 کافر ہوں گر نہ بستی ہو راحت عذاب میں  
 کب سے ہوں کیا بتاؤں، جہانِ خراب میں  
 شب ہائے حجبہ کو بھی رکھوں گرجاب میں  
 تا پھر نہ انتقار میں زیند آئے عشر بھر  
 آنے کا عہد کر گئے، آئے جو خواب میں  
 قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں  
 میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں  
 مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام  
 ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہر شراب میں  
 جو منکر وفا ہو، فریب اس پہ کیا چلے  
 کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں  
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے  
 ڈالا ہے تم کو دہم نے کس بیچ و تاب میں



دیر دی کھو وُرگی جا پے اُگ بھنجیا کھے اندر

دورخ جاں جے پئے نہ مینوں ٹھنڈ چھٹا دے اندر

کیہ دُستاں میں کہ داؤستاں جگ ورنے اندر

بھردیاں راتاں وی جے کر پآ لآں کھاتے اندر

تاں جے وِج اڈیکان ساری عمر ایں سوں نہ سکاں

لاگئے لاراں آؤن دیاں تاں آکے سُفنے اندر

ہر کارے دے آؤندیاں توڑی ہور اک خط لکھ رکھاں

مینوں بھل نیس جو کچھ لکھنا اوس جولے اندر

اوہی محفل میرے تیسرے جام کدی نہ آیا:

ساقی خبرے کیہ اُج گھسلیا گھول پیالے اندر

جیڑا آپ و فادوں تاہر کرن اوہنوں بھرتے

دُیری دُتوں، بیسل بدلے کیوں رہاں ساٹے اندر

چند ملاپ اندر گھبراندی میری خوف رقیبوں

تینوں دھماں پایا کیہڑے شک وروے اندر

نہیں اور حق وصل، خدا ساز بات ہے  
 جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں  
 ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے  
 ہے اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب میں  
 لاکھوں لگاؤ ایک چسپاں نگاہ کا  
 لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں  
 وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پاتے  
 جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب میں  
 وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آتے  
 جس سحر سے رواں ہو سینہ مراب میں  
 غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی  
 پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

اوہ اتے میری پکے ہوئے، ایہہ کوئی رُب واکرنا  
 بھلیاں چند تفرانہ دینا چاواں میلے اندر  
 گھنڈ اندر تریوڑی وائی متھے لگدی پئی اے  
 گھنڈی پئی اک جاپے ساہریں گھنڈے پئے اندر  
 لکھاں لگت لگا، تے اکو اوہدی اکھ چرائی  
 لکھاں بنن بناتے اکو گھوڑی غصے اندر  
 اوہوی ہوکا لکھ برابر چسید نہ سینے پائے  
 جیڑے ہوکے پین تریوڑاں سوچ بلمے اندر  
 اوہوی منتر کم نہ آوے جدوں مرادان منگو  
 جیڑے منتر تروے بیڑے وہم بھیتے اندر  
 غالب چھٹ شراب گئی پرہن وی کدی کدی  
 اک جھڑی والے دن پنیاں یاچن راتے اندر



کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں  
 یہ سونہلن ہے ساقی کو شر کے باب میں  
 میں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند  
 گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں  
 جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سہا  
 گر وہ صدا سنا ہے چنگ و رباب میں  
 رومی ہے رخش عمر کہاں دیکھتے تھے  
 نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں  
 اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُد ہے  
 جتنا کہ وہم غیب سے ہوں بیچ و تاب میں  
 اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے  
 حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں  
 ہے مشتمل نمود نمود پر وجود بحسب  
 یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں  
 شرم اک ادلتے ناز ہے اپنے ہی سے سی  
 ہیں کتنے بے حجاب کہ یوں ہیں حجاب میں  
 آد آتش جمال سے فدا رخ نہیں ہنوز  
 پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں  
 ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود  
 ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں  
 غالبِ ندیم دوست سے آتی ہے تجھے دوست  
 مشغول حق ہوں بندگی تو تراب میں



کل کلاں لسی کر نہ کر شاں آج شرابے اندر  
 کوثر دے درتا دے بارے ایہ گل گھاٹے اندر  
 آج کیوں ایڈے خوار آں گل تیکرتے دارا میں سی  
 رکے فرشتے دی گستاخی ساڈے والے اندر  
 چند کیوں جشیوں اللہ سیلی، سُن کے توکل تو الاں  
 جے کر اوہو سر و سدی لے دا جے گا جے اندر  
 جیون بکئی دھوڑاں مپڈنی، دیکھو کتے تھلکدی  
 نہ ہتھ واکاں آتے نیں، نہ پب رکا بے اندر  
 ایسا کو میں اپنی اصلوں زبناں دودھ وورڈے  
 چت کو میں نقسوں رہناں دہم ورو لے اندر  
 دیکھن والا آتے دکھیدا ہیں دکھالی اسے  
 حیدرانی لے دیکھنیاں نیں کیڑے کھاتے اندر  
 صورت صورت دل بل بن دی اک سمندر سالم  
 تھچتے کھیدے، بلبلیاں، چھپلاں تے قطرے اندر  
 سنگ ادا اک نام بھری لے، اپنے توں پئی ہووے  
 کیڑے پرے لٹے نیں جے انج نیں پر دے اندر  
 روپ شنگاراں توں اوہ وڈا لالے دی نہیں ہویا  
 شیشہ رہوے ہمیشاں ساہویں لے گھنڈے اندر  
 اوہلا اوہلے دا اے جنھوں جاتا آساں دکھالی  
 حالی شفا دیندے جیڑے جاگے سُفنے اندر  
 سجن دے سجن دے وچوں غالب سجن ہکے  
 کراں عبادت شاہ علی دی رب فے لیکھے اندر





جیہیں ہوں دل کو روؤں کہ پیڑوں جگر کوئیں  
 مقصد و ہر تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کوئیں  
 چھوڑا نہ دشمن نے کہ ترے گھر کا نام توں  
 ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کوئیں  
 جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار  
 اے کاش جانتا نہ تری رہگذر کوئیں  
 ہے کیا، جو کس کے باندھتے میری بلا ڈرے  
 کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کوئیں  
 وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے  
 یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کوئیں  
 چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ  
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کوئیں  
 خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار  
 کیا پوچھتا ہوں اس بت بیداگر کوئیں  
 پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو تے یاد  
 جانا و گرنہ ایک دن اپنی خبہ کوئیں  
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دھوکہ  
 سمجھا ہوں دل پزیر، متابع ہنر کوئیں  
 غالب! خدا کرے کہ سواہر سمنہ ناز  
 دیکھوں علی ہمدرد عالی گسر کوئیں



پٹنے ہوں کیلچے دے یا روواں دل دے مڑے نوں میں  
 ہر دے جے توفیق تے رکھاں نال الّا ہی ڈالے نوں میں  
 سول کتے نتیں آپڑن دیندا تیرے گھر واناں نہیں لینا  
 بندے بندے کوں پھپھناں، جانا کیڑے پائے نوں میں  
 دیری دے دی جو ہے سانوں جانا پیا ہزاراں پھیسے  
 پھنگا سی جے کرنہ ڈٹھا ہندا تیرے لانگے نوں میں  
 ہے کیہرہ چتھوں کسی کے بقیں میری ڈرے بلا بیک توں  
 توں جانا، نتیں جانا آکھا تیرے لک بھیکے نوں میں  
 ہور سنو! ہن اوہ وی آکھن ایسے تے اصلوں چکڑ ہویا  
 ہندی سارے ایچ ہونی لے پھنڈا ایچ نہ جھگے نوں میں  
 چتھوں دیکھاں ڈوڑکی لاندہ اوہے تال ٹراں دوکراں  
 حالی تیکر کدوں پچھاتا اپنے رہسہ سچے نوں میں  
 اوہی چاہت توں دی احمق جو جاناں دتی بیٹھے  
 دستو! کیڑے دن پوچھن بیٹھاں ماوہو چنڈے نوں میں  
 قیر آج مستی اندر بھلیا دلیر یار گلی دیاں راہواں  
 نتیں تے کہے دباڑے جانا نتیں آپ گواچے نوں میں  
 سارے جگ دسینکاں توں جانا لے میرے ور گئے ای نہیں  
 گھٹ کے سینے لائی بیٹھاں، کلا شعہ خزانے نوں میں  
 غالب زب کرے تے پیلاں پاندے گھوڑے دی کاٹھی تے  
 دیکھاں علی ہمدرد والی آپیاں شاناں والے نوں میں



ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں  
 غیر کی بات بگڑ جاتے تو کچھ دُور نہیں  
 وعدہ سیرِ گلستاں ہے خوشاطالع شوق  
 مژدہ قتلِ مقدر ہے جو مذکور نہیں  
 شاہدِ حسیِ مطلق کی کمر ہے عالم  
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر ہمیں منظور نہیں  
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن  
 ہم کو انقلابِ تنگ ظرفی منظور نہیں  
 حسرت اے ذوقِ خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی  
 عشق پر سرِ عریضہ کی گوں، تہی رنجور نہیں  
 ظلم کر ظلم! اگر لطف دریغ آتا ہو  
 تو تغافل میں کسی رنگ سے مجبور نہیں  
 میں جو کتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تیس  
 کس رعوت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم خود نہیں  
 صاف دُردی کش پیمانہ ہم میں ہم لوگ  
 دوائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں  
 مہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب  
 میرے دعوے پہ یہ محبت ہے کہ مشہور نہیں



میرا ناں بُریوں وی ادھنوں وارے نیس  
 غیسر وُنجائے ، ایہوی گل دُراڑے نیس  
 لاسے پھل نظرے دے ، بل لمعشق جوداں  
 قتلاں دے بشکابے نیس پر گو ہڑے نیس  
 باہج و جودوں سوہنے دالک ، کل عالم  
 لوکی اکھن ہے پر ساڈی نظرے نیس  
 ساڈی وی چھٹا اصلے دی دریا اے پر  
 دانگوں شاہ منصور اسی تے اُچھلے نیس  
 موت سواداں مٹخ رہیا ، ہمت کھتے  
 مارو عشق توں دھکدے زور تانے نیس  
 قمر دُسا جے ہمدوں جھاکا آدیندا ای  
 بے پردا ہیوں توں بے دُسا حالے نیس  
 جے اکھاں دن حشر تہاں توں تَلاں گے  
 کہن غُردوں ، ایہہ کوئی حُوراں دے گے نیس  
 تھلا پینے آں جمشید پیالے دا  
 کس پینی ایں جیہڑی داکھوں پُچھے نیس  
 مخفی بن کے غالب جوڑ نظموری دا  
 دعوے دی سچیاں شہرت کدھرے نیس



نالہ جز حُسنِ طلبِ اے ستمِ ایجابِ نہیں  
 ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں  
 عشق و مزدوریِ عشرتِ گمِ خسرو! کیا خوب! ہم کو تسلیمِ نگو نامیِ فساد نہیں  
 کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعتِ معلوم  
 دشت میں ہے بجھے وہ عیشِ کہ گھریاد نہیں  
 اہلِ بنیش کو ہے طوفانِ حوادث، مکتب  
 لطمۂ موج، کم از سیلِ استداد نہیں  
 داتے محمدی تسلیم و بجا حالِ وفا  
 جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فساد نہیں  
 رنگِ تمکینِ گلِ دلالہ پریشاں کیوں ہے  
 گر چہ راغانِ سہرِ رگزارِ باد نہیں  
 بندِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں!  
 مژدہ اے مرغِ کہ گلزار میں میاد نہیں  
 نفی سے کرتی ہے اثباتِ تراوشِ گویا  
 دی ہے جالتے دہن اس کو دمِ ایجابِ نہیں  
 کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت  
 یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں  
 کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب  
 تم کو بے مسرے یارانِ وطن یاد نہیں!



ہستیاں پتیا! عرضاں جھولی باجوں، میرے ہونکے نہیں  
 میں تے قسم سوال آں، تیرے ظلماں دے ٹیکوئے نہیں  
 عاشق ہو کے خبر و شہ دے محل و ہاڑی کرنا کیہ؟  
 ایہہ وڈیاں تے فرما دھوریاں دی سانوں واسے نہیں  
 گھٹ اُجاڑاں او تھے دی نہیں پر ایہہ کھلاں گھٹے نہیں  
 تھلاں برتے مینوں اوہ اوہ موجاں میں گھر چیتے نہیں  
 ہر پتیاں دے ہر بھ توں اکھاں والے پتیاں پڑھنے میں  
 چھل ہلتا، استادوں وی چندوں زدا کیہے نہیں  
 واہ تقدیرے، مہر نکڑا، منہ دے ون لچالی دے  
 اوہنے جاتا اے ہن ساٹوں ایہہ فریاداں جو گے نہیں  
 رنگ گلاباں دی اکھاں وا مارا ڈاری جائے کیوں  
 جے کرا ہیوی جھکھڑاں دی زائہواں وچ بھلے دیہے نہیں  
 پھل پشاری دے وچ پاکے مالی تینوں رکھیا اے  
 مہبل مویے، جھل مبارک! آج شکاری باگے نہیں  
 نہیں نہیں وچوں! ہاں ہاں، آخر توں ڈلہ پیندی آہندے نہیں  
 ایسے نئی رب بندہ لوں اوہنوں وئی منہ دی تھاں تے، نہیں  
 تیری ایس گلی توں گھٹ نہیں زدا وکھالی جنت دی  
 انجے دے گھر کھٹے نہیں پر انجہ دے دے دے نہیں  
 غالب کیہڑے منہ برویس دیاں بدخوتیاں کرنا ایں  
 تینوں دیس دیاں نجناں دی سب تلھا ٹلی چیتے نہیں



دو دنوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا  
یاں آپڑی ہے شرم کہ تکرار کیا کریں

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے  
تیرا پستانہ پائیں تو ناچار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم  
ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں



ہزنگتی ہے غیسر کی شیریں بیانی کارگر  
عشق کا اس کو گماں، ہم بے زبانوں پر نہیں



دو ذریں جگ اوہ مینوں دے کے خوش کر بیٹھے سَن  
ایتھے لُج پئی سی ، مڑ مڑ جھولی کیسہ کر دے

ٹھک ٹھک کے تھّاں تھّاں تے کہتے لوکی تھّاں رہ گئے  
تیسرا لہجہ دیاں کھوج نہ لہجیا، کھوجی کیسہ کر دے

دیوے دی، محفل دالے کوئی وا بھا لیندے نیتیں  
اُگ جے اندر لگی ہو دے در دی کیسہ کر دے



جہاد و آنگ رقیب دے بول بھری ساڈے بھولے یار تے کم کر گئے  
ساڈے شوق دانیتیں اتبار اوہنوں ساڈے دُرگیاں چپ چیتیاں تے





قیامت ہے کہ سُن لیلِ کا دشتِ قیس میں آنا  
تعجب سے وہ بولا، یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں

دلِ نازک پر اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب  
نہ کہ سرگرم اس کافر کو اُلفتِ آزمائے میں



دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا  
بارے اپنی بے کسی کی ہم نے پائی دادِ یاں

ہیں زوالِ آمادہ اجڑا آفرینش کے تمام  
مسرگردوں ہے چسپاں رخِ رگزارِ بادِ یاں



یہی قیس کہتے رُلی رہتھاں تے، سنی گل تے اوس لے اڈ آنے  
 حیرت نال پچھے سچی دس مینوں، بریتاں ایہوی میں ایس جہان دیاں  
 نازک یار داجیو نہ تا بھلتے، غالب ادس واسیٹ دھیکے مینوں  
 ایہو جیسے ملوک محبوب تائیں، اگلاں لائنہ پیار اُزمان دیاں



نیوں لا کے ہن اوہوی لکے لکے کتے گنتیں لگن  
 شکرے اپنی بے کتیاں دی سانوں بُھتی شادا، ایتھے  
 گھاٹے پی اے ہر شے ایتھے جودی جگ تے پیدا ہوئی  
 آسماناں داسو راج جھکھٹاں لانگھے بلدا دیوا ایتھے



یہ ہم جو جس میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں  
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے  
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو  
یہ لوگ کیوں برے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

تیرے جواہرِ طرفِ نگہ کو کیسا دیکھیں!  
ہم اوجِ طالعِ نعل و گٹر کو دیکھتے ہیں



اُسی جُدائیاں اندر جیہڑے کندھ بُوہے دِل دیندے  
کدی ہوا توں، کدی اُسی پتے ہر کارے دِل دیندے

ساڈے گھراوہناں دا آؤنا، رُب دے رنگ نیاے  
اک نظر دے اوہناں دِل، دُوبی گھرا پتے دِل دیندے

اوہ دے ہتھاں باہواں توں کدھرے نظراں نہ لگن  
لوکی کاہنوں پٹ پٹ میرے پٹ جگرے دِل دیندے

تیرے مُکھے چمکن جیہڑے موتی، اوہ کیسہ تیکنے  
اُسی جواہر لالاں دے پتے بختاں دے دِل دیندے



نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں  
 شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں  
 کوئی کہے کہ شبِ مر میں کیا بُرائی ہے  
 بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں  
 جو آؤں سامنے اُن کے تو مرجانہ کہیں  
 جو جاؤں واں سے کہیں کو تو خیر باد نہیں  
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں  
 کہ آج بزم میں کچھ رفتہ و فساد نہیں  
 علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب  
 گدائے کوچہ سے خانہ نامراد نہیں  
 جہاں میں ہو غم و شادی بہم، ہمیں کیا کام  
 دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں  
 تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب  
 یہ کیسا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں



ایہ نہیں: روز قیامت توں میں دلوں بجانوں میں وائیں  
 رات جھنڈ دی نالوں آخر دن بدلے دا وڈا نہیں  
 دتے کوئی کیہہ چن رات اندر دس دی بُرائی اے  
 نہ سہی آج دے بدل دا دے گھوڑے چڑھیا نہیں  
 اوہ دے دل آواں تے اوہ نہ آکھے آجی آیان توں!  
 ودیا ہواں تے جباخیسریں! اوہ دے ٹونوں سدا نہیں  
 بھل کے یاد کدی جے آجاواں تے ایسا آہندے نہیں  
 کیہہ گل اے! آج محفل اندر کوئی کھڑکا دڑکا نہیں  
 ہن شراباں ایس دوارے عیسوں آگے پیچھے دی  
 مے خانے داماگت تہہ ہویوں کدی دی خالی مٹیا نہیں  
 روندے روندے لوک کدی جے ہت دی لین تے ساٹوں کیہ  
 رب ساٹوں تے اوہ دل دتا جیہڑا ہستی جو گائیں  
 غالب اوہنوں اوہدا وعدہ کدھرے یاد کرائیں نہ  
 انج نہ ہووے آکھ ہوویں تے اوہ چا آکھے، چیتا نہیں



تیرے تونس کو صبا باندھتے ہیں  
 ہم بھی مضمون کی جوا باندھتے ہیں  
 آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے  
 ہم بھی رگ اپنی جوا باندھتے ہیں  
 تیری فرصت کے مقابل اے عمر  
 برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں  
 قیدِ ہستی سے رہائی معلوم  
 اشک کو بے سر دیا باندھتے ہیں  
 نشہ رنگ سے ہے واشدِ گل  
 مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں  
 غلطی ہاتے مضامین مست پوچھ  
 لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں  
 اہل تدبیر کی واماندگیوں  
 آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں  
 سادہ پرکار میں خروباں غالب  
 ہم سے پیماں وفا باندھتے ہیں



زمانہ سخت کم آزار ہے بجا بے اسد  
 وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں



تیری بکئی نوں جھانجے دا بُلا بُنھدے  
 نکلیں باتیں یار اُسی تے گڈا بُنھدے  
 ہا ہواں دی تاثیر کسے نے دی ڈرتی جے؟  
 اپنے آپ اُسی اپنا پئے گڈا بُنھدے  
 عمرے! تیری ثوراں دا بے جوڑ پئے تے  
 بجلی دے وی پیریں میں مندی چا بُنھدے  
 قید حیا قی کوں کوئی نچ نہیں سکیا  
 اُتھرو نوں دی ہر پیریں پئے دا بُنا بُنھدے  
 رنگ دی مستی چڑھیاں ہی تے پھل کھڑیاے  
 مٹے ہوئے، چولے دا کڈ پڑکا بُنھدے  
 مضموناں دے عیب براتاں بیچ ایساں دی  
 لوکی، ہو کے دے لاٹے نوں ڈھکیا بُنھدے  
 جیڑے کرن آپا اوہوی عقلوں ہارے نیں  
 پیریں چھالے دیکھ آتے مندی چا بُنھدے  
 کچھڑے، ساد مُرادے میں دے سوہنے غالب  
 ساڈے درگے نال پریت بھر دسا بُنھدے



دیے ڈاڈا گھٹ بتایا چند اسم اللہ صدقے  
 سائو تے کجھ ایسے کوں سہین لیاں آساں





دائم پڑا ہوا ترے دُور پر نہیں ہوں میں  
 خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں  
 کیوں گردشِ عدم سے گھبرانہ جاتے دل  
 انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں  
 یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے  
 لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں  
 حد چاہیئے سزا میں عشقِ بت کے واسطے  
 آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں  
 کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے  
 لعل و زمرد و زرد و گوہر نہیں ہوں میں  
 رکھتے ہو تم قدم، مری آنکھوں سے کیوں دینے  
 رُتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں  
 کرتے ہو مجھ کو منجِ قدم بوس کس لئے  
 کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں  
 غالب! وکیلِ خوار ہو، دوشاہ کو دُعا  
 وہ دن گئے کہ کہتے تھے، لو کہ نہیں ہوں میں



تیرے بُو ہے اُتے ڈُگّا، عَمراں تیسکر نہیں میں  
 ایں حیاتی ہر کھید سَجت ! جیہڑا پتھر نہیں میں  
 سدا سدا دے گیٹے اندر دل نہ کیوں دل چھڈے  
 بندہ ہاں، کوئی بھنگ پیالہ رستاں اندھ نہیں میں  
 رُتبا ! کاجنوں ایہ جگ والے مینوں بھقیں ڈھا ہندے  
 جگ تختی تے لکھیا ہویا دوہڑا اکھر نہیں میں  
 دوزخ وچ عسدا ہاں دا کوئی اور کُ بنا ہرے  
 رنج گناہی ہواں گا پر اہسوں کافر نہیں میں  
 کاجنوں میرے دُور گے توں دی نہیوں اکھ وچ رکھدے  
 لال، جواہر، ہیرا، موتی، پُت، گوہر نہیں میں  
 میری اکھیاں اُتے پیر دھرن توں کیوں پیا نکلیں  
 کسے حساب کتابوں جن سورج توں کتر نہیں میں  
 مینوں توں اپنے پیراں فُل چمنوں کیوں پیا نکلیں  
 توں جاتا آسماں دی دی شان برابر نہیں میں  
 غالب لگیاں کھانا ایں، ہن شاہ توں دے خان سیان  
 لَد گئے دن جہ آہندا ہندا سیں نوکر نہیں میں



سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں  
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پہناں ہو گئیں  
 یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزمِ آرائیاں  
 لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نیاں ہو گئیں  
 تھیں بناتِ انشِ گردوں دن کو پرستے میں نہاں  
 شب کو ان کے ہی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں  
 قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر  
 لیکن آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں  
 سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زمانِ مصر سے  
 ہے زلیخا خوشش کہ محو ماہِ کنعاں ہو گئیں  
 جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق  
 میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں  
 ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہمِ استقام  
 قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں  
 زیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں  
 تیسری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں  
 میں چمن میں کیسا گیا گویا دبستانِ کھل گیا  
 بلبلیں سن کر مرے نالے غزخواں ہو گئیں



ساریاں تے نیس 'رُوپ وٹا کے کچھ پھل نکلیاں ہو گئیاں  
 ہستی ہیشاں اوہلے خبیرے کیہہ کیہہ شکلاں ہو گئیاں  
 سانوں دی رنگ رنگ دے رونق میلے سجدے بندے سن  
 اوہ گلاں ہن بھل پڑھتی شہر چیشاں ہو گئیاں  
 سنت ٹٹیاں قطبی رہیاں ونے ونے وچ سڑاں دے  
 راتیں کیڑی موجے آسیاں ستے تنگیاں ہو گئیاں  
 بھاویں بندی خانے سارنئی یعقوب نہ یوسف دی  
 پرکالی کوہنی دی کندھے جھرتے نکلیاں ہو گئیاں  
 سارے سڑن رقیباں توں پرستے ٹھنڈ زلیخا دے  
 بھری تاراں تک یوسف نوں بکلیاں بکلیاں ہو گئیاں  
 آنکھوں وین دیو رت ندیاں شام ہنیر جڈائی دی  
 میں جاناں گا اکھ دیوے روشن دولاناں ہو گئیاں  
 ایساں پریاں کوڑوں لاس گے بدے وچ ہشتاں دے  
 رُب کرے جے ایہو او تھے جا کے خوراں ہو گئیاں  
 زیندر اوہدی، مان دی اوہدے، مانے لیاں راناں اوہ  
 جیدیاں باتہواں آتے شہر تیریاں دُلہاں ہو گئیاں  
 میں کیہہ پایا پیسہ بھجیے! جانو مکتب کھل پیا!  
 میرے ہو کے ہو بھل دی ہو کے غزلاں ہو گئیاں

وہ نگاہیں کیوں جوتی جاتی ہیں یارب دل کے پار  
 جو مری کوتاہی قسمت سے مرگاں ہو گئیں  
 بسکہ روکامیں تے اور سینے میں اُبھری پئے پئے  
 میسری آہیں بخینہ چاکِ گریباں ہو گئیں  
 واں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب  
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرفِ درباں ہو گئیں  
 جانفزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آگیا  
 سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگِ جاں ہو گئیں  
 ہم ٹوٹے ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رہنوم  
 ملتیں جب بیاہ گئیں مسئلے ایساں ہو گئیں  
 رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ مٹا ہے رنج  
 مشکلیں مجھ پر یزید اتنی کہ آساں ہو گئیں  
 یونہی گر روتا رہا غالب تو اسے اہلِ جہاں  
 دیکھنا ان بستیوں کو تم نہ دیراں ہو گئیں

اوہ نظراں کیوں رہتا میرے دل سے دُستِ ہندیاں جان  
 اوہ جو میرے بختاں دی آرمی توں پلکاں ہو گئیاں  
 گھٹ گھٹ سینے پائیاں میں پر آگڑ بچھڑا پتلیاں  
 میرے گلے پھٹ لنگارے بخیہ ہاتھواں ہو گئیاں  
 میں جے اوتھے اُڑاں وی کہہ موڑا اوہ دیاں پھٹکاں دا  
 ہینس چتیاں یاد دُعاواں راکھے دے ناں ہو گئیاں  
 پاندی جان شراب، جدھے وی بہتہ پیا لا جا چڑھیا  
 ساریاں لپکاں جہان تلی تے شہرِ رگ جیسیاں ہو گئیاں  
 اُسی مو احد بندے اک دے ساڈا دیں جیفی اے  
 فرتے بندیاں کٹیاں تے ایمان پھوڑاں ہو گئیاں  
 صدے سندا سندا بندہ آخِر صدے سندا جاندا  
 میں آخیاں ایڈ مینڈاں آنت سکھیاں ہو گئیاں  
 جگ دُسنیکو جے کر غالب اِنجے اکھنوں رہے دُندا  
 دیکھ نوو گئے شہر گراواں اک دن نڈیاں ہو گئیاں



دیوانگی سے دوش پہ زنا رہی نہیں  
 یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں  
 دل کو نیا زحمت دیدار کر چکے  
 دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں  
 ملتا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے  
 دُشوار تو یہی ہے کہ دُشوار بھی نہیں  
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں  
 طاقت بقدر لذتِ آزار بھی نہیں  
 شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش  
 صحرائیں اسے خدا کوئی دیوار بھی نہیں  
 گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف  
 یاں دل میں ضعف سے ہوس یا رہی نہیں  
 ڈرنا کہ ہائے زار سے میرے خدا کو بان  
 آخر نواتے مرغِ گرفتار بھی نہیں  
 دل میں ہے یار کی صفِ شرکاں سے رکشی  
 حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں  
 اس سادگی پہ کون نہ مرجائے لئے خدا  
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں  
 دیکھا اسد کو جلوت و خلوت میں بارہا  
 دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں



جھل اندر موہڑے جنجو اڑیا دی نئیں  
 گلے دی تھاں تندہ کتے دھاگا دی نئیں  
 دل، درشن دی ہسک دی نذرے کر چھڈیا  
 ڈٹھاتے، سانوں درشن جیسو دی نئیں  
 لہجنا تینوں سوکھ نئیں تے سوکھے آں  
 ایہوی اڈکھا لگداے اڈکھ دی نئیں  
 عشق پناں کیسہ جینا اے پر سانوں تے  
 دُکھاں دی لذت جیٹا جیرا دی نئیں  
 جھل دے ہتھوں ہسروہڑے دا بھاد نرا  
 تھلاں ہریتے رُبا! کندھ بوبا دی نئیں  
 غیساں دے ویراں دی تھاں تے اک پاسے  
 منجے دل وچ تے سجاں دا چا دی نئیں  
 بچ میرے کر لاناں توں، من اللہ نوں  
 ایہہ پنجہڑے دے پنچی دا رولا دی نئیں  
 دل پکاں دی پال اگے بہک ڈاہندا اے  
 پیڑ وچارا کندھے دی جڑو دی نئیں  
 ایڈے بھولے تے نہ رُبا کون مرے  
 کرے لڑائیاں ہتھ برچھا درچھا دی نئیں  
 دُکھ کئی وار استہ نوں اندر باہر  
 جے کر نئیں جے جھٹلاتے ذاتا دی نئیں





نہیں ہے زخم کوئی بخنے کے درخورد مرے تن میں  
 ہوا ہے تارِ اشکِ یاس رشتہ چشم سوزن میں  
 تہوت ہے مانج ذوقِ تماشا، خانہ دیرانی  
 کھن سیلاب باقی ہے برگِ پنبہ روزن میں  
 ودیعت خانہ بیداد کا دوش ہائے مرگاں ہوں  
 بگین نامِ شاہ ہے مرا ہر قطرہ خوں تن میں  
 بیاں کس سے ہو غفلت گسری میرے شہتال کی  
 شبِ مہر جو رکھ دیں پنبہ دیواروں کے سوزن میں  
 نکو دھس مانج بے ربطی شورِ جنوں آئی !  
 ہوا ہے خندہ احبابِ بخیمہ جیبِ دامن میں  
 ہوئے اُس مہر دوش کے جلوہ تمثال کے آگے  
 پر افشاں جو ہر آئینہ میں مشبہ ذرہ روزن میں  
 نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبتِ مخالف ہے  
 جو گل ہوں تو ہوں گلشن میں، جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں  
 ہزاروں دل ویسے جو شش جنوںِ عشق نے مجھ کو  
 یہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خوں، تن میں  
 اسد! زندانیِ تاشیرِ الفت ہائے خواباں ہوں  
 غم دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں



اک پھٹ دی نیتیں حسین دے ڈار دا میرے پنڈے اندر  
 تشد بے آسے، پنجواں، دھاک سوئیاں نکلے اندر  
 دید نظر آئے ڈکالایا، گھر بر بادی پھیرے  
 پنجواں ہڑھ دی جھگ جیوں لوگڑا رہ گئی جھرنے اندر  
 میں پلکاں دی کانی کاراں دا ہاں سانجھو ڈکا  
 دلبر نام گیند بر لہو قطرہ جُتے اندر  
 میرے زین بیری دے کیر کوئی نصیرے دتے  
 چن چڑھے جے رکھے گوہڑا کنبہ میں جھرنے اندر  
 جمل و تل ایل اُجڑاں دتیاں جگ پھسکاراں  
 یاراں دے، دند ہاسے ہو گئے نچے گلے اندر !  
 سورج درگے دے مورث بشکارے ساہیں پھردکن  
 چلکاں وچ شیشے دے جیویں دتے جھرنے اندر  
 چنگا مندا جو کھ ہاں، پر آل دُوال بے رتا  
 پھسل ہاں بھجی اندر جے کر ککھ ہاں باگے اندر  
 عشق ہنیر سودائی مینوں دل دتے بے آنتے  
 تیکا تیکا لہو دا چتر کلتن، جُتے اندر  
 اسد اللہ، دلداراں دے پیاراں دے قیدی ہوتے  
 مسرد دل گل وچ بانہواں جیویں دھون کلاہے اندر

۱۔ درخور۔ لائق - ۲۔ تاراشک۔ پاس - ۳۔ مانع ذوق تماشا - ۴۔ پنہر - ۵۔ ولایت خانہ  
 ۶۔ پنہر۔ دوتی - ۷۔ بے ربطی - ۸۔ نگوہش - ۹۔ جلوہ تماش - ۱۰۔ سویدا -



مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں  
 سوائے خوں جگر، سو جگر میں خاک نہیں  
 مگر غبار ہوتے پر ہوا اڑا لے جاتے  
 وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں  
 یہ کس بہشت شہاں کی آمد آمد ہے  
 کہ غیر جسدِ گل، دہگزار میں خاک نہیں  
 بھلا آسے نہ سہی کچھ مچھی کو رحم آتا  
 اثرِ برے نفس بے اثر میں خاک نہیں  
 خیالِ جسدِ گل سے خراب میں نئے کش  
 شراب خانہ کے دیوار و در میں خاک نہیں  
 ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ  
 سوائے حسرتِ تمیز گھر میں خاک نہیں  
 ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد  
 کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنرمیں خاک نہیں



ایس جگ جہان اُنڈ سا اے ساڈی اکھ توں بھادئے کھیہہ ناہیں  
 اکوڑت کلیجڑے سیک ہُسی اوسے تھساں کلیجڑے کھیہہ ناہیں  
 دھوڑ ہون تے کتے ہوا سا نوں اوہدے تیک اُوڑ کے لے جاتے  
 نہیں تے جا پدا اے جہاں ساو اھلوں ساڈے کھب کھب بڑے کھیہہ ناہیں  
 کیڑے جتتاں پاں گمان والے گھڑی پلک توں ایہدوں لنگھنا اے  
 باج پھلاں دے فرش زمین اُتے پیراں ہیٹھ رلدی لاگے کھیہہ ناہیں  
 آؤنا اوس نوں نہیں سی تے نہ آؤندا مینوں اپنا آپ وراگ آؤندا  
 کیسے پاسے نہ داںجیاں چھیڑ پایا، میرے ہو کیاں دے پتے کھیہہ ناہیں  
 شیشے سوچ دے پھل دی چھاں پاروں پین والڑے مُت بے حال ہونے  
 پانی وچ مکان شراب خانے، کندھاں کھیہہ ناہیں بوسے کھیہہ ناہیں  
 جشق محل پیار دے ڈھان والا جسدوں سوچا داں ہولاپے جاناں  
 نری سدھر اُسار اُسار نے دی ہور شے میسرے جھگے کھیہہ ناہیں  
 ساڈے شعر آج نرے نہیں استدلہ وچ بیدیاں ہُسن ہُسان جو گے  
 گل کھل اے فن اظہار بوٹے رت دتیاں وی پھلے کھیہہ ناہیں



دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت و در سے بھرنے آئے کیوں  
 رو تیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں نہ لائے کیوں  
 ذیر نہیں، حرم نہیں، درد نہیں، آستان نہیں  
 بیٹھے ہیں رنگرز پہ ہم غیسہ ہمیں اٹھائے کیوں  
 جب وہ جمال و لغز و لذت، صورت مسرتیم روز  
 آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں نہ چھپائے کیوں  
 دشت غمزاں ہاں ستاں، نادک ناز بے پناہ  
 تیرا ہی عکس رخ سہی، سامنے تیسرے آئے کیوں  
 قیہ حیات و بند غم حاصل میں دونوں ایک ہیں  
 موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں  
 حسن اور اس پہ حسن ظن، رہ گئی بوالہوس کی شرم  
 اپنے پہ اعتماد ہے، غیسہ کو آزمائے کیوں  
 واں وہ غرور و عتد و تاز، یاں یہ حجاب پاس وضع  
 راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائے کیوں  
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی  
 جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جاتے کیوں  
 غالبہ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں  
 روئیے تار تار کیسا، کیجئے ہائے ہائے کیوں



ایسہ دل کوئی اٹ پتھر نہیں ، غم دیوے نہ چھلکا کاہنوں  
 جنتوں ساڈا دوتا نہیں بھاندا دے سائوں آپ رُحو اکاہنوں  
 ایسہ مسجد نہیں ، ایسہ بوہا برود نہ نہیں کاسے !  
 لانگھے تے بیٹھے اس لوکو ، دے ایتھوں غیسدا اٹھا کاہنوں  
 روپ اوہ جیہڑا من چمکاندا جیوں سورج شکر دوسرا اندا  
 نظر داں نوں ساڈا گرا جاندا ، لے کھڑے تے گھنڈ پا کاہنوں  
 نخرے دی کاتی ساہ پیندی ، نازاں وی کافی بے انتی  
 تیرا ای مکھ پرٹھیاواں سستی ، دے تینوں شکل دکھا کاہنوں  
 چندڑی واچھا ، دکھ دی بچا ہی ایسہ دھنوں دونوں اکوئیں  
 ساہ ننگنوں پہلاں بندے نوں دکھ جاندا دھرم کڈھا کاہنوں  
 سوہنے نوں سوہنامان اتوں ، تہاں ہوچے دے لکھ رہ گئے نہیں  
 اوہ ایڈا آپ یقینا اسے ، لے دیری نوں آزما کاہنوں  
 اوہ ہر دی روپ گمان آو ، ایہ ہر دی جینہہ راج انکھیلی  
 راہواں وچ ملنا کتھ ساڈا ، اوہ سانوں لین سدا کاہنوں  
 آتھو ! اوہ رب نوں نہیں من دا ، بچال وی نہیں رٹھے ہوو  
 جنتوں پیارے جان ایمان میاں اوہنوں اوس گلی دیا کاہنوں  
 مرے کتے غالب دے باجوں کم کیڑے نہیں جوڑے نہیں !  
 کیوں سرتے بانواں رکھ لیتے ، ارون اکھیاں نیروگا کاہنوں



غنچہ ناشگفتہ کو دُور سے مت دیکھا کہ یوں  
 بوسہ کو پوچھتا ہوں میں، مُند سے مجھے بتا کہ یوں  
 پریش طرزِ دلبسری کیجئے کیا کہ بن کئے  
 اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں  
 رات کے وقت مئے پئے، ساتھ رقیب کو لیتے  
 آتے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں  
 غیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کس تو دیکھتے  
 سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں  
 بزم میں اس کے رُو برُو کیوں نہ خوش بیٹھتے  
 اس کی تو خامشی میں بھی ہے ہی مدعا کہ یوں  
 میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے عین سے تھی  
 سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں  
 مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہر شس کس طرح  
 دیکھ کے میری بے خودی چھٹنے لگی ہوا کہ یوں  
 کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی  
 آئینہ دار بن گئی حیرت نقشِ پا کہ یوں  
 گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال  
 مروج محیط آب میں مارے ہے دستِ دہاکہ یوں  
 جو یہ کہے کہ ریختہ نمیوں کہ ہو رشکِ فارسی  
 گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں



منہ ہمیشہ پھل سہانہ ڈھاسے، دُوروں ارنج نہ پایا دکھا کہ ارنج  
 تینوں پچھپیا چم چھا کیسہ لے، سینوں تجھیاں منہ سمجھا کہ ارنج  
 کیوں عاشقاں دے جیو کڈھنا ایں کیسہ تجھے آپے پی دسدی لے  
 او دے نغزیاں اکھ تنگیاں دی، شٹ پینی ادا، ادا کہ ارنج  
 وٹیا رات دا ہر دے تیرے جیو ہو سو، سنگت مال دھیب دے کیوں ہو سو  
 رہا آون دی ایدھرے نیتی ہو سو، رہا جیسا نہ چن چڑھا کہ ارنج  
 رات مانی آں غیرے نال کیوں؟ میں سچ پچھپیا فیر تے دیکھیا کیسہ  
 ادا سا منے آن کسے نہرہ جانا، سینوں ایسہ کجھ دکھنا پایا کہ ارنج  
 ادھری محفلے اوس دے مکھ سٹا ہوں، چھہ ڈوھ کسے نہیں دھکم جاپے  
 چُپ چان پئی اوس دی دے ستاں آئی تھے میں دی ایسا ادا، کہ ارنج  
 منیوں اکھیا تساں دی بزم اندر کجے غیرہ واپس دواتے نیس  
 اوس ہاسیاں پئے نے سس دیاں اسی، مینوں پچھپیا تڑت اٹھا کہ ارنج  
 مینوں پچھپیا یا دے دس تے سس کیوں ہوش اڈا ریاں مار جان دے  
 ترس کھا کے میری مدھوشیاں تے کولوں آڈکے تنگھی ہرا کہ ارنج  
 کیوں یار دی گلی دے دھج رہنا مینوں کدوں سی جج پچھنے نوں  
 اک پیڑے ایدر دی جیرتاں نے دتا عقل نوں شیشہ دکھا کہ ارنج  
 جے کر دیکھنے دا ہو دے شوق تینوں، مہیے شوق دی کدی ٹاپ بولیں  
 چھل چھچھے دی چھل سمندراں دی کندھے پئی لگے اوسے تا، کہ ارنج  
 کیوں ریختہ ڈنگدا فارسی نوں جے کوئی چھچھے اسیہ پنجابیاں توں  
 اک وار بھال کے کول اوہنوں غائبیاں دے بول سنا، کہ ارنج





اپنا احوالِ دلِ نزار کہوں یا نہ کہوں  
ہے حیا مانعِ اظہار کہوں یا نہ کہوں

نہیں کرنے کا میں تقریرِ ادب کے باہر  
میں بھی ہوں محرمِ اسرار کہوں یا نہ کہوں

شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو  
اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں

دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ جانی اپنا  
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں

میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز  
گوش میں درپسِ دیوار کہوں یا نہ کہوں

آپ سے وہ برا احوال نہ پوچھیں تو اسد  
حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں



دکھتی دل نوں کیہ بن گئیاں، اکھاں یا نہ اکھاں  
بچ پڑے کیڑے کھوۂ ڈگلاں، اکھاں یا نہ اکھاں

گھنڈ حیا دا لاہندا نیں میں، اکھن ڈے کچھ مینوں  
میں وی جاناں اک دو گھنڈیاں، اکھاں یا نہ اکھاں

بھادویں جان الہا ایسوں، بھادویں جھوڑ جھڑانے  
اپنی ہر نوں نکو نکت آں، اکھاں یا نہ اکھاں

دل دے ہتھوں جیسٹا اپنا ہو کے جاتوں دیری  
خبرے کیڑی پھڑنی پھڑیاں، اکھاں یا نہ اکھاں

میں تے ہویا جھٹلا دُنیا کھمبوں ڈار بناندی  
کنو کن پچھو کڑ کسندھاں، اکھاں یا نہ اکھاں

اسد اللہ جے آپ امی میری ذات نہ بچھتے کرتی  
شعراں اندر حال فقیراں، اکھاں یا نہ اکھاں

## ردیف (۹)



حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو  
 کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے دا ہو  
 بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی  
 بھروں یک گوشہ دامن، گر آبِ بہفت دریا ہو  
 اگر وہ سرد قد، گرم خرامِ ناز آ جائے  
 کفِ ہر خاکِ گلشن، شکلِ قری نالہ فدا ہو



کعبے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ، کیا کہیں  
 بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہل کینشت کو  
 طاعت میں تار ہے نہ سئے دانگیں کی لاگ  
 دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو  
 ہوں مخوف نہ کیوں، رہہ و رسمِ ثواب سے  
 ٹیسٹھا لگا ہے قط، تسلیمِ مرزوشٹ کو  
 غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں سمجھے  
 خسرمن چلے، اگر نہ ملے کھائے کشت کو



ساڑے پاروں جے دل بجیا ، تائے جہاتی نظراں دی  
 خبرے سوڑی اکھ ، نظارے ، کیڈ کرن قلبوتاں دی  
 سدھراں جیڈی تریہ دی ہوئے ، ہوئے جدوں گناہوں دی  
 میری چنڈ نہ بگی کر دی ، چپڑی ست مسندراں دی  
 جے اودھ سرو دا ٹوٹا ، مان گمانوں آٹھلے !  
 اک اک مسٹہ ہاگے دی سٹی قمری بن بن کر لاندی



جے میں مسجد جاؤڑیا ، مارونہ بولی حالے دی  
 برتے جبارا جاناں مندر دے جگتاں دی بسنی ٹوں  
 تاں جے وچ عبادت ٹمکے زولا شمس شراباں دا  
 دوزخ دے وچ جھاڑے کوئی جنت بھری بھراتی ٹوں  
 کیویں میں ٹنکر نہ ہو داں نیسکو کاری دی کاروں  
 پٹھنی ٹمکی لگی اسے ، تقدیر قلم دی کافی ٹوں  
 غالب میری قسمت نیس سی کیتی دا پھل پانا دی  
 سر جاندا کھسارہ جے نہ مکڑی کماندی پیل ٹوں



وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 کیجئے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو  
 چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ، اختلاط کا  
 ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غنیمت کا نغمہ !  
 ہر چند برسبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو  
 پیدا ہوئی ہے کتے میں حسدِ درد کی دوا  
 یوں ہو تو چہارہ غمِ آفت ہی کیوں نہ ہو  
 ڈالا نہ بے کسی نے کسی سے معاملہ  
 اپنے سے کینچنیا ہوں، نجات ہی کیوں نہ ہو  
 ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال  
 ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو  
 ہنگامہ زبونی ہمت ہے افعال !  
 حاصل نہ کیجئے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو  
 وارستگی، ہمانہ بے گانگی نہیں !  
 اپنے سے کر، نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو  
 ہشتا ہے قوتِ فرصتِ ہستی کا علم کہیں  
 عمرِ عزیز، صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو  
 اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں امتہ  
 اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو



ساڈے دُور کھل اے تینوں، لار نہ اُکھیاں بجاویں  
 رُودہ پر ساڈی اُکھیاں اندر، بِن کے ڈرگاں بجاویں  
 چند نمائی چھڈیا کیتے گوشت ملایاں جوگا  
 دل بیسہ جاندا، پیندا اُلفت دا پڑھیا وال بجاویں  
 تیسری چھتے ناں دیری دا، مینوں تیتھوں شبکوہ  
 کیسٹی راہ کاری دے راہیں پائیاں پھٹکاں بجاویں  
 جیسکر کوئی روگ نہیں جس دا وارو لوک نہ دُسن  
 کھلے عشق دا وارو جگ توں اُڈیا لوکاں بجاویں  
 بے دُتیاں نے دُسن نہ پایا مینوں ہو رکھے دے  
 آؤن پیاں لکھ اپنے آپوں، آؤندیاں شریاں بجاویں  
 بسترہ اپنے دُتھوں تپدی اک سوچاں دی آخر  
 ساٹوں بھنڈی محفل جاپے ہوئے نکلیاں بجاویں  
 شریاں دا گھنڈ، آپ بھارو اُکھیاں مے گل دُھول اے  
 جگ توں کج نہ کدی دُبول، دے پائنتاں بجاویں  
 کھل آزادی، جیج نہیں کوئی دُکھ دُسن دا  
 اپنے توں رُودہ بھجیا بھجیا، صحبت خیراں بجاویں  
 جدوں حیاتی مُلت مُردی، بہر کھ کدی نہیں مُردا  
 ساری عمر پیاری مکے پڑھو نمازاں بجاویں  
 اوس آخر جوگے دے بوجھوں نہیں اسدا اُٹھنا  
 ساڈے برتے آخر دُگ پئے بیٹیاں بیٹیاں بجاویں



قفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے شہن کو  
 برا ہونا بڑا کیسا ہے نورسرخان گلشن کو  
 نہیں گر جمدی آساں نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے  
 نہ دی ہوئی خدا ایا آرزو سے دوست دشمن کو  
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر  
 کیا سینے میں جس نے خونچکاں شرکان سوزن کو  
 خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں  
 کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو  
 ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں  
 نہیں دیکھا شناور جوئے خوں میں تیرے توسن کو  
 ہوا چر چا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا  
 کیا بے تاب کاں میں چنبٹتی جو ہرنے آہن کو  
 خوشی کیا کھیت پر نہیںے اگر سو بار ابر آوے  
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرم کو  
 وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے  
 مرے بُت خانہ میں تو کبھی میں گاڑو برہمن کو  
 شہادت تھی مری قسمت میں جودی تھی یہ خوشمخو  
 جہاں تلوار کو دیکھ بھٹکا دیتا تھا گردن کو  
 نہ کشتا دن کو تو کب رات کو توں بے خبر سوتا  
 رہا کھٹکا نہ چوری کا دُعا دیتا ہوں رہزن کو  
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جو یا ہوں جو اہر کے  
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے جو کھودیں جا کے معدن کو  
 مرے شام سلیماں جاہ سے نسبت نہیں غالب  
 فریدون و جم دیکھسرو و داراب و بہمن کو



و خنجرے اندروں دی جے نہیں جڑ دے میرے کڑاٹاں نوں  
 میری جان سکھاندی کیوں نہیں باغ ویاں دینیکاں نوں  
 سوکھی نہیں جے قربت ادب دی تاں وی سول نہ گھنڈا جے  
 تڑپا کاہنوں چب وتا ای چارہ سیل دا ہر راں نوں  
 تیری اکھوں اک آتھر نہیں ڈوٹھی ادھ پٹ سینے تے  
 ہتھ رت روایا اکھوں نوک سوتی ویاں پلکاں نوں  
 ہتھاں دی رب پوری پاسے کچھ کہ اتے چھڑ دے نہیں  
 میرا گھاناں آ پھر دے، جا پتیلیں پھر دے سبھاں نوں  
 حال مقتل دیندے ساڈن کتہ ڈرا وی کئی نہیں  
 ڈٹھا تیں نال سو وچ ترو دے تیرے گھوڑے داگاں نوں  
 گل پھری جسد میرے پکیں ہوی سنگھ دے ڈو حال دے  
 کاتاں وچ سپاتی ڈٹھکاں مڑن یا فولاواں نوں  
 جے نت میری پیل بدل دتے، نہیں خشتہ مینوں دی  
 بجل رانی ہن توبہ سعدی اے کھلاوے کٹکاں نوں  
 جتھوں پھرنا پکا پھرنا، جسل اصول ایماں اسے  
 بہت خانے مرگن تے سبے دفنایے پنڈتاں نوں  
 میرے لیکہ شہادت بسی طبع امیسل سی تاہیں ای  
 دھون نوائی ادرتے جتھے ویکھ لیب تلواراں نوں  
 جے نہ دے نشیندا راتیں گھوڑے وچ نہ سوندا میں  
 واہ چدی دا دھبہ کوٹکا، سیماں ویاں ڈکیتاں نوں  
 بول سٹھی نہیں ساڈے پنے؟ اینویں موتی بجھے پنے  
 سینے وچ کلیجا نہیں جے گھنڈے پھرے کاتاں نوں  
 اپنے شاہ سلیماں ودر گئے نال، کھلداراں غالب کہہ  
 جم، فریدوں، خسر و، دارا، ہمیں دد گے شاہواں نوں





دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیتن کے پاتو  
 رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاتو  
 دی سادگی سے جان، پڑوں کو کہن کے پاتو  
 ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پاتو  
 بھاگے تھے ہم بہت، سو اسی کی سزا ہے یہ  
 ہو کر اسیس، داہتے ہیں راہزن کے پاتو  
 مرہم کی جستجو میں پھسدا ہوں جو دردِ دود  
 تن سے سوا فگار ہیں اس غتہ تن کے پاتو  
 اللہ سے ذوقِ دشتِ نور دی کہ بعدِ مرگ  
 ملتے ہیں خود بخود مرے، اندر کفن کے پاتو  
 ہے جوشِ گل ہسار میں یاں تک کہ ہر طرف  
 اڑتے ہوئے اُچھتے ہیں مرغِ چمن کے پاتو  
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں  
 دکھتے ہیں آج اس بتِ نازک بدن کے پاتو  
 غالب مرے کلام میں کیونکر اثر نہ ہو  
 پیتا ہوں دھو کے خسرو شیریں سخن کے پاتو



واں اس کو ہر دل ہے توایں میں ہوں شرمسار  
 یعنی یہ میسری آہ کی تاخیر سے نہ ہو  
 اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ بستم تو دیکھ  
 آپس نہ تاکہ دیدہء تجھ سے نہ ہو



پیراں نئی دھواں جہاد ہے چاندی دے گئے پیراں نوں  
 تلسیڑوں چمک چمک جتے دھواں پانیوں باہرے پیراں نوں  
 بھولے ہشتیں جان گوانی، چم فسد ہا دے پیراں نوں  
 واہ تقدیرے دگیوں نہ بچا تھاں دے نیلے پیراں نوں  
 پیراں پیراں بھدے ساں اوہے دی ایہہ کرنی بھرنی اے  
 جتے جتے جتے بھرنے آں مٹھیاں ڈاکو دے پیراں نوں  
 مرنم بھدے بھدے جتیاں، لیاں لیاں ڈاٹاں نیں  
 جتیاں بڑھتی پھنڈ پتی اے، پھنڈے جتے پیراں نوں  
 کیڈا چکا تھلاں بھگوالی دا اے مرنوں جتے دی  
 دج کفن دی دیکھو میرے آپے ہلدے پیراں نوں  
 ایتھوں تیکر چیت کے پھٹاں نوں آخر آئی اے  
 آڈوی آڈوی بلبس تائیں پان اٹنگے پیراں نوں  
 وات کسے دے سٹنے اندر ٹرکے آیا لگدا اے  
 آج ایہویں تئیں مٹھیاں بھردا چند ٹوکے پیراں نوں  
 غالب میرے شعر سوادوں دا نچے کیوں نہ جانے  
 دھوکے پٹیاں کھنڈ سخن سردار سخن دے پیراں نوں



اوہا دل ڈب ڈب جاندا میں ایہہ ڈب ڈب جاناں  
 کدھرے ایہہ میری ہاتھوں دی تاثیروں نہ ہر دے  
 دیکھو غم ستم دے چمکے، اپنا منہ تئیں دھندلا  
 جتے نیک شکار وا اکھ شیشہ اکوں نہ ہر دے



دیا پہنچ کر جو غش آتا ہے ہم ہے ہم کو  
 صدرہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو  
 دل کوئیں اور مجھے دل مجھ و فراق کتا ہے  
 کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم ہے ہم کو  
 ضعف سے نقشِ پے مور ہے طوقِ گردن  
 تیرے کوچے سے کہاں طاقتِ دم ہے ہم کو  
 جان کر کیچے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو  
 یہ نگاہِ غلط انداز تو ستم ہے ہم کو  
 رشکِ ہم طرحی دورِ اثرِ بانگِ حسنین  
 نالہٴ مرغِ سحر، تیغِ دو دم ہے ہم کو  
 سراوانے کے جو وعدے کو کمتر چاہا  
 ہنس کے بولنے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو  
 دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ، ولیکن ناچار  
 پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہم کو  
 تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو  
 ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو  
 لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی  
 ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو  
 مقطعِ سلسلہٴ شوق نہیں ہے یہ شعر  
 عزمِ سیرِ نجف و طوبِ حرم ہے ہم کو  
 لئے جاتی ہے کہیں ایک توقعِ غالب  
 جادۂ رہ کشش کا فکرم ہے ہم کو



اوتھے آپڑ کے ہیٹھ آتے ہیں خبر دیناں سانوں  
 پیراں دی رستی چٹن دیاں ڈھیسہ اُنکاں سانوں  
 دل توں میں تے مینوں دل عشقوں نہیں ڈولن دینا  
 دکھ دی چھڑنی دا کیسہ چکا لنگا سائیاں سانوں  
 مارے جتے، اُمیر کھرا کیسٹھی دا ڈھون گلا دیاں  
 تیسری گھیلوں ڈھک دیاں بکتے توفیقاں سانوں  
 اُتوں اُتوں دُنکا ہر دیں، تاں جے آس نہ لکے  
 ڈنگیاں نظر داں تیرے دُتوں لگن زہراں سانوں  
 سول رقیب پنے دا اُتھے پیسٹھی ٹٹا ہر دیں  
 دو دھاری تلوار اسے فہر چکھیرو ہا ہواں سانوں  
 ہر چسکھن دا لارا جے میں فیہر کرایا جیتے !  
 کچھوں مہس کے اُنکے تیرے سر دیاں قسماں سانوں  
 دل توں رتورت کرن دا چاننیں سی پُرتاں دی  
 اکھ اُجاڑاں دیکھ کے آئیاں ڈاڈیاں شرماں سانوں  
 ایڈے تسی ٹوک اوچپ توں دی کڑلائے اُکھو  
 ایڈے اُسی نمائے تیسری گھیس دی چھریاں سانوں  
 کیڑی پنڈ پئی آتے لکھنوا ایہ گنڈ نہ لکھتے  
 سیر ساٹے دا وی ایڈا چاننیں ہسرواں سانوں  
 تند سرانیں ساڈی شوق لڑی دا شہرتے ایہوی  
 سیر نجف دی، جج کجے دی پیریں ڈاٹاں سانوں  
 اُس جیتی اک لئی جانہی اسے غالب خبرے بکتے !  
 کشش کرم دے کاف دیاں میں دُٹاں راہواں سانوں



تم جانو تم کو غیسرے جو رسم و راہ ہو  
 مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیسا گناہ ہو  
 بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے  
 قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو  
 کیا وہ بھی بے گناہ کش و حق ناشناس ہیں  
 مانا کہ تم بشر نہیں خورشید و ماہ ہو  
 ابھرا ہوا نقاب میں ہے اُن کے ایک تار  
 مڑتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو  
 جب میکہ چٹا تو پھر اپ کیا جگہ کی قید  
 مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو  
 سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست  
 لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو  
 غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں  
 دُنیا ہو یا رب! اے مرا بادشاہ ہو



توں جان بیا تیرا کم جانے غیسر نال جیویں تیرا واہ ہووے  
 میری ذات دی کدی جے توئیں لیندا، اپنی گل واکیر گناہ ہووے  
 پھر تیری حشر و ہار دی ہے ڈاڈی مینوں پک ہے توں دی نیس بچ سکدا  
 جے کر قتل رقیب دے ناں لگے، تیرے جیہا ضرور گواہ ہووے  
 بول! اوہوی بے دوسے توں ملے میں نالے حق توں حق پچھان دے نیس؟  
 چلو دنیا بشر نیس آپ ہو دیں ہسورج چن یا توں اوہناں جیہا ہووے  
 دیکھ دیکھ کے اوس دے گھنڈ اندر اک اُبھروں تند مر د پاندی  
 مرد اجاں میں ایس وچار اندر کجے ہو دی سنے نگاہ ہووے  
 عبدوں رہے نہ روج شراب خلانے مدوں تھاں مقام دی بانجھ کابڈی  
 بھاویں کتب تے بھاویں مسیت ہووے، تیکر ہووے بھاویں خلتاہ ہووے  
 سوٹھا جتنی بہشت دی سنی بیٹھے وال چتا دی جھوٹھ نیس اوہ بھاویں  
 رب کرے پر تیرا مقام ہووے، تیرا سکھ تے میری نگاہ ہووے  
 غالب جیسے وی رہن نہ جے اتھے ایڈی جگ توں مول نیس تھوڑ پندی  
 میلے جگ دے ہون تے رب سائیاں اتھے ہو میرا بادشاہ ہووے



گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو  
 کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو تو کیونکر ہو  
 ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال  
 کہ گرنہ ہو تو کہاں جاتیں؟ ہو تو کیونکر ہو  
 ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے؟  
 جیسا ہے اور یہی گو منگو تو کیونکر ہو  
 شہی کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا  
 بتوں کی ہو اگر ایسی ہی غر تو کیونکر ہو  
 اُچھتے ہر دم اگر دیکھتے ہو آتینہ  
 جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو  
 جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا  
 وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو  
 ہمیں پھر اُن سے اُمید اور انہیں ہمارے قدر  
 ہمارے بات ہی پوچھیں نہ وہ، تو کیونکر ہو  
 خلط نہ تھا ہمیں خط پر گماں تسلی کا  
 نہ مانے دیدہ دیدار جو، تو کیونکر ہو  
 بتاؤ اس فزہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار  
 یہ نیش ہو رگ جاں میں فرد تو کیونکر ہو  
 مجھے جنوں نہیں غائب، دے بقول حضور  
 صدقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو



گاتا، جبر، کتھے نیں، گل بات ہووے تے کیوں ہووے  
 اکھیاں جتھے گل نہ ہووے، اکھوپے تے کیوں ہووے  
 ساڈے ذہن اندر ایسے ہی سوچ دا نام وصال اے بھنا  
 نہ ہووے تے کتھے جاسے، جے ہووے تے کیوں ہووے  
 مینوں مار ادب دی وگئی، اکھاں یا نہ اکھاں ادھوں  
 ادھوں پوسے حیا جے بولے، نہ بولے تے کیوں ہووے  
 آپے دس چنگی مندی گزراں ایہناں عاشق لوکاں دی  
 سارے معشوقاں دا چالا ارج ہووے تے کیوں ہووے  
 کھیسہ پناہیں اپنے آپ نوں دیکھ کے جیسٹا شیشے اندر  
 شر اندر جے اک دوہون تیرے ورگے تے کیوں ہووے  
 جیدے نصیباں اندر ہووے میسے وانگ منیر دہارا  
 لیکھاں مٹیا، رات نوں جے نہ دن اکھے تے کیوں ہووے  
 فیروہناں توں آس اک سائو، اوہناں دے دل عزت ساڈی  
 جے اوہ ساڈی ذات کدی وی نہیں لیندے تے کیوں ہووے  
 دھم تے اکا جھوٹا نیں سی چٹھی دے گی آن سہارا  
 پر جے اکھ درشن دی بھکتی نہ منے تے کیوں ہووے  
 اوس پلک نوں دیکھ کے دستا جے میری شر رگ نوں ڈنگے  
 رڈکاں ورتن چتھے جین تیرا ہووے تے کیوں ہووے  
 غالب دی جھلاتیں ہويا، ٹساں وی ایہو فرمایا اے  
 اندر جیسہ فراق پریمی چین ہووے تے کیوں ہووے





کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنبھالے کیوں ہو  
 نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو  
 وہ اپنی خوش چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں  
 شکر سرین کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو  
 کیا غنوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو  
 نہ لادے تاب جو غم کی، وہ میرا زواں کیوں ہو  
 وفا کیسی؟ کہاں کا عشق جب سر پر ڈنا ٹھہرا  
 تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیوں ہو  
 قفس میں مجھ سے رُوداد چہن کہتے نہ ڈر ہمدم  
 بگری ہے جس پر کل بجبلی وہ میرا آشاں کیوں ہو  
 یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں، پر یہ تو بتلاؤ  
 کہ جب دل میں نہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو  
 غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو حیرم کس کا ہے  
 نہ کھینچو گر تم اپنے کو، کشاکش دریاں کیوں ہو  
 یہ بقتہ آدمی کی خانہ دیرانی کو کیا کم ہے  
 ہوتے تم دوست جس کے دشمن اس کا آساں کیوں ہو  
 یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟  
 عذو کے ہوئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو  
 کہا تم نے کہ کیوں جو غیر کے ملنے سے رسوائی  
 بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو، پھر کہو کہ ہاں کیوں ہو  
 نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب  
 ترے بے مر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو



چائیں چائیں جے کسے توں دل دیتے پچھوں لگتے رولن کرلان کاہنوں  
 ہینہ سکھنا ہر دے جے دے باجوں ہر دے منہ دے فیروزان کاہنوں  
 اوہری اپنی کھو توں چھٹ دے نین ہینہ اسی دی اپنی چھٹے کیوں  
 ایڈے بولیاں پے کے پچھتے کیسہ، سائوں لگے اوہی روکھن کاہنوں  
 مینوں میرے دہائی نے تھنڈا اے آگ لگے اجیسے یرانیاں توں  
 میرا دکھ نہیں جیڑا پچان جوگا، محرم بنے اوہ میرا ندان کاہنوں  
 کا ہدا عشق نبھان؛ وفا کا ہدی؛ مار نکراں سائوں جے پیا مرنا  
 پتھر بانٹو پیا ہر دی بوسے دستان، دیتے تیرے اسی بوسے تے جان کاہنوں  
 دے پتھرے دسدیاں ڈریں کاہنوں خرم باغ تے سنگیا بیتیاں نیں!  
 کسے ہر توں بھلیاں پو کیسا اسی؛ میرا آہنا شالا جسلان کاہنوں  
 تینوں جے مجال کہ آکھ سکیں اسی دلاں دے دے دے دے دے دے دے  
 ہر دیں توں اسی توں جے دلاں اندر، فیراکھاں توں لگن لگان کاہنوں  
 گلہ دے دی کچھ دا سجدائیں کدے دے دے قصور جے دیکھ تے سستی  
 جے توں اپنے آپ توں کچھ دے نہ، آپے دے دے دے دے دے دے دے دے دے  
 شکلی دے گھرے ہر باویاں لئی ایسہ لوہڑوی گھٹ گزار دانیں  
 چنٹھاں چنٹھاں دا ہر گیتوں توں سجن ہر دے اوہناں اوہری آسمان کاہنوں  
 جے جے ایو آزمان دی رسم کوئی جیسے کیسہ نیں ہر دستان والے  
 جسدوں دیری دی بکے جا فڈیوں لیندا پھرے میرا امتحان کاہنوں  
 تہاں آکھیا غیراں دے نال بلیاں ہو دے کاہنوں خیال بنامیاں!  
 تھی سچے اوجی باوا اسی جھوٹے ذرا فیسہ آکھو میری جان کاہنوں  
 مار بولیاں چاہنا ایں کہ کڈھنا نہیں غالبائے کوئی بھل ہر دی  
 بے مسر، بے مسر، پیا آکھ اوہنوں ہر دے کچھ کے اوہ مہربان کاہنوں



رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو  
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بتایا چاہیے  
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسیاں کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار  
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو



دُور دُراڑے چل کے رہے جیتے نہ کوئی ہو دے  
نہ سُنیے نہ آپ سُنائیے نہ کوئی گلیں جو دے

کندھ بُو ہے دی مُجھکی جاگ توں دُکھری لگی پائیے  
نہ کوئی آہنڈ گواہنڈے دتے چوکیدار نہ ہوئے

تا پ چڑھے تے پانی بچھن والا نہ کوئی لہتے  
مَر جاتیے تے نہ کوئی ساٹوں پٹ سیا پے روٹے

## رولیف (۵)



از مہر تا بہ ذرہ دلِ دِل ہے آئینہ  
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ



ہے سبزہ زار ہر درو دیوارِ غمگدہ  
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ

تا چار بے کسی کی بھی حسرت اٹھائے  
دُشوار ہی رہ دستِ مہرباں نہ پوچھ



سُوج توں لے فترہ ، ہر شے دل ، پر دل تے شیشہ اے  
چاہے کھوٹ تے ہیٹھاں اوتاں بُریل اگے شیشہ اے



جھوک غماں دی بُہے کندھاں ہریالی دے کھیتر  
جیہدی بہار لے رنج دی ، اوہدی پت جھڑ کچھ نہ بچھیں

تنگ آکے بے کیاں دی دی سُدھ سدا پال جائیے  
پسندھ پراٹے مہراہیاں دی کڑ کڑ کچھ نہ بچھیں

## رولیف (ی)



صد جسدہ رُو برو ہے جو شرکاں اٹھائیے  
طاقت کہاں کہ وید کا احساں اٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق  
یعنی ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے

دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے ختم  
اے خانساں خراب! نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رُسا نہ کیجئے!  
یا پردہٗ تبہم پنہاں اٹھائیے



سو سوزِ دپنیں مٹے جے پلکاں دا پردہ چکے  
ایسے جو گے کھٹھوں، پئے اکھیاں دا بھارا چکے

جھل بھٹتے دی چوگ بکھی اے کھنگر وٹیاں اُتے  
مطلب اے حالی بالائے دا ہور اڈھارا چکے

کنڈھ کالمے دے دین مے بھاروں ڈوگن بھار کھلتی  
لکھ نہ رہتے پر بھار سرے تے مٹ کسے دا چکے

یاتے میرے رشک دے پھٹ نول آپے نہ پئے بھنڈو  
یا گجھیاں مسکاناں دا چا آپے پردہ چکے





مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہتے  
 بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہتے  
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر  
 آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہتے  
 دے داداے فلک! دلِ حسرت پرست کی  
 ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہتے  
 سیکھے ہیں مر زخوں کے لئے ہم مصوری  
 تقریب کچھ تو ہوسر ملاقات چاہتے  
 مئے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو  
 اک گونہ بخودی مجھے دن رات چاہتے  
 نشوونما ہے اصل سے غالب فروغ کو  
 خاموشی ہی سے نکلے ہے حجابات چاہتے  
 ہے رنگ لالہ و گل و نسریٰ جدا جدا  
 ہر رنگ میں ہمار کا اثبات چاہتے  
 سراپائے خم پہ چاہتے ہنگامِ بخودی  
 رُوسوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہتے  
 یعنی یہ حسبِ گردشِ پیمانہ صفات  
 عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہتے



ہمیشہ مسیتے میخانہ رنداں دا ڈیرا ہووے  
 رجیوی اکھ بھر دتے تھتے میرا صاحب ہووے  
 ٹھکرے آپ ہوری دی دل دے بیٹے ہو رکھے نوں  
 قلم آخری کجھ نہ کجھ تے گھر نوں آؤندا ہووے  
 آسمان! دے شاہ ساٹھے دل سدھراں قہرے دی  
 کجھ تے تیرے دلوں ہوتیاں وائل تر ودا ہووے  
 ادھناں دے نئی بنے مضورہ مکھڑے جن جنھاں دے  
 بن طان نئی کوئی تے وچ وسیلہ ہووے  
 گھٹ لاکے عیشاں دا لالچ کیڑے گلونہ نوں  
 اکڑ جیسی بے سرتی دامینوں اٹھ پھسرا ہووے  
 جڑھ دے وچوں غالب پنگرن نغراں لیاں لیاں  
 چپ دے وچوں پھٹے جودی مطلب دل دا ہووے  
 دکھرا دکھرا رنگ گلاباں جنسیل بچسل کیاں!  
 سارے رنگ بہار نے ڈنڈے ایہہ رنگ پکا ہووے  
 منٹ شراباں دے پیریں ڈگنے مدہوشی ویلے  
 قبلے منہ ہوتے جے ہتھ دُعا دا چکیا ہووے  
 جہدوں صفات پیالہ اوہا گیارے دے وچ دیکھے  
 ذات شرابوں منٹ ہمیشہ عارف اوہا ہووے



بساطِ عجز میں تھا ایک دل، ایک قطرہ خوں وہ بھی  
 سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی  
 رہے اس شوخ سے آزدہ ہم چندے تکلف سے  
 تکلف برطرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی  
 خیال مرگ کب تکیں دل آزدہ کو بختے  
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زہیں وہ بھی  
 نہ کرتا کاش نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم  
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی  
 نہ اتنا بُرشِ تیغِ جفا پر ناز نہ مآؤ؛  
 مرے دریاتے جیانی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی  
 مئے عشرت کی خواہشِ ساقیِ گردوں سے کیا کیجے  
 لئے بیٹھا ہے اک دو چار جہاں وارثِ گوں وہ بھی  
 مرے دل میں ہے غالبِ شوقِ وصل و شکوۂ ہجر  
 خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی



مان غریب اک دل ہسی ، لہو دا تہکا اوہری  
 چرخن کیے رہندا اے ہن پتھ ٹنگیا اوہری  
 اوس اتھرے توں سبے کنوڑے کچھ دن جھوٹی مڑی  
 سچ آنکھوتے جھٹل پٹاسی اینویں ساوا اوہری  
 موت تے دچار کردوں درچاندی دل درواں مائے نوں  
 میسری سدھ ستر پھیا ہی پیا امید نکلوا اوہری  
 چنگا سی کڑلاٹ نہ پاندا ، سنگیا کیر سن ، ساراں  
 گھٹیاں پیڑاں وچ وادھے دا مٹھ پیا بھجدا اوہری  
 غم کٹاری کاٹ کڑی ، ایذا مان کریں نہ  
 میرے تلیو مچھ سمند دے رت اچھالا اوہری  
 آسماناں دے ساتی توں کیرہ موج شراباں ننگو  
 نئی بیٹھا اے ست پایلے اک اک مودھا اوہری  
 ہکت ملن دی جبر جھرانے غالب سینے ڈتے  
 بل پیند تے رہا اوہنوں ایسوی دسدا اوہری



ہے بزمِ مبتاں میں سخنِ آزر وہ لبوں سے  
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامدِ طلبوں سے

ہے دورِ قسح و جبرِ پریشانیِ صہبا  
یک بار لگا دو ختمِ مئے، میرے لبوں سے

زندہ ان درِ میسکہ، گستاخ ہیں زاہد  
ز قہار نہ ہونا طرف، ان بے اولوں سے

بیدارِ وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر  
ہر چند مری جان کو تھا ربطِ لبوں سے



محبو باں دی محفل وچ گل مُنہ نہ لاندی ہوٹھاں نوں  
اکت پتے آں دیہندے دیہندے ایڈے بل بل ٹنگتاں نوں

ٹھوٹھا ٹھوٹھا ڈنڈیاں کھنڈے طبع شراب نہانی دی  
اکے ڈیکے مٹ شراباں میسو میرے ہوٹھاں نوں

میخانے دے بوجے ڈھکے برند ملاں بڑبولے نیں  
دیکھیں کہہ کرے مُنہ نہ لائیں توں ہیٹاں لنگ لٹھیاں توں

عشق ہریندا ڈٹھا ہو گئی آخر نوں اللہ بیل  
بھاویں کیڈا جان میری نے جاتا بیل ہوٹھاں نوں



تاہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا  
سُن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالب ترا احوال سنا دیں گے ہم اُن کو  
وہ سُن کے بُلا لیں یہ اجبارہ نہیں کرتے



گھر میں تھا کیسا کہ ترا غم اسے غارت کرتا  
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر ہو ہے



تاں جے سانوں گل کرن دی کوئی دتھ نہ نتھے!  
سَن چُھڈ دے نیں بجاویں ساڈا ذکر اذکار نہیں کر دے

غالب تیسرا دُکھ سُکھ اوہناں اگے تے بار دئیے  
سُن کے سَدن تینوں، ایہدا ٹھیکہ یار نہیں کر دے



مُجھکے اپنے کہہ سی، عشق تیرا جتھوں دُجان دُجان دے دھیان لگدا  
سَدھراک اُسار اُسا سنے وی جیڑی جیویں تہیسی اہسے وانگراں ہے





غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سراٹھانے کی!  
 فلک کا دیکھنا تقریب تیسرے یا دوا آنے کی  
 کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب  
 قسم کھائی ہے اس کا فزنی کاغذ کے جلانے کی  
 بیٹنا پر نیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے  
 دے مشکل ہے حکمتِ دل میں سوزِ غم چھپانے کی  
 انہیں منظور اپنے زنجیروں کا دیکھ آنا تھا!  
 اٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی  
 ہماری سادگی تھی اتفاقاتِ ناز پر مرنا  
 ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمسید جانے کی  
 لکد کو بے حواث کا تحشل کر نہیں سکتی  
 مری طاقت کہ تھی ضامنِ جوتوں کے ناز اٹھانے کی  
 کہوں کیا خوبی اوضاحِ ابنائے زماں غالب  
 بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہائیک



حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی  
 دل جو ششِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی  
 اس شمع کی طہرح سے جس کو کوئی بجھا دے  
 میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغِ ناتمامی



جے دُنیا دے دُکھ کدی دیندے ساہیاں سرخیاں ہیاں  
 آسمان دُل نکلیاں نکلیاں یاداں تیرے جان دیاں  
 رُبا میری چھٹی دے مطلب دا کیسہ چاٹن ہو سُو  
 دوزخ جانے کسماں کھا لیتاں نیں دُرق جیساں دیاں  
 ریشم پٹ دے پتے آگ دی لب دُلیشن سُو کھا اے  
 مشکل کاراں عسَم دی دھوئی سینے وِچ لگان دیاں  
 اندروں پھسل کے اپنے پھٹراں نوں اوہ دیکھن چلیا سی  
 پھیلاں دُل ٹرن، چپترہ آسیاں، عذر بہانے پاں دیاں  
 اسیو ساد مرادے ساں رتے مُردے رنگ آلاں تے  
 ایسہ کیسہ آ یوں، آؤندیاں اڈیا، ٹریاں گلاں جان دیاں  
 ہن تے جگ آقاں چھڑیاں برتے جھٹن جگ نہیں  
 میری ہمت نوں سُن شریاں اوہ دے نخرے چان دیاں  
 ویلے دے پتراں دے دوتا دے غالب دُڈیا کیسہ !  
 اوسنے دُکھیا جھٹوں سریاں چلیاں دُودھ پکان دیاں



ہتھ حصول وصولوں دھو لہ، سدھراں تے نیں ورتی دا  
 دل دی پنجواں دے ہڑھ اندر بیٹا ڈہتی سامی دا  
 اوہ دیوے دی جی جھٹوں پکڑ مار جھانڈے نیں  
 میں وی جھٹے ہو یاں دانگوں چوہ آں لکڑی دا



کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا مکان ہے  
 جس میں کہ ایک بیضہٴ مود آسمان ہے  
 ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے  
 پر تو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے  
 حالانکہ ہے یہ سیلِ خوار سے لالہ رنگ  
 غافل کو میرے شیشے پہنے کا لگان ہے  
 کی اس نے گرم سینہ اہل ہوس میں جا  
 آدے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے  
 کیا خوب تم نے غیب کو بوسہ نہیں دیا  
 بس چُپ رہو، چمکے بھی مُنہ میں زبان ہے  
 بیٹھا ہے جو کہ سایہٴ دیوارِ یار میں  
 فرمانروائے کشورِ ہندوستان ہے  
 ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا  
 کس سے کہوں کہ داغِ جگر کا نشان ہے  
 ہے بارےٴ اعتمادِ وفا داری اس قدر  
 غالبِ اہم اس میں خوش ہیں کہ نامہ زبان ہے



ایڈا سوٹا ساوٹے مویاں مکتیاں کان مکان اے  
 جس دے اندر کیرٹی دا اک آئڈا دی آسمان اے  
 تیرے عشق سوادوں کن پسا را پڑھدا جاندا  
 سوڑج دے لشکریاں پاروں دتے اندر جان اے  
 گل تے اینج اے بھنگری ستاں سہ سہ لالو لال اے  
 دل دے شیشے وچ شراب اے غافل کئے گان اے  
 ہوچھے دے بر فیصلے سینے اندر نگہا ہویا  
 کیوں بھاوے نہ اوہنوں ایہہ ٹھنڈا ٹھار مکان اے  
 اشکے اکھو غمیسہ کئے نوں منہ نہیں تساں چمایا  
 ایتھے ای زوہ ساوٹے دی تے مڑ دے وچ زبان اے  
 دلداراں دی کندھ پڑھیاویں جیہڑا ریا بیٹھا  
 ہند ولایت اندر چلدا ایہدا ای فرمان اے  
 دکھاں گچھ لیا اے مڈھ حیاقی دا وی ایجھوں  
 بکھنوں دستان اوسے اسی جگرے واسل نشان اے  
 ساوٹے عشق سچے اتے اوہنوں مان بڑا اے  
 غالب سانوں خوشیاں نے اوہ بھادیں آسداں اے



درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے  
 کیا ہوئی غلام تری غفلت شعاری ہائے ہائے  
 تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ  
 تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے  
 کیوں مری غمخواری کا تجھ کو آیا تھا خیال  
 و دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے  
 عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا  
 عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے  
 زہر لگتی ہے مجھے اب دہرائے زندگی  
 یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے  
 گل نشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا  
 خاک پر جوتی ہے تیرسی لالہ کاری ہائے ہائے  
 شرم رسوائی سے جا چھینا نقابِ خاک میں  
 ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے  
 خاک میں ناموس پیمانِ محبت بل گئی  
 اٹھ گئی و نیسا سے راہِ درسم یاری ہائے ہائے  
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا  
 دل پہ اک لگنے نہ پایا زخیم کاری ہائے ہائے  
 کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ بنگال  
 ہے نظرِ خود کردہ اختہ شہاری ہائے ہائے  
 گوشِ مجبورِ پیام و چشمِ محرومِ جمال  
 ایک دل تیرے یہ نا امید داری ہائے ہائے  
 عشق نے پکڑا نہ تھا غالب! ابھی وحشت کا رنگ  
 رہ گیا، تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے



میرے دردوں ہتھکوں ہو یوں تسلیم نہیں ہاتے ہاتے  
 کھٹے کھٹے بے درد تیری بے پرواہی ہاتے ہاتے  
 تیرے دل توں جے کرنیں سی جگر دکھ آزاروں دا  
 فیر بھلا توں بنیوں کاہنوں میرا رزوی ہاتے ہاتے  
 میرے درد و راک دی کاہدی سنجنا تینوں جیتا سی  
 ڈیر کا گئی اپنی تیری میری یاری ہاتے ہاتے  
 لگیاں دی کج رکھن دا بھادیں سی عہد حیات دا  
 یار حیات دی تے کھٹے ایڈی ہنڈوی ہاتے ہاتے  
 سوہرا لگدا مینوں دانہ پانی ایس حیات دا  
 کیوں جے ایسے تیرے نال نہ کیسی خنگی ہاتے ہاتے  
 ندپ ویالیاں لغراں توں کرے پھل کیڑی رت کھا گئی ہے  
 ہن ڈھیری تے بیگانے پھلتاں دی ڈھیری ہاتے ہاتے  
 بدنامی توں چھپے کے لکھیا مٹی کے گنڈھجے توں  
 اچے کسے نہیں عشق ہو راں دی گل کپانی ہاتے ہاتے  
 لگیاں دی کج مٹی سے وچ رٹ کے مٹی ہو گئی اسے  
 ریت پریتاں دی ہن سامے جگ توں اڈی ہاتے ہاتے  
 تیخ دھنی دا ہتھ ای کتوں گیا گواچا ہو یا جے  
 دل تے رگ دی کم دا پھٹ نہ لگا حالی ہاتے ہاتے  
 ادھ کٹے تے کیوں کٹے برساتاں وچ نھیری رات  
 جیڑی اکھ رہندی اے راتیں تاسے گئی دی ہاتے ہاتے  
 کن وچھڑے سکھ سنیتوں تے اکھ دا بلی ندپ سر توں ہے  
 کھلے دل دی کیڑی کیڑی آس گواچی ہاتے ہاتے  
 غالب عشق ہے دی نہیں سی دگیا رنگ شہائیاں ہے  
 ہوئے ہوئے دی جھکھ ادنویں دل توں لکھ گئی ہاتے ہاتے



سُرسشتگی میں عالم ہستی سے یاس ہے  
تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبہر  
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجئے بیاں سرورِ تپِ غم کہاں تلک  
ہر مٹو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانہ خوف  
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب  
اس بے غمی مزاج کو گرمی ہی اس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرفِ اسد  
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگلِ اُداس ہے



عشق پوراڑے، جگ لہجاتی دُتوں دی مایوسی اے  
دیو مبارک مشکھاں تائیں، اُس مرن دی لگ پئی اے

اوہ میرے سیلانی دل دی سادکدی وی لیندائیں  
حالی تیکر بھل اے اوہنوں، میرا دل میرا ہی اے

بکھتوں تیکر گل اُڑاے تاپ غماں دے نشیاں دی  
اک اک وال بدن تے جیویں جیہہ شکرانے کر دی اے

زوپ گمانوں اوہ بچالی والی قدر پھلنے نہ  
بھادیں اوہے کول کسے دا دل انصاف دھامی اے

چن دی رات شراب لے جتی کو تینوں، پیتی جا  
بنم روگ طبیعت نوں بس گرمی بندھی پیندی اے

اَسَد اللہ، ہر دُتوں تائیں ہندے بھاگ نیں داسی دے  
دیکھو مجنوں مر یا جے تے جنگل گور اُداسی اے





گر خامشی سے فائدہ اخذائے حال ہے  
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے  
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا نگہ  
 دلِ فردِ جمع و خرچِ زباں ہائے لال ہے  
 کس پر دے میں ہے آئینہ پرداز اسے خدا  
 رحمت: کہ عذرِ خواہ، لبِ بے سوال ہے  
 ہے ہے! خدا نخواستہ وہ اور دشمنی  
 آئے شوق، منفعل! یہ تجھے کیا خیال ہے  
 مشکیں لباسِ کعبہ، علی کے قدم سے جان  
 نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے  
 وحشت پہ میری عرصہٴ آفاق تنگ ہے  
 دریا، زمین کو عرقِ انفصال ہے!  
 ہستی کے مت فریب میں آجائو اسد  
 عالم تمام حلقہٴ دایمِ خیال ہے



تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھو دکھو دے پوچھو  
 حذر کرو مرے دل سے کس میں آگِ دبی ہے  
 دلا! یہ دردِ عالم بھی تو مفتنم ہے کہ آخر  
 نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے



جے کر چپ وار یک لکانا گلاں جے  
 شکرے میریاں گلاں، سمجھوں اچیاں جے  
 دل پھولن دی سدھر بکھے جا بھڑے  
 دل دے کھاتے نریاں گنگیاں جیجاں جے  
 حوا، کیرے گھنڈ وچ شیشے دیندے او  
 بخشو جا، معذور ہاں تے مہراں جے  
 رب ہنیر کرے نہ، اوہ، تے دیر کرے  
 ہارے شوق نوں پچھو ایہ کیہ سچیاں جے  
 کہے ہنک علی دے پیراں دا حدتہ  
 ناف ہرن دی تیں ایسا ناف زیناں جے  
 جھل ہوا دے گھوڑے جگ دئی جوہ سوڑی  
 مست سمندر، شرم تریلی دھرتاں جے  
 اسد اللہ جی ! ہونڈ ولادیں آؤنا نہ  
 سارا جگ پسارا، دہم گلاواں جے



کیہ مینوں تار نہیں تیرے تے، اس گل دے پھولن پھولیں نہ  
 بچ میرے دل دے یکے توں ہن دین دے تباں آگلن توں  
 دکھ درد غنیمت جان ولا، اوہ ویلا دی آجانا اے  
 نمک جانے روئے فجراں دے تیں لیجئے ہوئے آتاں توں



ایک جا حریفِ وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا  
 ظاہر کا غز ترے خط کا غلط بردار ہے  
 جی جلے ذوقِ فنا کی ناقصی پر نہ کیوں؟  
 ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتشبار ہے  
 آگ سے پانی میں بجھتے وقت، اُٹھتی ہے صدا  
 ہر کوئی در ماندگی میں نالہ سے ناچار ہے  
 ہے دہی بدستی ہر ذرہ کا خود عشقِ خواہ  
 جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے  
 مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی  
 زندگی سے بھی مزاجی ان دنوں بیزار ہے  
 آنکھ کی تصویرِ سرنامہ پہ کیسبھی ہے کہ تا  
 تجھ پہ کھل جائے کہ اس کو حسرت دیدار ہے



پینس میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے  
 کندھا بھی کساروں کو بدلنے نہیں دیتے



اکوٹھاں سی لکھیا لفظ وفا دا اوہری آڈیا  
 صاف ورق چٹّی والگدا، کتھی نہیں نہیں دیندا  
 کیوں نہ سینے بجان بڑھے آدھکڑ چس فلتے  
 سڑتیے نہ، بجادیں ساہواں والہ بو آگ دسیندا  
 پانی اندر ٹھنڈی آگ پی ساڑ دے والگدھی  
 بھجیاں بھجیاں ہر کوئی کوکھاں چکیاں دے میندا  
 اوہو دتے دتے دی مستی دا بھگتن ہارا  
 فرشتوں عرشاں توڑی جس دا روپ نشے دتیندا  
 یاد کرانہ مینوں "سانوں آہندا نہیں چند اپنی"  
 اپنی چند وٹوں دی ہن تے دل پیا جان بچھیندا  
 سرنازیں دے تھلے کھلی اکھ دی شکل آہی  
 تاں جے تینوں جتے ایوی درشن بھکھ رکھیندا



ڈولی بیہ کے اوہ جہد میری گلیوں لنگدے نیں  
 موڈھا دی نہیں پر تن دیندے چار کماراں نوں



مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تنہا ہے  
جسے کہتے ہیں نالہ، وہ اسی عالم کا اعتقا ہے

خزاں کیا، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسمِ ہر  
وہی ہم ہیں، قفس ہے اور ماتمِ بالِ دپر کا ہے

وفائے دلبراں ہے اتفاقی دردِ اے ہمد  
اثرِ فریادِ دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

نہ لائے شوخیِ اندیشہ، تابِ رنجِ نو میدی  
کعبِ افسوسِ مٹنا، عہدِ تجدیدِ تمنا ہے



میری جان گراں حیرانی دا، چتھے آساں ڈیرا ستیا اے  
 چنوں اکھن پنجھی ہو کے دا اوہ ایسے شہر نہ لہجدا اے

کیہ پت جھڑتے کیہ چیت سے بھاویں کیڑی رت آجاتے  
 اوہ ہردم ساڈا، اوہ ہر پچا ہی اے، اوہ پٹنا کھبر لائے دا اے

جے کرن وفادہر کہہ مرے ایہہ گل تقدیری اے، نہیں تے  
 لاچار دلاں دیاں فریادیں کمر چیر کسے من پایا اے

اوس اتھری یاد توں آکھ دیو نہ جھلے وردن آساں دے  
 ایہہ تلیاں تلیاں ہر کہہ دیاں آساں دا دھسا گاؤٹیا لے



رحم کر ظالم کہ کیسا بُردِ چراغِ کُشتہ ہے  
 نبضِ بیمارِ وف، دُودِ چراغِ کُشتہ ہے  
 دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں  
 دردِ نیاں بے رونقی، سُودِ چراغِ کُشتہ ہے



چشمِ خواباں، خامشی میں بھی نرا پرداز ہے  
 شرم تو کسے کہ دُودِ شعلہ آواز ہے  
 پیکرِ عشاق، سازِ طابعِ ناساز ہے  
 نالہ گویا گردشِ ستارہ کی آواز ہے  
 دستِ گاہِ دیدہ خونبارِ مجنوں دیکھنا  
 یک بیاباں جسلوہ گل، فرشِ پانداز ہے



ترس کریں بے ترسا کہہ اے ہستی نہجے دیوے دی  
 نبض و فادے روگی دی جیوں دھونی نہجے دیوے دی  
 دل توں آہرے لان دی اچھیا سا نوں تندی ہندی ہے  
 جے نہ آہرے لگے پخت ہندی نہجے دیوے دی



دلبر دی اکھ چُپ چپتی دی پئی گئیں مچدی اے  
 کجلا دتے جیویں بول بلاڑے مچ دی دھونی اے  
 عشق دی جوگ کماے جیہڑا، بختوں براگی اے  
 ڈیکاں، اکھ گرو دش تھتے تارا دوسے دہائی اے  
 بختوں دی رت روندی اکھ دا اید کمال دی اکھیں دیکھ  
 رڑے بریتے جیدھر دیکھ پھٹاں چادر دہجی اے





عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی  
 میری وحشت، تری شہرت ہی سہی  
 قطع کیجے نہ تعلق، ہم سے  
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی  
 میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی  
 اے وہ مجلس نہیں، خلوت ہی سہی  
 ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے  
 غیبر کو تجھ سے محبت ہی سہی  
 اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو  
 آگئی گز نہیں بغفلت ہی سہی  
 عمر ہر چند کہ ہے برق خدام  
 دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی  
 ہم کوئی ترک و وفا کرتے ہیں !  
 نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی  
 کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف  
 آہ و فغاں کی رخصت ہی سہی  
 ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے  
 بے نیازی تری عادت ہی سہی  
 یار سے چھینڈ چلی جائے اسد  
 گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی



مینوں عشق نہ ہو یا، جھل کھلاراستی  
 میسدا جھل کھلاراستی تیری چرچاستی  
 ساڈے نالوں لگت لگاتے تروریں نہ  
 کجھ دی نئیں تے بھلیا اٹ کھڑکاستی  
 میرے ہوتیاں تیری کیسہ بدنامی اے  
 محفل دے وچ نئیں تے بھادیں کلاستی  
 اسی دی کوئی جان اپنی دے دیری نئیں  
 دیری کیسدا تیرے آتے مریاستی  
 اپنی ہستی پاروں ہر دے جو ہر دے  
 جے نہ لیتے، اپنا آپ گواچاستی  
 بھادیں بھلی گھوڑے چڑھی حیاتی اے  
 دل نوں رت ڈوہن دا اگوں جھکاستی  
 اسی بھلا کوئی لگیاں چھدن ولے آں  
 نہ سہی عشق سبتا، کجھ خدا باستی  
 آسمانا بے عدلا! کجھ توں دی دیندوں  
 ہر کے، ہاڈے نسا یاداں دا ویلاستی  
 اسی کدی دی آگوں سر نہ چکائے گے  
 بے پرواہیاں تیسدا کتھ وسیباستی  
 سبناں نال استدا اللہ اٹ کھڑکاستی  
 جے نئیں میل ملاپ اوہناں دی بچھیاستی



ہے آرمیدگی میں نگو ہش بجا مجھے  
 صبح وطن ہے خندہ دندان نما مجھے  
 ڈھونڈے ہے اس معنی آتش نفس کو جی  
 جس کی صدا ہو جسدہ برق فنا مجھے  
 ستانہ طے کروں ہوں رب وادوی خیال  
 تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے  
 کرتا ہے بسکہ باغ میں ترے حجابیاں  
 آنے لگی ہے نگہت گل سے حیا مجھے  
 کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ  
 شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے



زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب  
 ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے



لکھی تان لکھی تے ستیاں وارہ پھٹکاں مینوں  
 دھمکی دیس میرے دی ہنس ہنس کدھدی دُندیاں مینوں  
 اگ آلاپ سُرلا راگی انجدا لہجدا پھرناں  
 جسدیاں تاناں مارن پتیاں طوروں ہٹکاں مینوں  
 مستی دے ہٹکلاٹے سوچیاں گھائی ٹردا جاناں  
 تان جے پرت کھلواں تے نہ بُجھن راہواں مینوں  
 باغ اندرتوں اینج گھنڈ لاء کے ننگ پننگا دتیں  
 پھل دی تشبو دتوں دی ہنس آئیاں شرمیاں مینوں  
 کہنوں میسدا حال دے دا ہتھوں تیکر کھلدا  
 جیہڑے آپ نکیمڑے بھنڈیاں ادہاں شغراں مینوں



غالب جے کرا یسے دا ہے ننگھ حیا تی جانی  
 یاد آیا تے کیسہ آکھاں گے ساڈا دی رب ہے سی



اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے  
 بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے  
 دل ہی تو ہے سیاستِ دریاں سے ڈر گیا  
 میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کئے  
 رکھتا پھر دل ہوں خرقہ و سجادہ رہا کئے  
 مدت ہوئی ہے دعوتِ آبِ دہوا کئے  
 بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمرِ خضر  
 حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے  
 مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں گے اے نسیم  
 تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے  
 کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عقد  
 کس دن ہمارے سر پہ نہ آدے چلا کئے  
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہر یہ خور کہیں  
 دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کئے  
 ضد کی ہے اور بات مگر خو بُری نہیں  
 بھولے سے اس نے سیکڑوں وعدے دفلا کئے  
 غالب تمہی کہو کہ لے گا جواب کیا  
 مانا کہ تم کہہ کئے اور وہ سنا کئے



اوہدی محفل اندر میٹھوں گھنڈ نہیں جانے دے کیہتے  
 جکیا ساں میں بھاویں لوکاں سینتر چارے کیہتے  
 ہسی جھپوں دل نا، راکھے دی پھٹکاروں جھنولیں  
 میں جاندا ساں؛ بوہولیں باہج صدائوں ڈروے کیہتے  
 گر دی کراں کلاں اگے رکتے مصلا لئی  
 چرتوں چیت پڑے تے پانی میں نہیں کھتے کیہتے  
 دا بجی جاندا ہی اسے بھاویں تے خضر حیاتی ہودے  
 آپ ہوری دی کل آکھن گے کیہہ کیہہ کرنے کیہتے  
 مٹی نوں ترفیق جے ہودے، ایمنوں پچیاں مویے  
 توں اٹل خزانے موتی ہمیرے رکھتے کیہتے  
 کیہڑے دن نہ دیری ساڈے بہرتے پوئے بالے  
 کیہڑے دن نہ بہرتے آسے لٹے ساڈے کیہتے  
 غیبراں دی بہنی دی کدھرے مار نہ فرجی ہوسو  
 آپے آج چھاندا مکھڑا، آج نہیں ترلے کیہتے  
 اڑی پھڑی دی دکھری گل اسے، اُنچ دباروں چنگا  
 جھل جھلکھے اوہنے رکتے وعدے پورے کیہتے  
 غالب، آپے دوست خاں تینوں کیہہ پرتاوا لکھنا  
 منیا توں دی آکھ لیا، کن ادس دی ایدے کیہتے



رفتارِ عمر قطعِ رو اضطراب ہے  
 اس سال کے حساب کو برقِ نقاب ہے  
 مینائے مئے ہے سرو، نشاطِ بہار سے  
 بالِ تذرو، جلدِ موجِ شراب ہے  
 زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا  
 نے بھاگنے کی گون، نہ اقامت کی تاب ہے  
 جادادِ بادہ نوشی زنداں ہے ششِ جہت  
 غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے  
 نظارہ کیا حریف ہو اس برقیِ حسن کا  
 جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے  
 میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں  
 مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کا میاب ہے  
 گزرا اسد، مسترب پیغامِ یار سے  
 قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے



روہڑ حیاتِ دی اے جیویں روہڑ خیال چتاہاں  
 جے سورج بجلی ہووے تے آوے دھارِ حساباں  
 چیت سمے دے نشیوں جاپے سرُو شرابِ صراحی  
 کھنڈ چکوری دا بھسیہ مارے جیویں پھلِ شراباں  
 پکے پیرا دے، دے پیدیاں دی آڈی پاٹی  
 نہ دُس نئیں بھجتن تے نہ ہین کھلونوں تاہاں  
 سارا جگ میخوڑاں وی جاگیر، شرابِ بھنڈارا  
 عقلوں آتھے دیکھن وی تے جگ تے بھیرِ شراباں  
 اوہدے روپ دی بجلی دا لشکارا کینہ اکھ جھلے  
 پھل بوٹے پھسواڑی جبرے اوہدے مکھ نعاہاں  
 میں بد بخت دے نوں اپنے کیویں چا ورجاواں  
 نظراں تیرے مکھ تے بھیرے ہور وی دیکھن خواہاں  
 اسد اللہ، مینوں دلبر دے سنے سرورِ نیتیں دتا  
 قاصدِ دُلوں مار لیا اے مینوں کُشکِ غذاہاں





دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاتے ہے  
 میں اسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جاتے ہے  
 ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گرا اندیشے میں ہے  
 آگینہ تندی صہب سے گھلا جاتے ہے  
 غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے  
 گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جاتے ہے  
 شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جاتی ہے  
 دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاتے ہے  
 دُور چشم بد، تری بزم طرب سے واہ وا  
 نغمہ ہو جاتا ہے، واں گرا نالہ میرا جاتے ہے  
 گرچہ طرب تغافل پر وہ دایرہ راز عشق  
 پر ہم ایسے کھوتے جاتے ہیں کہ وہ پا جاتے ہے  
 اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجوریاں  
 مثل نقش مدعائے غیسر، بیٹھا جاتے ہے  
 ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا  
 رنگ کھلتا جاتے ہے جتنا کہ اڑتا جاتے ہے  
 نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں  
 کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچتا جاتے ہے  
 سایہ میسر اچھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد  
 پاس مجھ آتش بجاں کے بس سے بیٹھا جاتے ہے



دیکھو کیہ تقدیر کھنٹی اپنے تے رشک آجاندا  
 میں اوہنوں دیکھاں میں ایسے تے میسوں نہیں ڈٹھا جاندا  
 دل و توں ہتھ دھوئے جیکرا ایہو سیک نہیں فکراں دے  
 کوڑے پانی دا کٹا جھیسہ شیشہ پگھرا جاندا  
 غیبراں توں اوہ رہا کیوں ہشکائے گستاخی توں  
 شرم جیسا جے آدی جاسو، گل کرنوں شرما جاندا  
 اوہر حال جھٹھے دی اے، ہر ویلے پے ہو کے بھرتے  
 ایدھر حال دے دا ایہو دے، ساہ لیندا، دل ڈٹھا جاندا  
 مرچاں کیوں نہ واراں تیسری بھدی گوندی محفل توں  
 جتھے گوئن کلی بن جاتے، ہوکا جے میسرا جاندا  
 بھاویں دانگ گواچیاں بیہ کے عشق دا بھیت لگانے ہتے  
 ایٹھے اسی گواچے آں، اوہنوں سب کجھ لہجدا جاندا  
 اوہدی محفل دے سن رونق میسلے دل دکھال پھنڈیا  
 غیہاں دی من مرضی واسے نقش جیہاں نہیندا جاندا  
 ہو کے عاشق یار پری ٹکھہ ہور ٹوکا بن بیٹھا  
 پھیردا جاندا اے رنگ جیویں جیویں اڈیا جاندا  
 مان بھرے دا نقش موصوہ نال دی شوخی کروا اے  
 کیویں کچھتے، چنساں کچھتے اوناں اوہ کچھدا جاندا  
 اسدا لہندا، پڑجھاواں میسرا میسوں بچے دھوئے انگوں  
 بلدی آگ دے کول کہے کولوں دی نہیں بیٹھا جاندا



گرم فساد رکھا، شکل نہالی نے مجھے

تب اماں ہجرت میں دی، برویلیالی نے مجھے

نسیہ و نقبہ دو عالم کی حقیقت معلوم

لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرتِ آرائی و حسد ہے پرستاری و تم

کر دیا کافہ ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا بے پردہ بالی نے مجھے



ہیٹھ، دچھائی مورت، چاہڑے تافریاداں مینوں  
 انج وچھوڑے وچ بچایا، پوہ ویاں راماں مینوں

نقد و نقد تے ہاڑی سونی دونویں منڈیاں بچٹیاں  
 آپ خرید لیا اے میتھوں میریاں ہمتاں مینوں

سودج چھڈ کے کرناں بچڑنا، وہماں مندر وڑنا  
 دین اسلاموں کڈھنا ایساں دہی کرشناں مینوں

مچل ویاں بریجیاں دا سوچاں اندروی دھڑکو نتھا  
 انج دی عیش کرائی کھتے کھمب کھمب اٹاں مینوں



کارِ گاہِ ہستی میں لالہ داغِ سماں ہے  
برقِ خرمنِ راحت، خونِ گرمِ دھماں ہے

غنچہِ تاشگفتن ہا، برگِ عافیت معلوم  
بادِ جودِ دلجمعی، خوابِ گلِ پریشاں ہے

ہم سے رنجِ بیتابی کس طرح اٹھایا جائے  
داغِ پشتِ دستِ عجزِ شعلہِ شسِ بنداں ہے



آگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہِ غالب  
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے



جگ دے میلے لالے دے پھل پتے سل سراپہ جے  
 سکھ چٹیاں کھلوارے، بجلی، بِلدا سٹو ہالی دا جے  
 کلیاں دی نیں کھڑ دیاں تیکر، سکھ دی پتی بھجی نہیں  
 بھادویں اندوں کٹھا اے پر پھل دا خواب کھلارا جے  
 بے چینی دے دکھاں دی پنڈ ساھتوں یار چکیوے نہ  
 داغ دی کنڈ لوائی بیٹھا، لمباں دے منہ تیلہ جے



کنڈھاں پوہریاں اُتے غالب گھاہ بوٹے پے لہکن  
 آپ اسی پے ریٹر رُلدے، ساڈے گھر یں باراں



سادگی پر اس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے  
 بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے  
 دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کسا  
 میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
 گرچہ ہے کس کس بُرائی سے ولے با ایں ہمہ  
 ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس مغل میں ہے  
 بس ہجومِ ناامیدی! خاک میں بل جاتے گی  
 یہ جو اک لذت ہماری سعیِ لاحاصل میں ہے  
 سبج رہ کیوں کھینچتے ، داماندگی کو عشق ہے  
 اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم، منزل میں ہے  
 جلوہ زارِ آتشِ دوزخ ، ہمارا دل سسی  
 فتنہ شورِ قیامت کس کے آبِ دِگل میں ہے  
 ہے دل شوریدہ غالب ، مسلم بیچ و تاب  
 رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے



اوہ بے بھول پنے تے مرتیے، دل دی ڈاڈھی مرضی اے  
 پیش نہ جاتے فیہ آج خوئی دے ہتھ آگئی برہی اے  
 دیکھو رس گفتاراں دا جیہ سڑی دی گل اوہنے کیتی  
 مینوں اینویں لگے، اکھاں ایہوی میرے دل دی اے  
 بھادیں کیرہ کیرہ بھیسڈ نہ لگن متھے میرے، تاں دی تے  
 میری گل اے میتھوں چنگی اوس پرھے وچ ہندی اے  
 مایوسی توں چند بھڈاؤ، نسیں تے مٹئے رُل جانی  
 اوہ جیہڑی اک اپھل جیسی نس بھج وچ لذت ہندی اے  
 رُہ دی بٹی پھکے کاہنوں، ہنہن دے سر شاہشے  
 جیہڑا پیسہ نہ چکیا جاندا اوہ منزل دا راہی اے  
 دوزخ دی آگ دا گھلوارہ ہے دے ساڈا دل بھادیں  
 حشر دیاں گڑ گج بلاواں، گوئی کس دی مٹی اے  
 غالب دا دل وہماں پھنڈیا، منتروہم دروے دا  
 آس اپنی تے رحم کما تیں، پھس گئی ڈاڈھی اوکھی اے





دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی  
 دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی  
 شق ہو گیا ہے سینہ خوشالذتِ فراق  
 تکلیف پر وہ داری زخیم جگر گئی  
 وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کساں  
 اٹھتے بس اب کہ لذتِ خواب بھر گئی  
 اڑتی پھرے ہے خاک مری، کوئے یاریں  
 بارے اب اسے ہوا ہو بس بال و پر گئی  
 دیکھو تو دلِ فسرِ بی اندازِ نقش پا  
 موجِ خرام یار بھی کیا گل کتر گئی  
 ہر لہو اس نے حسن پرستی شعار کی  
 اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی  
 نظارے نے بھی کام کیا داں نقاب کا  
 مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بھر گئی  
 سرداد دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا  
 کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی  
 مارا زمانے نے اسد اللہ خاں تمہیں  
 وہ دلو لے کساں؟ وہ جوانی کدھر گئی؟



دل توں ہندی نین کشاری دوج کلیجے لیہہ گئی  
 دواں گھراں توں اک دکھالی راضی کر کے یہیہ گئی  
 دھن سٹاؤ دھوڑے والے، سینے پاڑ کرارے  
 پھٹ جگر دے سانجھن دی وی کھچل گمروں لیہہ گئی  
 گبھرو راتاں مست شراباں، لور خمار ہی کتھے  
 جاگو، فہرے خواب نشے وی پیگھ ہلار لیہہ گئی  
 ہن تے میری دھوڑ وی اڈدی پھر دی یار دوارے  
 بھلا کرے رب پریاں دا کیہ تھوڑ پراں دی زہ گئی  
 دیکھ زرا اوہ پیر کھرا راہیاں توں سینتر مارے  
 ٹور پیارے دی چھل کیڈی دے کلیاں دی شہہ گئی  
 نظراں پاٹے ہوچھے وی ہن حسن دی مالا جہدے  
 اکھ شجا کھی رکھن والے لوکاں دی نگ دھبیہ گئی  
 دیکھنیاں دی جا کے اوتھے سگوں قاتاں لائیاں  
 ہر کوئی دیدن نشے دی پھنڈی تیرے مکھ تے پھسہ گئی  
 آوندے جانڈے دن دی ساتوں زہ گئی سارنہ اصلوں  
 کل جیدوں توں ٹریوں اڈیا کیڈی آخر دھیسہ گئی  
 دیلے تینوں مار لیا اسے اللہ خان جوانا !  
 کتھے جہش جوانی، کتھے آپ جوانی زہ گئی



تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر بے  
 خورانِ خصلہ میں تری صورت مگر بے  
 اپنی گل میں مجھ کو نہ کر دفنِ بعدِ قتل  
 میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر بے  
 ساقی گری کی شدم کرو آج ورنہ ہم  
 ہر شب پیاسی کرتے ہیں مے جس قدر بے  
 تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم  
 میرا سلام کہیو اگر نامہ بُرے  
 تجھ کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا  
 فرصت کشاکشِ غمِ نہاں سے گرے  
 لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں  
 مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر بے  
 اے ساکنانِ کوچہ دلدار دکھنا  
 تم کو کہیں جو غالب آشفقہ سر بے



شکھان واکیمہ رونا جے کر سکھ نظر داںجھے  
 حوریاں وچ دی شکلوں خبرے تیرے درگاںجھے  
 مار کے مینوں کہہ ہرے اپنی لگتے دُوب نہ چھڈیں  
 ایس نشانوں غاماں خاصاں گھر میوں تیراںجھے  
 ساتی رکھ آج بچ ورتوں دی نہیں تے اپنے گھروں  
 بہت راتیں پیئے آں بھا دیں اُدھا پڑاںجھے  
 تینوں گاہل آلاہما کاہلا، اینا کر دے سنگیا  
 میرا زدا سلام تے آکھیں جے ہر کاراںجھے  
 تینوں کر کے آپ دکھائیے کیہہ مجنوں نے کیئا  
 واندک جے دکھاں دی کچھ کچھیا توں بھلیاںجھے  
 ایہہ کوئی وچ حدیث نہیں کیا نہ خضر دی چھٹے رُتے  
 اک وڈیرے پینڈے ساتھی ساٹوں منیاںجھے  
 ولسہ یار گلی دُوسرے کو اوہنوں دی ورجانا  
 پھر دا کہتے کہے توں جے غالب ہر پھر یاںجھے



کوئی دن گر زندگانی اور ہے  
 ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے  
 آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں  
 سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے  
 بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں  
 پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے  
 دے کے خطِ منہ دیکھتا ہے نامر پر  
 کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے  
 قاطع اعمار ہیں اکشرِ نجوم  
 وہ بلائے آسمانی اور ہے  
 ہو چکیں غالبِ بلائیں سب تمام  
 ایک مرگِ ناگہانی اور ہے



چار دہاڑے جے کر اُجے حیاتی ہور اے  
میں وی اپنے دل اندر مہن دھاری ہور اے

دورخ دے انگلیاں ایلے ساڑو کتھوں  
گجیاں پٹیاں سینے دھول دی مٹھدی ہور اے

اوہے نت دے رو سے دیہندے آونے آں  
اِٹواری کوئی اوہنے بُڑی ننگھی ہور اے

چٹھی دے کے ہرکارا منہ پٹ پٹ دیکھے  
ادھر دی کوئی اینے گل ستانی ہور اے

کہتے تارے عمریں نوں پے موچھے پاندے  
اوہ پر آسماناں توں ننگھی آری ہور اے

غالب سرتوں سارے جھکھڑ جھل گئے نہیں  
اک اُٹائی موت ہنیری رُہندی ہور اے



کوئی اُمید بر نہیں آتی  
 کوئی صورت نظر نہیں آتی  
 موت کا ایک دن مُعین ہے  
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
 آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی  
 اب کسی بات پر نہیں آتی  
 جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد  
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 ہے کچھ ایسی ہی بات جو چُپ ہیں  
 ورنہ کیا بات کر نہیں آتی  
 کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں  
 میسری آواز گر نہیں آتی  
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا  
 بُو بھی اسے چارہ گر نہیں آتی  
 ہم دہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی  
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
 مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی  
 موت آتی ہے پر نہیں آتی  
 کہے کس منہ سے جاؤ گے غالب  
 شرمِ تم کو مگر نہیں آتی !



کندھے ول آساں دی بیڑی آؤندی نہیں  
 اصلوں کوئی شکل وی نظری آؤندی نہیں  
 پکی گل اے مرنا اک دن ہستیا اے  
 نیند کا ہنوں راتیں جھپٹی آؤندی نہیں  
 اگتے دل دے حالوں ہا سٹر آؤندی سی  
 ہون کہے وی گلوں بجیڑی آؤندی نہیں  
 منیا مٹتے ٹیکیاں اُجسد ودھیرے نہیں  
 ایسے پاسے طبع کپتی آؤندی نہیں  
 انجے دی کوئی گل اے جیڑی کردا نہیں  
 نہیں تے کیڑی گل اے جیڑی آؤندی نہیں  
 کیوں نہ چکیاں ماراں ، چیتا آؤندا سو  
 وِاج کہتے جے اوہنوں میری آؤندی نہیں  
 جے کر سَل ولے دا نظری آؤے نہ  
 یار پھیدا تینوں مُشک وی آؤندی نہیں  
 اُپڑے پئے آں او تھے جتنوں ساتوں وی  
 کوئی ساڈی چنگی مَندی آؤندی نہیں  
 اک مُرن وی اچھیا تہچے مرنے آں  
 موت آؤندی اے ، آؤندی آؤندی نہیں  
 غالب کیسے مرنے کہے ول ٹریا ایں  
 تینوں خبرے بچ نرنا وی آؤندی نہیں





دلِ ناواں تجھے ہوا کیا ہے      آخر اس درد کی دوا کیا ہے  
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزاد      یا الہی یہ ماجدا کیا ہے  
 میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں      کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے  
 جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود      پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے  
 یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں      غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے  
 شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے      نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے  
 سبزہ دگل کہاں سے آتے ہیں      ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے  
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید      جو نہیں جانتے وفا کیا ہے  
 ہاں بھلا کر، ترا بھلا ہو گا      اور درویش کی صدا کیا ہے  
 جانِ تم پر شاد کرتا ہوں      میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

مفت ہاتھ آتے تو مبرا کیا ہے



دلا جھلیا توں دس تینوں ہو یا کیہ لے  
 سائوں اوہی جھکھ رہندی آوہ سائوں  
 میرے رب اک مینوں وی زبان دتی لے  
 جہدوں تیرے پناں ربا ڈھول تیں دجہلا  
 لوک پریاں دے مکھڑیاں والے کجھوں میں  
 کاہنوں ممکنہ بانی لقاں توں فٹ چٹھے میں  
 کجھوں آئے پھل بٹے کجھوں ہریاں  
 اسی نگی پیریں اوہنوں پکا منی بیٹھے اس  
 کریں جھلا ہروی جھلا ہروی جھلا کریں جھلا  
 چند جان تیرے اتوں میں تے ارچھناں

تیرے دکھ دا علاج ایٹھے بیا کیہ لے  
 ربا سم نہ آوے ایہہ پواڑا کیہ لے  
 کدی مینوں وی چا کچھ، دل تیرا کیہ لے  
 فیڑو طویاں نقاریاں دا رندا کیہ لے  
 نان نخرے، اوواں تے جھکاوا کیہ لے  
 سر میلیاں بگا ہواں دا دوگاڑا کیہ لے  
 ایہہ گھٹاواں ایہہ ہواواں کچھوں پرا کیہ لے  
 جیڑا جان دنتیں پکستے کچھوا کیہ لے  
 ایدوں دودھ کے فقیر دا آواز کیہ لے  
 نہت منگیاں دے داداں دا بھروسا کیہ لے

بھادیں غاآبا توں کوڈیوں وی کھوٹا ہویں گا  
 اینیوں نہج جاتیں سائوں ساڈا جاندا کیہ لے



کہتے تو ہوتم سب کہ بُتِ غالبیہ ہو آئے  
 اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے  
 ہو کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت  
 کچھ کہہ نہ سکوں، پر وہ مرے پوچھنے کو آئے  
 ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم  
 آنا ہی سمجھ میں مری آنا نہیں گو آئے  
 ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے مکین  
 ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی ہو آئے  
 جلا دے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگرتے  
 ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس جھیس میں جو آئے  
 ہاں اہلِ طلب، کون نے طعنہ نہایت  
 دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے  
 اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں  
 اس در پہ نہیں بارِ ترکعبہ ہی کو ہو آئے  
 کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں تقدیر  
 اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھ کو ڈلو آئے  
 اُس انجمنِ ناز کی کیسا بات ہے غالب  
 ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے



اکھن نوں تے آکھو، مُشکی زلفاں والا آوے  
 کدی کوئی پامَنہ وِچ اُگلاں آکے، اوہ پیا آوے  
 چند کھُسن وے ویلے خبرے پیار کوئی کھچ ماری  
 میسری جھہ نہ بے پراوہ پچھن ٹریا آوے  
 بجلی وال شکلا، لب لے یا پامے ویاں دھلکاں  
 اُکا آؤن سمجھ نہ آوے، جے کر انجدا آوے  
 وسدا اے گھاہر کے قبروں بچن کدوں فرشتے  
 مومنوں راتیں پتی دا جے کرنہ بلّا آوے  
 ہر کپ دی پروانسیں، مٹاں نال نہ اِست کھڑکا  
 سانوں بھُل نیں جیڑے وی اوہ جانے پاپا آوے  
 کون کسے کھوجی داہنا جھٹے، اوہ نہ جھٹے  
 ویکھ لیا جے نہ ہدائیں تے آپ گواچا آوے  
 ساڈانسیں ایہہ چالا بندہ بھالے سکھ چاردا  
 جے اوہ بُڑا بند اے، کسے دُلوں ہندا آوے  
 رون دیاں تاشیراں دتن گئے سن دم وے ساتھی  
 آپ ترے نے اوہیے ول پرمنیوں ڈوبا آوے  
 اوہی مان بھری محفل دی غالب کہہ گل کرے  
 اوہی تیرے بختاں نوں روکے وی گھانا آوے



پھر کچھ اک دل کو بقراری ہے  
 سینہ جو یائے زخمِ کاری ہے  
 پھر جگر کھودنے لگا، ناخن  
 آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے  
 قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز  
 پھر وہی پردہٴ عماری ہے  
 چشم، دلالِ جنسِ رسوائی  
 دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے  
 دُور ہی صد رنگِ نالہ فرسائی  
 دُور ہی صد گونہ اشکباری ہے  
 دل، ہوائے خرامِ ناز سے پھر  
 محشرِ تانِ بے قراری ہے  
 جلوہ، پھر عرضِ ناز کرتا ہے  
 روزِ بازارِ جاں سپاری ہے  
 پھر اسی بے وقاپہ مرتے ہیں  
 پھر وہی زندگی ہماری ہے



فیر آج دل تے بن گئی اُوکھی بھاری اے  
 سینہ ادھ پھٹ لُہدا جیڑا کاری اے  
 فیہ آج نوٹہ، کلیجا کھرچن لگتا ہے  
 پھل پھل آدے رت پھلّاں پھلکاری اے  
 مجنوں دی اکھ آگے کعبہ سدھراں دا  
 فیہ آج اوہو پردہ دار عماری اے  
 اکھ دلائی ہوئی سووے پھسکاں دے  
 دل بدنامی چُکے دا ہیو پاری اے  
 اوہو سو سو جھرنے ڈکیاں ڈکیاں دے  
 اوہو سو سو پنجاں وا چھڑ جاری اے  
 فیر آج دل بسہ ٹوڑاں دے چار بھریا، دل  
 جیویں حشر دانے تڑفن کاری اے  
 فیر آج روپ ڈھنڈو دے دتے نازاں دے  
 تے تے تار عشاں نے چند واری اے  
 فیہ اوہو بے بُجّے تے پے مرنے آں  
 اوہو فیر حیاتِ کرماں ماری اے

پھر کھٹلا ہے درِ عدالتِ ناز  
 گرم بازارِ فوجداری ہے  
 ہو رہا ہے جان میں اندھیر  
 زلف کی پھر سرشتِ داری ہے  
 پھر دیا پارہٴ جگر نے سوال  
 ایک فریادِ و آہِ دزاری ہے  
 پھر ہوتے ہیں گواہِ عشقِ طلب  
 اشکباری کا حکم جاری ہے  
 دل و مشرگاں کا جو مقدمہ تھا  
 آج پھر اس کی رُو بکاری ہے  
 بے خودی بے سبب نہیں غالب  
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

فیر آج نان گمان کچھدی کھلتی اے  
 سودے ہون ہراں دے گرم بزاری اے  
 بچ ہنیر گئے نیں دج خدائی دے  
 فیر آج اوہدی ڈلفاں سر سرداری اے  
 دل دی بوٹ بوٹ فیہ سوالی اے  
 ہو کے ، ہا ہواں ، اکھ دی زارو زاری اے  
 فیہ گواہیاں منگیاں گتیاں عشق دیاں  
 ہنجاواں نوں دُسن داسن جباری اے  
 دل تے پلکاں دج مقدمہ جیڑا سی  
 فیہ آج اوہدی پیشی اکے داری اے  
 تیسری اکھ ہنگامے غالب اینویں نیں  
 کچھ تے ہے نا جتنے بیکل ماری اے





جنوں، تہمت کش تسکیں نہ ہر، گر شادمانی کی  
نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذتِ زندگانی کی

کشاکشِ ہائے ہستی سے کرے کیا سعیِ آزادی  
ہوئی زنجیر، مروجِ آب کو، فرصتِ جوانی کی

پس از مردن بھی دیوانہ زیارتِ گاہِ غفلاں ہے  
شہرِ سنگ نے تربتِ پیرِ گلِ فغانی کی



عشق نہ دے سکھ چھاواں تہمت، دو دن دی خوشنودی دی  
دل دے پچھیں نوں کرارا، لذت ایس جیاتی دی

دنیا دی کچھ تانوں نکلیں دے چارے کیہ کر لیندے  
سنگی مارے، پانی دی چھتے جسے روہڑروانی دی

مُرنوں پچھوں دی ایہہ جھٹلا، بالاں دی اکھ اندر سی  
پتھراں دے چنگیارے رونق ڈھیری تے چل کرنی دی



نکو ہمش ہے سزا فریادی بیدارِ دلبر کی  
مبادا خنڈہ دندان نما ہو صبحِ محشر کی

رگِ میل کو خاکِ دشتِ مجنوںِ رشکی بخشنے  
اگر بو دے بجائے دانہ، دہقان نوکِ نشتر کی

پر پروانہ شاید بادبانِ کشتی مئے تھا  
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دودِ صاغر کی

کروں بیدارِ ذوقِ پر فشانِ عرض، کیا قدرت  
کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہر کی

کہاں تک روؤں اس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے  
مری قسمت میں یا رب کیا نہ تھی دیوارِ پتھر کی



اوہنوں پھٹکاں جو فسر یا دکرے دہر دیاں ظلمات دی  
 اینج نہ ہووے مینوں دندیاں کٹھھے فجر خیراں دی

مٹی قیس بریتے اندر میلی دی رگ، جم پلوے  
 بے فصلاں دی تھاں تے ہالی گڈے نشتر فصلاں دی

خبرے پر پروانے دا چتو سی مئے دی کشتی دا  
 محفل مچتی تے پیالے نوں لگی روہڑ شراباں دی

اڈنی دے اڈنے چسکے دی گلّوں کیہ پر ماراں تیں  
 سکت، اڈاری اڈنوں اگتے اڈی میرے کھباں دی

کبتوں تیسرے اوہی پٹری پچھے ڈسکاں قسہ پیا  
 میرے لیکھے رہا نہیں سی کندھ سلاں تے پتھراں دی



بے اعتدالیوں میں شبک سب سے ہم ہوئے  
 جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے  
 پنہاں تھا دام، سخت قریب آشیان کے  
 اڑنے نہ پاتے تھے کہ گرفتِ رہم ہوئے  
 ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے  
 یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہوئے  
 سختی کشانِ عشق کی پوچھے ہے کیا جسد  
 وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے  
 تیری وفا سے کیا ہوتا فی کہ دہر میں  
 تیرے سوا بھی ہم پر بہت سے ستم ہوئے  
 لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خوبچکاں  
 ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے  
 اللہ سے تیری تسدیٰ نحو، جس کے بیم سے  
 اجڑائے نالہ دل میں مرے رزقِ ہم ہوئے  
 اہل ہوس کی فتنہ ہے ترکِ نیرِ عشق  
 جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے  
 نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے  
 جو داں نہ کھینچ سکے سودہ یاں آکے دم ہوئے  
 چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی  
 سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے



لہجیاں چڑھیاں بھل کے سارے جگ توں ہولے ہو گئے  
 چتے دودھ دودھ گئے آن اودوں دودھ کے گھاٹے ہو گئے  
 جال نہ دسیا، ہسی ڈاڈا آہنیاں دے نیسٹے  
 حالی کھمب کھلارے نیس سن اوتھے ای کھٹے ہو گئے  
 ساڈی ہون، فنا ساڈی دی آپ گواہی دیندی  
 ہنڈے ہنڈے آخر نوں سونہر اپنی آپے ہو گئے  
 جنتھاں پنڈ پریم دی چائی، ہن کیسہ سار پچانیں  
 ادھ لوکی تے ہنڈے ہنڈے دکھ سہاپے ہو گئے  
 تیرا پیار اتر و کیسہ فونجے ساڈے جگ دے اندر  
 تیتھوں اُتے دی ساڈے تے غلم دھیرے ہو گئے  
 لکھدے رہے آن عشق ہوراں دی زکورت کہانی  
 مجا دیں ایس دہارے ساڈے ہتھ قلم تے ہو گئے  
 کیڈی تیسری شوکرش کر جس دے ڈہل تراہوں  
 ڈیکاں دے ہلکورے دل دچ غم دے مچکے ہو گئے  
 عشق مدانوں کنڈ دکھا کے نسا جت ہو چھے دی  
 جیہڑے پیسہ چکیتے او ہو جھنڈے آچے ہو گئے  
 ملک عدم دچ مٹھ کو ہونکے، پے سن ساڈے پتے  
 جونہ بھرنے اوتھے، ایتھے سہراں جو گے ہو گئے  
 مانگت بنیاں دی اسد اللہ دل دینا نیس پھڈیا  
 منگن گئے تے عاشق وی دل دے سخیاں دے ہو گئے



جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی  
تو فرودگی نہاں ہے برکینِ بے زبانی

مجھے اس سے کیا توقعِ بزمانہ جوانی  
کبھی کوڈکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

یونہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب درد کہتا  
کہ مرے عذو کو یارب بٹے میری زندگانی



ہُسرد لے دے داغ دی جے نہ لب کرے نگرانی  
چُپ دے اوہلے لکلی بیٹھی اوہے مُکھ حیرانی

چڑھی جوانی اوہے توں میں اُکا آس نہ لانی  
جتنے نکلیاں ہُنڈیاں دی نئیں میری سنی کہانی

دُکھ کسے نوں دینا چنگا ہُنڈاتے میں آہندا  
میرے دُیری نوں دے رُبا میری عمر ہُنڈانی





خلکت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے  
 اک شمع ہے دیلِ سحر، سو خموش ہے  
 نے مژدہ وصال نے نظارہ جمال  
 مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے  
 مے نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے نقاب  
 اے شوق یاں اجازت تسلیم دہوش ہے  
 گوہر کو عقدِ گردنِ خواہاں میں دیکھنا  
 کیا آوج پرستارہ گوہرِ فروش ہے  
 دیدارِ بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست  
 بزمِ خیالِ نمیکدہ بے خردوش ہے  
 اے تازہ دارِ دانِ بساطِ ہوائے دل  
 ز تہار اگر تمہیں ہو سیں ناؤ نوش ہے  
 دیکھو مجھے جو دیدہ عسرت نگاہ ہو  
 میسری سنو، جو گوشِ نصیحتِ نبوش ہے



شر کے رات غماں دی میرے گلے اُت ہنیراے  
 دُستِ فجد دی دیوا ای جہہ لاٹوں بھجیا بھجیا اے  
 نہ سُکھ سہنیا میل ملاپوں، رُوپِ نطاسے تھہرے نہیں  
 اکھاں، کتیاں اک دُوبے دا چھڈیا ساڑچرہ کالے  
 آپ شنگارے رُوپِ شرابی ہویاں گھنڈ لاء سٹے نہیں  
 ہن کیدہ شراباں عاشق جانے، تینوں کا ہدا جھا کا اے  
 سبناں دے گل کافی اندر ڈھکے موتی دیکھی جاں  
 جو تہری دا اُج بخت اُچیرا عرشیں چڑھیا تارا اے  
 دید، شراباں۔ جگرا، ساقی۔ نظراں مستی بھتیاں نہیں  
 محفل ڈھکیاں یاداں دی مینہ نہ گھٹ بھرتیاں  
 ہو کے دیواں سجرے سجرے سدھراں دیڑھے ڈریاں نوں  
 ایس نشے پانی دا ڈنگیا، کتے پانی مُنگدا اے  
 دیکھے، مینوں اوہ اکھ جیڑی دیکھیاں موہرا پھٹے نہ  
 میسے دل کر دکن جیڑا متاں زہر پیارا اے

ساقی بجلوہ، دشمنِ ایمان و آگہی  
 مُطرب بہ نغمہ، رہزنِ تمکین و ہوش ہے  
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بباط  
 دامانِ باغبان و کفِ گلِ فروش ہے  
 نطفِ خدام ساقی و ذوقِ صدائے چنگ  
 یہ جنتِ نگاہ، وہ فردوسِ گوش ہے  
 یا صبحدم جو دیکھتے آکر تو بزم میں  
 نے وہ سرور و سوز نے جوش و خروش ہے  
 داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی  
 اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خاموش ہے  
 آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں  
 غالبِ صریحِ خامہ نوائے سروش ہے

ساتی رُوپ سرُوپوں دَیری دین دُنی تے سر جھاڑا  
 راگی راگ الاپ سنگھاروں، انگھاں سُرَت لیڑا اے  
 کچے تے رات سمے دِسنے ساں جشناں ڈیڑے خوشیاں تے  
 تھاں تھاں پُچھاں جھج پُراتاں دُڈے رُگ پھلیرا اے  
 ساتی ٹوراں پَلیاں موراں، مشرہی تان سرنگیاں دی  
 ایہنوں نیناں سُرگ تے اوہنوں کتاں سُرگ کچھالے  
 کچے سویرے فجر دیں دیکھو نغسل مار بھوالی جے  
 نہ اوہ سیک نشے دا جاپے نہ اوہ مچ بُلارا اے  
 راتاں سنگ دُچھتا سینے سر ڈاسل جہاں دا  
 اک نشانی دیوالی دی دیوالا اوہوی بچھیا۔ اے  
 کولوں تے نیسے کردا گلاں غیبوں دل دچ پتیاں نہیں  
 چیکاں نوک قلم عقیس غالب سَن جبریل ککارا اے



نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی  
 امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی  
 خسارِ خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے  
 شوقِ گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی  
 مے پرستاں ! ختمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے  
 ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی  
 نفسِ قیس کر ہے چشمِ وچہ راغِ صحرا  
 گر نہیں شمعِ سیہِ خاندِ لیلیٰ نہ سہی  
 ایک ہنگامہ پر موقوف ہے گھر کی رونق  
 نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی  
 نہ سائنس کی تمنا نہ جیلے کی پردا  
 گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی  
 عشرتِ صحبتِ خواہاں ہی غنیمت سمجھو  
 نہ ہوئی غالب ! اگر عسبرِ طبعی نہ سہی



میرے مریاں جے نیس تینوں ٹھنڈ کھلجے، نہ سہی  
 جتھے ہوہ آزمیشاں پچھے ایہوی اوتھے نہ سہی  
 اوہنوں دیکھن لی سسکن دی سینے سول تے ہے سو  
 عیش اُٹھد بیچے دے پھل شوق تر وڈے نہ سہی  
 میخوارو! آج گھڑیاں نوں ای مٹہ لایاں گل ہنسی  
 کدی کدائیں محفل اندر نیس ساقی تے نہ سہی  
 چند مجنوں دی نجد بریتے اکھ دیواتے ہے نا  
 لیسلی دی ٹپری دا چانن نیس بنیا تے نہ سہی  
 بول بکلاا ہووے تاں گھر دسدا رسدا لگدا  
 دین، سیا پے، پٹے مہی بے گیت خوشی دے نہ سہی  
 نہ دڈیا نیاں دی بھکھ مینوں نہ لالچ دیاں دے  
 میرے شعران دچوں مطلب جے نیس بھدے نہ سہی  
 دو گھڑیاں سوہنے سچناں دی بہنی ہمیش غنیمت  
 غالب جے نیس پتی حیات لے پینڈے، نہ سہی



میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی  
 تم ہو بیداد میں خوش اس سے سوا اور سہی  
 غیر کی مرگ کا غم کس لئے اسے غیرتِ ماہ  
 ہیں سوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی  
 تم ہو بت پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے  
 تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی  
 کوئی دُنیا میں مگر باغ نہیں ہے داغ  
 خلد بھی باغ ہے خیر آب دہرا اور سہی  
 مجھ کو وہ دد کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں  
 زہد کچھ اور سہی آبِ بقا اور سہی  
 تیرے کوچے کا ہے مائلِ دلِ مضطر میرا  
 کعبہ اک اور سہی قبلہ نما اور سہی  
 حسن میں خود سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی  
 آپ کا شیوۂ اندازِ دادا اور سہی  
 کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملا لیں یا رب  
 میرے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی  
 مجھ سے غالب یہ علانی نے غزل لکھوائی  
 ایک بیدادگرِ رنجِ فضا اور سہی



مینوں دکھ دی جھکے ہمیش رہندی رُج قمر و ساپا ہور بجاویں  
 تینوں آتیا چاریوں ٹھنڈے سینے، ایدوں دُونیاں کری جابہر بجاویں  
 اک غیر دے فرن واسوگ کا ہنوں چن ٹوٹیا مینوں سے ٹوٹ کا ہدی  
 ہو چھے پھرن ہزار سنسار اندر، ہو یا اوہ نہ سستی، ہو یا ہور بجاویں  
 تسی بُت او تساں توں ہے کا ہدا، ایس جگ تے مان خدا بنیاں  
 تساں واسطے لقب خداوند اے بنے کوئی خدا پیا ہور بجاویں  
 اکو نام زبان توں لویں تُلان ہور جگ تے باغ کوئی تئیں جیویں  
 جتھوں کہتیں بہشت ہے باغ اوہی پُرسے پانیاں امید ہور بجاویں  
 مینوں انجہی چیز دے کمان جوگی جتھوں کمانیاں گھٹ نہ لاں پانی  
 زہر ہور کچھ اے موہرا ہور بجاویں، اُمرت پین پالڑا ہور بجاویں  
 تیری گلی دے جاتے اڈاؤ کے، دُستوں باہر ہو یا میستوں قلب میرا  
 کعبہ جا کے تلتے ہور بجاویں، قبیلہ اوس دکھایا ہور بجاویں  
 تسی روپ گمان تے مان اندر، کدی حور توں آگاہ تئیں جاسکدے  
 ہووے پیاجے تساں دا ٹور چالا ناز نخریوں دکھرا ہور بجاویں  
 رہا کا ہنوں نہ باغ بہشت والے وچ دوزخاں گھول بلا لیتے  
 کھلتے ڈھلے کے سیر سپائیاں نوں بنے موسیٰ سلسلہ ہور بجاویں؛  
 غالب غزل علانی نے ایہہ میستوں نور مار کے یار کھوالی اے  
 خاطر یار دی ہنس کے لاں سینے، قمر وان اک لہجیا ہور بجاویں





آگہ مری جان کو قرار نہیں ہے  
 طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے  
 دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے  
 نشہ بہ اندازہِ خمسار نہیں ہے  
 گریہ نکالے ہے تری بزم سے مجھ کو  
 ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے  
 ہم سے حبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر  
 خاک میں عشاق کی خبار نہیں ہے  
 دل سے اشحالِ طفِ جلوہ ہائے معانی  
 غیرِ گل، آئینہ بہسار نہیں ہے  
 قتلِ کامیہ کیا ہے عہدِ توبہ سے  
 دائے اگر عہدِ استوار نہیں ہے  
 تو نے قسم کئی کی کھائی ہے غالب  
 تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے



آجادی میری جان توں ہُن تے قرار نہیں  
 جیرے دے دس تیرا رہیا انتظار نہیں  
 دکھاں بھری حیاقی دائل پاندے جنتاں  
 اینا نشہ تے پلے دی بَنھدا خمار نہیں  
 رونا جے تیسری محفلوں مینوں کدھائے چا  
 توں دکھ مینوں رون تے کجھ اختیار نہیں  
 کیہہ دہم ای! ہُن ساڈے دلاں دج کدھ دتاں  
 سُن! عاشقاں دی مٹی دے اندر غبار نہیں  
 دل دج حقیقتاں دے نظائے نہیں دیکھ لے  
 پُچل شیشہ اے بہار دانتیں تے بہار نہیں  
 محبوب میرے قتل دا وعدہ تے کر لیا  
 مرجاں گا جے ایہہ وعدہ کوئی پڈے بھارتیں  
 سوئٹھہ پین دی تے کھاہدی آنالاب، مدان دج  
 پر تیسری ایس سوئٹھہ دا کوئی اعتبار نہیں



ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے  
 کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرقِ مشکل ہے  
 رفوئے زخم سے مطلب ہے لذتِ زخمِ سوزن کی  
 سمجھو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے  
 وہ گل جس گستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب  
 چکنا غنچہ گل کا، صدائے خندہ دل ہے



پادامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرانورد  
 خارِ پاؤں، جوہرِ آئینہ زانو مجھے  
 دیکھنا حالتِ مرے دل کی ہم آغوشی کے دقت  
 ہے نگاہِ آشنا، تیسرا سر ہر مو مجھے  
 ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ نہ پوچھ  
 ہے یہی بہتہ کہ لوگوں میں نہ چھپے تو مجھے



بھار غماں دے ایتھوں تیکر ہرجا نہیاں کہیتا اے  
 تَنہ نظر تے تَنہ چولی نوں وکھرا کرنا اُوکھا اے  
 پھٹس سواہیاں نوک سورتی دی چوہوں لذت لُجھدی اے  
 ایہ نہ جانیں جھٹلا ورو بھانپوں مَنڈیا پھر دا اے  
 اوہ پھل جھیرے باگے غالب اپنا مَپ دکھائے چا  
 کھیاں کھڑکھڑ پَن تے جا پے دل دا کھڑکھڑا سا اے



تھلاں بہتے گاہ کے بیٹھا پیر اپنے اِنج کُنہاں  
 پیریں کُنڈے جا پَن گوڈی شیشے چمکاں مینوں  
 ایڈا اِنج نہال ہویا دل سینے لا کے تینوں  
 جانو نظراں جا پَن تیریاں کُنڈل ٹرفاں مینوں  
 وانگ سُرنگی پانا سینہ ساتھ جھرائے تاناں  
 چنگا اے جے چھیریں نہ وچ بیٹھ رقیباں مینوں



جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے  
 جاں کا لبہ صورتِ دیوار میں آوے  
 سائے کی طرح ساتھ پھر ہی سرودِ صنوبر  
 تو اس قدر دلکش سے جو گلزار میں آوے  
 تب نازِ گراں مائیگی اشکِ بج ہے  
 جب بختِ جگر، دیدہ خونبار میں آوے  
 دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ رہنمگر  
 کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے  
 اس چشمِ فسون گر کا اگر پائے اشارہ  
 طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے  
 کانٹوں کی زباں سُکھ گئی پیاس سے یارب  
 اک آبلہ پا دایِ پرخار میں آوے



جیہڑی محفل تیری مٹھڑی چھہ گفائے آوے  
کندھ آئیے تھنیاں اندر جان مٹاے آوے

سر دھنوبر نال پھرن پڑ پھاویں دانگوں تیرے  
تیرے دگات سر دھنا ہے گلزائے آوے

اودوں اتھرمان بھری تے بھارے مل دی ہندی  
خیدوں کلیجے بوٹی، اکھوں رت پھوہائے آوے

مینوں حال پکار کرن دی چھوٹ تے دے بے دردا  
تینوں رنج مزادی میرے درد کراے آوے

اودھی اکھ دے چھہ منتر دی سینتر دی جے سینگے  
ہر نکل دانگوں شیشہ دی گفتار دہائے آوے

کندیاں دی تسی چھہ رہا سک سک کندھ ہونی  
چھالے بھریا پیر کوئی پکھڑے دی باہے آوے

مرجاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تنِ نازک  
 آغوشِ خیمِ حلقہٴ زُناد میں آوے  
 غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہو سس زَر  
 کیوں شاہِ گل باغ سے بازار میں آوے  
 تب چاکِ گریباں کا مزا ہے ، دلِ نالاں  
 جب اک نفسِ اَلجھا ہوا، ہر تار میں آوے  
 آتشکدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے  
 اے داتے اگر معرضِ اظہار میں آوے  
 گنجینہٴ معنی کا طِبسم اس کو سمجھتے !  
 جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

سول پوسے ، مَر جہاں جے کمر اوہ گندل درگا جتھ  
جنجو دے حلقے دی جھولی بیٹھ ہلارے آوے

غیرت توں جے غارت نہ کر دے درد اشکارا  
پھل جیہا معشوق نہ باگوں وکن بزلے آوے

گگھیاں بیر ویر کرن دا منا سوادے اودوں  
اک اک ساہ کچیا گلے دی اک اک تارے آوے

اگت دا بھانڑ سینہ میسر بھیت نکاتے سیکوں  
واہ چندے جے کرا یہ بھانڑ پھولن والے آوے

اوہنوں ڈھیسہ حقائق دا اسرار خزانہ جانو  
جیہڑا لفظ دی غالب میرے شعر ہلارے آوے





حسن مر گرچہ ہنگام کمال اچھا ہے  
اس سے میرا مر نورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ  
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے  
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

ساغر جم سے مراجعہ سفال اچھا ہے  
بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے

وہ گدا جس کو نہ ہو خوتے سوال اچھا ہے  
ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے  
دیکھتے پاتے ہیں عشاق مہجور سے کیا فیض

اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے  
ہم سخن تیشے نے فسہ باد کو شیریں سے کیا

جس طرح کاکہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے  
قطرہ دریا میں جوں جوں جاتے تو دریا ہو جاتے

کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے  
خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز

شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے  
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن

دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے



چودھویاں نوں چن لشکارا بھاویں کیسٹا چنگا اے  
 پر میرا چن سورج نرھیا ایدوں بوتا چنگا اے  
 آپ تے نہیں منہ چن دیندا پر دل تے آکھ نکھدا اے  
 اندوں ایہوی لالچ کردا مفتی سودا چنگا اے  
 بچ دی جائے تے بازاروں ادھے وردگائے آئے  
 جم دے جام توں لکھ اپنا مٹی دا پیالہ چنگا اے  
 منگیاں باجوں خیر پئے تاں رہندا بھرم فقیری دا  
 اوہ منگتا جیہڑا نئیں آپے مونوں منگدا چنگا اے  
 ادھے درشن ہندیاں ای جے منہ تے لالی پھر جاندی  
 ادھوی آکھے روگ بھوگ ہن تے بھڑا چنگا اے  
 دیکھو عاشق موم جیسے کیدہ پاں مراداں پتھراں توں  
 اک پتری والے دیتا ایہہ سال سواتہرا چنگا اے  
 اک تیسے اک چھینی، شیریں تے فر باد ملائے میں  
 جیویں دا وی جیہڑے بندے کسب کمایا چنگا اے  
 قطرہ دج دریا دے ڈگتے تے دریا اکھواندا جے  
 اوہ کم چنگا جیہڑے کم دا انت نتیجہ چنگا اے  
 خالق اکبر، بخضر جیسے سلطان نوں رکھے ساداوی  
 شامہاں دی پشواڑی لگا سبھرا بولتا چنگا اے  
 بھل تے سائوں دی نہیں جنت جو کچھ ہے سو ہے تان ہی  
 دل نوں آہرے لان دا غالب سوچ بھلیکھا چنگا اے



عجب نشاط سے جلاؤ کے چلے ہیں ہم آگے  
 کہ اپنے ساتے سے سراؤں سے ہے دو قدم آگے  
 قضائے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ آفت  
 فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے  
 غم زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی  
 وگر نہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذتِ الم آگے  
 خدا کے واسطے داد اس جنونِ شوق کی دینا  
 کہ اس کے در پر پہنچتے ہیں نامربر سے ہم آگے  
 یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے  
 تمہارے آئینہ سے طرہ ہائے خم بہ خم آگے  
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہ بخوں ہے  
 ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے  
 قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے میں غایت  
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے



بھنگڑے پاندے ٹرپے آں ننگیاں تلواراں اُگتے  
 پڑچھاویں توں ہیرا پیراں توں وی دوکراں اُگتے  
 ڈتیا رہاں میں پریم پیالے، لکھیاں سن تقدیراں  
 ”ڈتیا لکھ کے کافی توں نہ ٹریاں بلکتاں اُگتے  
 عشق نشے دی دھوڑ دماغوں جھاڑی جگ آزاراں  
 نہیں تے سینے دسدیاں سن ایہہ مٹھیاں سولاں اُگتے  
 رب دے ناں تے ایڈی شوق ترہید دی شاہا اکھیں  
 اوہے درتے ہر کارے توں اُچڑ جاناں اُگتے  
 جیڑے اسل کھلا دے جھلے بن حیات ساری  
 رب کرے اوہ آؤن تہاڈے زلفاں چھلیاں اُگتے  
 دلوں کھیجے توڑی پھڑکن جیڑے رت اُچھالے  
 ساتوں لگدے سن ایہہ آؤندیاں جاندیاں ساہواں اُگتے  
 غالب اوہ سو تہہ کھاندے میرے موئے ہیرا پٹن دی  
 جیڑے رت کھاندے سن میرے ہر دیاں قسماں اُگتے



شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے  
 یوں بھی مت کہہ، کہ جو کسے تو گلہ ہوتا ہے  
 پُر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے بابا  
 اک ذرا چھیڑیے، پھر دیکھتے، کیا ہوتا ہے  
 گو سمجھت نہ ہیں، پر حسن تلافی دیکھو  
 شکوہ جوڑ سے سرگرم جف ہوتا ہے  
 عشق کی راہ میں ہے چرخِ ملوکب کی یہ چال  
 سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے  
 کیوں نہ ٹھہری ہدفِ نادک بیدا کہ ہم  
 آپ اٹھا لاتے ہیں گرتیر خطا ہوتا ہے  
 خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ  
 کہ بھلا چاہتے ہیں اور بُرا ہوتا ہے  
 نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا ادب  
 لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے



جے شکوے داناں دی کیتے غصے موہرا ہندا اے  
 ایہوی نہ آکھو جے انج دی آکھو شکرا ہندا اے  
 شکوے انج بھرے میں دل وچ جیویں سبتک سرگم دے  
 چھید کے مینوں دیکھ تے سنتی فریکہ تماشا ہندا اے  
 بھادیں وچوں سمجھے نہ پر دل تے واہ وار کھیا سو  
 غلماں دے شکوے سن سن کے ہود دی تہا ہندا اے  
 عشق دے پیٹے تاریاں جڑیا امبروی انج گٹرے لے  
 جیویں مٹھا پاندھی پیسریں چھالے بھریا ہندا اے  
 کیویں غلم دی کانی دے پے آپ شانے بشتے نہ  
 ٹچک لیا نیے تیر آپے مجھے ماروں آکھا ہندا اے  
 چنگا سی جے مڈھوں اپنے آپ دا بھیرا منگ لیندے  
 ہن جے چنگا منگئے آں تے آکوں بھیرا ہندا اے  
 کدی تے تہو کا عرشوں دی اگتے جاندا سی پر ہن تے  
 بڑہتا دی آپڑے تے بھیاں توڑی آپڑیا ہندا اے

خامہ میسرا کہ وہ ہے بارِ بکرِ بزمِ سخن  
 شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے  
 اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مسدِ علم  
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے  
 ساتِ تسلیم کا حاصل جو فدا ہم کیجے  
 تو وہ شکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے  
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال  
 آستانِ پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے  
 میں جو گستاخ ہوں آئینِ غزِ خوانی میں  
 یہ بھی تیسرا ہی کرمِ فوقِ فزا ہوتا ہے  
 رکھو غالب مجھے اس تلخِ نوائی میں معاف  
 آج کچھ دردِ مرے دل میں سوا ہوتا ہے

دیکھو تسلیم ایہہ میسا، راگی شعر سخن دی محفل دا  
 شاہِ غفلت دی صفت ثنا دل بول الارا ہندا اے  
 لشکر جیوں آسمانی تارے، شاید! جھنڈا سورج دا  
 تیرے مسہ کرم دا کتھے شکر ادا جا ہندا اے  
 ست زمیناں دا جے کر اگرا جتے مال خزانے نئی  
 ادھوی مڑکے، تیرے ایڈے شکر جوگا ہندا اے  
 چن مے چن ایہہ پورے چن توں بن دا جو چن پہلی دا  
 تیسری بردہ تے رگڑے متھا تاں چن ایڈا ہندا اے  
 میں جے کر دستہ غزل مے آپ لتاڑی بیٹھاواں  
 ایوی تیرا کنڈ تے ہتھ لے تاں دل ودھیا ہندا اے  
 کوڑی پھکتی جے لگی تے غالب مینوں معاف کریں  
 آج کوئی اگتے نالوں دل وچ درد سوا یا ہندا اے





ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے  
 تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے  
 نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا  
 کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے  
 یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے  
 وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے  
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیدا ہن  
 ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے  
 جلا ہے جسمِ جاناں دل بھی جل گیا ہوگا  
 کر دیتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے  
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل  
 جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لٹو کیا ہے  
 وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہے بہشتِ عزیز  
 سواتے بادۂ کلف م و مشکبو کیا ہے  
 پیوں شراب اگر ختم بھی دیکھ لوں دو چار  
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے  
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی  
 تو کس امید پہ کہنے کہ آرزو کیا ہے  
 ہوا ہے شہ کا مصاحب بھرے ہے اتراتا  
 وگرنہ شہد میں غالب کی آبرو کیا ہے



گل گل تے آمہنا ایں کیہہ ایں؟ سانوں تیرا کیہے  
 آپے دست خاں تیرا ایہہ بولن دا چالا کیہہ اے  
 لاٹ اندر ایہہ دکھ نہیں بکل دے نہ انج و کھالی  
 کوئی بچھ کے دتے خاں اور شوخا اتھرا کیہہ اے  
 اوہ جے مینوں گلئیں جو دے ساڈ جیہا اک پنڈا  
 نہیں تے لکھ سکھالے لاتے دیری چننا کیہہ اے  
 رت نہاتے پنڈے تے چولا چمبر چمبر بندا  
 لیراں لٹخا گلماں ہن جے نہ دی بسیتا کیہہ اے  
 جتھے سارا جتھہ بلیا دل کتھے بچنسا سی  
 سواہ توں یار پھر دل بیٹھا بچھو لہجہ کیہہ اے  
 نس نس آڈاں اندر سندے بچھدے نون تیں نونے  
 اکھوں جے نہیں ٹپ کھلوتا اوس لہو دا کیہہ اے  
 اوہ شے جیہڑی شے دے پچھے جنت، پچھے بھجئے !  
 مشک پری، پھل رنگ شراب اے ہو بھلیکھا کیہہ اے  
 مہنچ ست منٹ شراب جے دتے پنڈا چنگا لگتاں  
 جھجھو، داہڑی، لگاگر، چننا، گھڑا پیالہ کیہہ اے  
 گل آکھن دی واہ نہ رہ گئی جے آدم دی کریتے  
 کیہڑے جتے دھوے آکھو ساڈی اچھیا کیہہ اے  
 شاہ دی بھنی ہندا اے تاں آڈی نہیں سولگدی  
 نہیں تے دستو شہر اندر غالب دی واہ واکہہ اے



میں اُنہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں  
چل نکلتے جوئے پئے ہوتے

قمر ہو، یا بلا ہو، جو کچھ ہو  
کاش کہ تم مرے لئے ہوتے

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا  
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آہی جاتا وہ راہ پر غالب  
کوئی دن اور بھی چھے ہوتے



میں ادھناں توں چھیڑاں تے اوہ کچھڑا کھن  
پھڑ پیندے جے نال شراہاں مئے ہندے

سپ ہوو، شینہ ہوو، جو کچھڑی ہوو  
کیہ ہندے آپ ہو ری ساڈے ہندے

جے میری تقدیر اندر غم اپنے سن  
دل وی ربا اپنے اسی سارے ہندے

غالب ادھوی سڈے پیندے پے جاندا  
چار دہاڑے ہوو وی چھوڈے جے ہندے



غیر لیں محفل میں بوسے جام کے  
 ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے  
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ  
 ہتھکنڈے ہیں چرخ نیلی فام کے  
 خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو  
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے  
 رات پی زمرم پہ مے اور صبح دم  
 دھوئے دھتے جامہ احرام کے  
 دل کو آنکھوں نے پھنسا یا کیا مگر  
 یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے  
 شاہ کے ہے غل صحت کی خبر  
 دیکھتے کب دن چسریں حمام کے  
 عشق نے غالب نکت کر دیا  
 ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے



غیر بھرن محفل وچ گھٹ پیالے دے  
ساڈے تہ ترہائے سکھ سہیوڑے دے

تیسرے تے کیہ شکوہ بربادی دا، ایہہ  
چالے نیں نیسے آسمانوں گیڑے دے

چٹھیاں بکھدیاں رہنا گل کجھ وی نہ سہی  
عاشق صرف اُسی تے آن ناں تیرے دے

رات شراباں پی زمزم کنڈھے، فجریں  
ڈگے چوئے دھوئے حج دے بانے دے

دل نوں اکھیاں کیڈا بچا ہیا اے، خبرے  
ایہوی گھر ہیلین نیں وچ جال تھائے دے

شاہ نے صحت شفا دی تاری لانی اے  
دیکھو پھرن دہاڑے کد اُتھاونے دے

قالب عشق ہوداں نے مٹی کر چھڈیا  
نئیں تے بندے بیسیاں اُسی وی سیونے دے



پھر اس انداز سے ہسارائی  
 کہ ہوئے ہمدومہ تماشاں  
 دیکھو اے ساکنانِ خطہ خاک!  
 اس کو کہتے ہیں عالم آرائی  
 کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر  
 ڈوکشِ سطحِ چرخِ مینائی  
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی  
 بن گیا دوتے آب پر کائی  
 سبزہ دگل کے دیکھنے کے لئے  
 چشمِ زرگس کو دی ہے بینائی  
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر  
 بادہ نوشی ہے بادِ پیمائی  
 کیوں نہ دُنیا کو ہو خوشی غالب  
 شاو دیندار نے شفا پائی



تنافل دوست ہوں، میرا داغِ عجزِ عالی ہے  
 اگر پسوتی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے  
 رہا آباد عالمِ اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے  
 بھرے ہیں جس قدر جامِ دُستِ میخانہ خالی ہے



فیر آج ایڈے رنگ تہاڑ بہاراں آئیاں  
 چن تے سورج ودہاں اکھاں وچ دساتیاں  
 دیکھو! دھرتی دے اس ٹوٹے دے دُسنیکو  
 اینوں آکھن جگ دی دوہٹی ٹوہاں پائیاں  
 ایڈی بھری بھرائی دھسرتی نے آج دیکھو  
 نیلے آسمان نوں اکھاں کدھ دکھاتیاں  
 ہریالی نوں جدوں کہتے دی تھاں نہ تھی  
 تھر پانی تے کھلے گتیاں تھیں کاتیاں  
 کھڑ دے پھل نہیں ہریالی دے درشن دے ہی  
 زرگس دی اکھ نوں بل گتیاں نہیں رشتائیاں  
 وا دے جلتے کر دے کم شراباں دانیں  
 پین شراباں ورگا، پھکیاں پرے اڈائیاں  
 کیوں نہ غالب خوب چڑھن پے چا دنیا نوں  
 دین پیارے شاہ ظفر نے صحتاں پائیاں



بے پردائیاں یاہی میری، دھون اچیری اے  
 جے توں پاسا وٹیں تے تھیں دی چھڈی لے  
 جگ دامیلہ بھریا، جا پے اللہ لوک نہ ہئے  
 بھرے پایلے جے دسدے، میجانہ خالی اے





گب وہ سُنتا ہے کہانی میری؟  
 اور پھر وہ بھی زبانی میری  
 خلش غمزہ خونریز نہ پوچھ  
 دیکھ خوشنشانہ نشانی میری  
 کیا بیاں کر کے مرا روتیں گے یاد؟  
 مگر آشفتمہ بیاں میری  
 ہوں زخود رفتہ بیدائے خیال  
 بھول جانا ہے نشانی میری  
 متقابل ہے مقابل میری  
 ٹک گیا دیکھ روانی میری  
 قدر، سنگِ سرورہ رکھتا ہوں  
 سخت ارزان ہے گرانی میری  
 گرد بادِ رو بیتابی ہوں  
 صرصر شوق ہے بانی میری  
 دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا  
 کھٹک گئی بیچھدانی میری  
 کر دیا ضعف نے عاجز غالب  
 سنگِ پیری ہے جوانی میری



کہوں سنے ادہ درد کہانی ساری میری  
 اُتوں ادھوی میرے موتوں خواری میری  
 خونی نخرے دی چڑھبڑ داکیر پھپھناں ایں  
 دس دی نہیوں اکھیاں تھیں رت جاری میری  
 کیڑی گل روہائے گی پچھوں سبناں توں  
 خبرے گل و چاری، تنہی ہاری میری  
 زہم تھلاں وچ آپ گواچا پھڑناں واں میں  
 میرا پتا نشان منوں و ساری میری  
 جیہڑا جوڑ دا ایسی نکل اجڑ پاپ لے  
 بھڑ گیا لے دیکھ کے بیج اڈاری میری  
 لالچھے دی بسل وانگوں قدراں پائیاں میں  
 ڈاڈی ہولی پے گئی اے پینڈ بھاری میری  
 کھلیاں دے پینڈے وچ میں اک درولا  
 شوق ہنیری بختی چکر تاری میری  
 اوہے مکھڑے دا جڈ علم نہ ہو سکیاتے  
 ڈھلتی پے گئی ساری علما چاری میری  
 زور نہانے ہتھوں غالب، شجھے پے آں  
 جوڑ بڑھاپے، آن جوانی ہاری میری



نقشِ نازِ بے طناز بہ آغوشِ رقیب  
 پائے طاووس پئے خامہ مانی مانگے  
 تو وہ بد خو کہ تجھ کو تماشا جانے  
 غم وہ افسانہ کہ آشفہ بیانی مانگے  
 وہ تپ عشقِ تنہا ہے کہ پھر صورتِ شمع  
 شعلہ تابِ بغضِ جگر ریشہ دوانی مانگے



گلشن کو تری صحبت از بیکہ خوش آئی ہے  
 ہر غنچے کا گل ہونا، آغوشِ کشائی ہے  
 واں کنگرِ استغنا، ہر دم ہے بلندی پر  
 یاں نالہ کو اور آتشِ دھولے رسائی ہے  
 از بیکہ سکھاتا ہے غم، ضبط کے اندازے  
 جو داغِ نظر آیا، اک چشمِ نمائی ہے



ماذھو مان بھرے دی مُورت بیٹھ رقیب دی جھولی  
 مانی دی کانی دے لئی پوہنچی موداں دی منگے  
 توں ایڈا چھٹھا تیرے لئی حیرت کیڈ تماش  
 میسری درد کسانِ میستوں چھو کر لاندی منگے  
 انجھدی شوق حرارت منگیاں کیوں جے دیوے دانگوں  
 لاٹ کلیجے توڑی ہٹی ڈوہنگی جاندی منگے



پھلواڑی نوں تیری بہنی ڈاڈھی راسے آئی لے  
 کلی کلی دی کھڑنی جیویں پھلاں جھولی آڈی لے  
 اووھر بے پروا ہیاں دا کنگرہ آسماناں ول جاندا  
 ایڈھر تہ کے توں ہتھ اُٹھن دی ہمشرست مچھی اے  
 ڈاڈھی جاج سکھا لیندے نیں غم دکھاں نوں نہجی دی  
 جیہڑے داغ دکھالی دتی اوہنے اکھر دکھالی لے



جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی  
 لکھ دیجیو یا رب! اے قسمت میں عدو کی

اچھا ہے سرانگشتِ حنائی کا تصور  
 دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لبو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے  
 یاں تو کوئی سنا نہیں سراپا کسو کی

صد حیف اوہ ناکام کراک عمر سے غالب  
 حسرت میں رہے ایک بتِ عربہ جو کی

دشنہ نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو  
 خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی



جھڑے پھٹ نوں واہ لگ سکدنی ہووے سیون تیریاں دی  
ربا! اوہنوں لیکھے لائیں قسمت وچ رقیباں دی

مہندی رنگ کسے دا پٹا یاداں نوں رنگ لانداسے  
ایہدے پاروں دل وچ لہو دی چھٹ تے نظری آجاندی

تینوں کاہدا پالا اسے جے عاشق اُبلے پھر دے نیں  
کرن پے فیر یاداں ایتھے کون سنے گا ایہناں دی

اوہدا منہ بڑا اسے غالب عمراں تیک نکڑاں جو  
اوہدیاں تانہنگاں لائی بیٹھا، گڑھتی جتھوں اتّاں دی

چھری کدی دی مَنہ نہ رکیتا ہووے بھل کھچے نوں  
خنجر دات کدی نہ پچھتی ہووے سنگھی ہوراں دی



سیما ب، پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم  
حیراں کہتے ہوئے ہیں، دل بے قرار کے

آغوش گل، کشودہ برائے دواغ ہے  
اے عندلیب، چل کہ چلے دن بہار کے



ہے وصل، حجب عالم تمکین و ضبط میں  
ممشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں  
شوقِ فضول و جہراتِ زندانہ چاہیے



پارہ شیشے دی پر وارے اکھ حیرانی پر ساڈی  
 اکھاں توں تارے لاندی لے تھر تھر دل دے تاراں دی

پھل دی آڈی جھولی تینوں رب حوالے کیتاے  
 بلبل مویے ٹر پوہن تے، ٹر پئی رت بہاراں دی



وصل، جدائی درگاہے کر گئے دتے رہیے  
 تر فیلا معشوق وی ہو دے، عاشق جھلا ہو دے

اوہ دے ہر ٹھاں توں چمن دی تر سیرا اینویں میں بکھدی  
 وادھو شوق تے چوڑ چوڑ پٹاں وال جگر اہو دے





چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے  
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے  
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر  
 جائے مے، اپنے کو کھینچا چاہیے  
 چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟  
 بارے اب اس سبھی سمجھا چاہیے  
 چاک مت کر جیب بے ایام گل  
 کچھ اذہد کا بھی اشارا چاہیے  
 دوستی کا پردہ ہے بیگانگی  
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے  
 دشمنی نے میری کھویا غیسہ کو  
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے  
 اپنی رُسوائی میں کیا چلتی ہے سعی  
 یار ہی ہنگامہ آما چاہیے  
 منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید  
 ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے  
 غافل، ان مہ طلعتوں کے واسطے  
 چاہئے والا بھی اچھا چاہیے  
 چاہتے ہو خوبرویوں کو اسد  
 آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے



پیار کر دتے سوہنیاں توں پر بے آنتا  
 ایہہ جے پیار کرن، کیہہ لینا ہوہ بھلا  
 رنداں دی بہنی توں بچن لازم ہے  
 کچھ پیالہ پنوں چنگا کچھ کچھ پالہ !  
 تیرے پیاراں توں دل خبرے جانا کیہہ  
 ہون بھلا کیوں مر دا جاندا اے ایڈا  
 پھلاں دی رت باہجوں گھماں پاڈیں نہ  
 اودوں دی کچھ سنھیا آؤنا چاہی دا  
 پیار لگانا دی لگدا اے ڈیر پیا  
 ساڈے توں گھنڈ کڈنا چھڈ دکھلے دا  
 میرے ڈیروں، غیر دی ہتھوں کڈھیا سو  
 دیکھو کیڈا ڈیری ہو یا جے میرا  
 ساڈی، ہوتے ہوتے کھٹنوں دی نیتیں چل دی اوہ  
 سر جاتے جے نیجے سجن ڈھول جیہا  
 مرنے تے جوڑتے ڈور امیدیں دی  
 اوہدی نا امید دی دا کیہہ ڈور ہرا  
 منٹھے چن چنباں دے بندیا، اوہ لوکی  
 منگدے پیار کرن والا اپنے درگا  
 سوچنے لوکاں تے اسدا اللہ اکھ رکھیں  
 اپنا کدھرے منہ تے جا کے دیکھ ددا



ہر قسم دُوری منزل ہے نمایاں مجھ سے  
 میری رفتار سے بھاگے ہے بیاہاں مجھ سے  
 دس عنوان تماشا، بتفاصل خوشتر  
 ہے نگر، دشت شیرازہ مژگاں مجھ سے  
 وحشتِ آتش دل سے شبِ تنہائی میں  
 صورتِ دُور رہا، سایہ گریزاں مجھ سے  
 غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بُتیاں  
 کس قدر خانہ آئینہ ہے دیراں مجھ سے  
 اثرِ آبلہ سے جادۂ صحرائے جنوں  
 صورتِ رشتہ گوہر ہے چراغاں مجھ سے  
 بے خودی بہتر تمہیدِ فراغت ہو جو  
 پڑ ہے سایہ کی طرح میرا شبستاں مجھ سے



پیر و پسر بھجوروں واثماں جان پر میرے میتوں  
 کھڑی کراں تے چھوٹاں دندے قتل دے پنڈے میتوں  
 اوہنوں دیکھن وا انگٹ سوہنا جیویں نیں پے دیندے  
 جیویں پلکاں دی جھار ڈوری دید نظارے میتوں  
 بھانسیہ دل تھیں اگ ترٹھے اکلا پے دی راتے  
 دھوں وانگوں پڑ چھا دیں ہودی رہے دڑاے میتوں  
 رانجھیاں دے غم میراں نوں ڈنگ چیروں نہ بٹکاؤں  
 کیڈے سنجے سنجے نہیں شیشے گھر دیسڈے میتوں  
 جھل تھلاں دی راہ وچ چھالے پیرے پیرے پھتے  
 تند پروئے جیویں کچ موتی بل پے دیوے میتوں  
 رب کرے بے سرق مینوں سکھ دی سیج وچھاں  
 جس دی چھاویں آن بھرے نیں زین بیرے میتوں

شوق دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے  
 ہو ننگہ ہنسل گل شمع پریشاں مجھ سے  
 بیکسی ہاتے شبِ ہجر کی دشت ہے ہے  
 سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے  
 گردشِ ساغرِ صد جلوسہ رنگیں تجھ سے  
 آئینہ داری یک دیدہ حیراں مجھ سے  
 ننگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد  
 ہے چراغاں خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے

جے دیدار دے شوق گنہا ہوں توں میسر ہر گیش  
 نظر اں جیوں گل جھاڑے دیوے پان کھلارے میسوں  
 رات جہر دی ڈرو ڈرو پے کر دے ساتھ کوئے  
 پڑچھاواں، جا حشر دے سورج لگیں ڈر کے میسوں  
 سو سو روپ پیالے سخا گیسٹے اندھ میسوں  
 شیشے دندن حیرانی دے پتھر آنے میسوں  
 بلدیاں نظراں اسد اللہ ہر پاسے جھاتن لبیاں  
 باگے دے گلہ کنڈے جا پن بلدے دیوے میسوں



نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے  
 کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے  
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اسے جذبہ دل  
 اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
 کھیل بچا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے  
 کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے سنائے نہ بنے  
 غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر  
 کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے  
 اس نزاکت کا بُرا ہوں وہ بھلے ہیں تو کیا  
 ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے  
 کہہ سکے کون کہ یہ جہلوہ گری کس کی ہے  
 پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے  
 موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ بنے  
 تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے  
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے  
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بسائے نہ بنے  
 جنتی پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب  
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے



اوہ یارتے ہے پر محبتی اسے اوہنوں دکھڑا سٹایاں گل نہ بنے  
 اوتھے گل کیوں بن سکدی اسے حقے گل وی بنایاں گل نہ بنے  
 میرے سڈیاں آؤندا نیس اتھے اوہنوں دل دیتے کچھ اوکھ کچھ لار  
 اوہ سے دل توں رانج ولھیت پورے پناں تڈیاں آیاں گل نہ بنے  
 حال تے جانے دل لگیاں، کہتے بھلدا بھلدا بھل نہ بیٹے  
 رب اوہ سے دل وچ پا دیوے پناں مینوں ستایاں گل نہ بنے  
 جو غیر توں خط بلکہ بیٹھا ایں رانج لے لے اوہنوں پھر ڈاوی  
 کوئی دیکھ کے پچھ لے ایہہ کیہاں؟ اوہ سے توں نکایاں گل نہ بنے  
 میں منیا آپ تے ہے چنگا، ایڈی چند لوک تے چنگی نیس  
 کدی قسمت نال جے ہتھ آوے ہتھ نال چھو بایاں گل نہ بنے  
 ہر شے وچ نور ظہور کدا، کوئی دیکھن والا دسدانئیں  
 اوہ پردہ اوہنے سٹیا اسے، ہتھ نال ہٹایاں گل نہ بنے  
 کیوں مرث دی راہ نہ نل بیٹے جتھے آپے آؤنوں نیس مڑنا  
 کیہہ تیرا بے اتبار سے وار جتھوں سڈیاں بلایاں گل نہ بنے  
 میسٹوں پیاروی گنڈھڑی ڈگ پئی لے جہیڑی چکیاں نئی چکیندی نیس  
 کوئی انجھدی ہر تے پنڈ پئی ہیمشوں برکھسکایاں گل نہ بنے  
 نیس عشق ہو راں تے زور کوئی، ایہہ آگ تے غالب دھکری لے  
 کدھ چھو کاں مارے نیس بھندی، پانی نال بھجایاں گل نہ بنے





چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے  
صبح کے ناشد زخمِ دل اگر سبانی کرے

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گریجے خیال  
دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

ہے شکست سے بھی دل مایوس یارب کب تک  
آگینہ کوہ پر عرض گراں جسانی کرے

میکدہ گر چشمِ مست ناز ہے پائے شکست  
موتے شیشہ، دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِ عارض سے لکھا ہے زلف کو آفت نے حمد  
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے



عشق، لنگار دیاں جے ننگے پنڈے بیتاں کردا  
پھسادی پورہ دانگوں پھٹ دل دا گلماں بیاں کردا

ایڑا دکھ چمکارا تیسرا سوچاں شیشے اندر  
دل دی اکھ نوں حیرانی دا درشن علماں کردا

ٹٹنوں دی دل ڈاڈا ٹٹیاں رہا کتھوں توڑی  
شیشہ، بھار غماں دے، پر بت اگے عرضاں کردا

جے میخانے پین تریاں اکھ نشیلی پاروں  
شیشے وال، پیالے دی اکھ، پلکاں لیاں کردا

گلگھاں تے خط پٹا لکھیتا، پٹیاں دے مئی پیاروں  
اکوٹک ساتوں وارا اے جو پڑ چھپاواں کردا



وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے  
 دے مجھے تپشِ دل، مجالِ خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیسرا رو دینا  
 تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کرہم کو  
 نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساتی جو ہم سے نفرت ہے  
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے، شراب تو دے

استدخوشی سے مرے ہاتھ پاؤں بھول گئے  
 کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے



بے چینی نوں سُفنے وِچ اوہ آکے ٹھنڈتے پاوے  
پر کدھرے دل دی اگ مینوں دے توفیق سواوے

ڈسکیں تے اکھ اندر منہجو قتل کرن پے مینوں  
تیرے وانگوں نین کٹاری کھڑاپان چڑھاوے

اِکو دار ہلا کے بلھیاں سانوں مار مُکا چار  
منہ جے کر نیس چھن دیندا ہاں نہ تے کوئی آوے

ساتی بُک وِچ لڈی جا جے ساتھوں بُک چڑھائیں  
جے نیس ٹھوٹھا دیندا نہ سہتی بڑی شراب تے آوے

اسد اللہ، میرے پُتل گئے ہتھ پیرا پچائے چاواں  
اوہنے جد فدا یا میرے کوئی پیسہ دباوے



پیش سے میری وقف کشمکش ہر تارِ بستر ہے  
 مرا سر درخ بالیں ہے، مرا تن بارِ بستر ہے  
 سرشکِ سرِ بصرِ اودہ نورِ العینِ دامن ہے  
 دل بے دست و پا اُقلوہ، ہر غمِ دارِ بستر ہے  
 خوشا اقبالِ رنجوری حیاوت کو تم آتے ہو  
 فردِ غمِ شمعِ بالیں، طالعِ بیدارِ بستر ہے  
 بطوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی  
 شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر، تارِ بستر ہے  
 ابھی آتی ہے بُوِ بالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی  
 ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے  
 کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے حیرانِ غالب  
 کہ بے تابی سے ہر اک تارِ بستر، خارِ بستر ہے



خطر ہے رشتہٴ آفتِ رگ گردن نہ ہو جائے  
 غمِ دردِ دوستی آفت ہے، تُو دشمن نہ ہو جائے  
 سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشوونما غالب  
 اگر گلِ سرِ دُکے قامت پر پیرا ہن نہ ہو جائے



میرے سیکوں اُستل دئے اک اک تار وچھائیاں دا  
 ہر ہر پیسہ سربانے دی تے پنڈا بھار وچھائیاں دا  
 ڈٹریاں چڑھیا اتھرو جیویں ، نوہ نظر وچ گودی دے  
 ڈگیا ڈھنچھا دل دا کچھنؤ ، بر خود دار وچھائیاں دا  
 لگیاں دے دھن بھاگ تسی خود کچھن کچھن آگئے او  
 دیا بے سرباندی ، تار اجاگن بار وچھائیاں دا  
 ہجر نماشیں کھسائیاں دیاں چھٹاں نھیر اُسائے میں  
 حشر سویرے سوچ کرناں اک اک تار وچھائیاں دا  
 کستوری بھجیاں ڈلفاں دی حالے ہک سربانے دے  
 ساڈی اکھ توں خواب زلیخا پنڈا بھار وچھائیاں دا  
 کیہ دوتاں کیہ دل تے دتے غالب وچ دھچکے دے  
 پھر لکاں تے ہر تار وچھائیاں ، لگے خار وچھائیاں دا



ڈرناں ، عشق دی ڈوری دی شہ رگ درگی نہ ہر دے  
 یاری دا ہنکار کشاری ، اوہ دیرمی نہ ہر دے  
 غالب دودھن پھنسو اوہ رت جانو گھاٹے دندی  
 پھٹاں دی چادر بے سرواں تے چڑھدی نہ ہر دے



فریاد کی کوئی نے نہیں ہے  
 نالہ پابند نے نہیں ہے  
 کیوں بوتے ہیں باغیاں تو بنے  
 گر باغ اگدائے نے نہیں ہے  
 ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے  
 پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے  
 ہاں اکھائیومت فریب ہستی  
 ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے  
 شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے  
 اُردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے  
 کیوں روقدح کرے ہے زاہد  
 مے ہے یہ، گلس کی قے نہیں ہے  
 ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب  
 آخر تو کیا ہے اُسے "نہیں ہے"



لوڑ ہاڑیاں توں کسے لے دی نیس  
 ہوک بانس دی دنجھلی گوجرہ نیس  
 مالی کاس توں بیجہ بے ہین توں بے  
 جے کر باغ شراب داؤ جبری نیس  
 بھادیں توں ہر شے وچ دسنا ایں  
 تیرے جیہی پرشے کوئی دسدی نیس  
 ہندے دس نہ دس توں ہون اُتے  
 ”ہے“، اکھن پئے اکھ توں ہے اہی نیس  
 خوشی بھسل جاؤکھ نہ یاد آوئیں!  
 چیتر سے نیس تے لکڑ سے دی نیس  
 مٹلاں کاہنوں توں جام توں پیا چھنٹکیں  
 ایہ تے مئے دے تے کوئی مکھ دی نیس  
 جیہے ہوئے تے تہئے نہ ہوئے غالب  
 آخر کیہ ایں دستس خاں یاد جی، ”نیس“





نہ پُچھ نہ سہ مرہم جراحِ دل کا  
کہ اس میں ریزہٴ الماس جزوِ اعظم ہے

بہت دنوں میں توافل نے تیرے پیدا کی  
وہ اک نگہ کہ بغا ہر نگاہ سے کم ہے



ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے  
مرتے ہیں ولے اُن کی تمنا نہیں کرتے

در پردہ انہیں غیسر سے ہے ربطِ نہانی  
ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردہ نہیں کرتے

یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے  
غالب کو بُرا کہتے ہو، اچھا نہیں کرتے



پھٹ ولے دے وارو اندرنت چھہ کیرہ کیرہ پنیدا  
ایہ دے وچ کئی ہیرے دی سب توں پوے دھیری

تیسری بے پرواہیاں چمکے چرمے پتھوں بیتی  
انج دی اک نظر سوجھ لگے نظروں ذرا کیری



رشتک اپنا وی اسی جرن دا جیرا نئیں کرے  
مرمر جانے آں پر اوہی اچھیا نئیں کرے

اوہے اوہے اوہناں میلی سیٹی غیراں نال  
وکیہن دا پردہ اے جیہڑا پردہ نئیں کرے

انج تے ہوچے لوکاں دی دی آس ترے گی  
غالب توں بھیرا آہندے او چنگا نئیں کرے



کرے ہے بارہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فردغ  
 خطِ پیالہ سدا سرنگاؤ گلچیں ہے  
 کبھی تو اس سرِ شوریدہ کی بھی داد ملے  
 کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے  
 بجا ہے گر نہ تھے نالہ ہائے بلبِلِ زار  
 کہ گوشِ گل، نیمِ شبنم سے پنہ آگین ہے  
 اسد ہے نزع میں چل بیوفا، برائے خدا  
 مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمسکین ہے



کیوں نہ ہو چشمِ بیاں محوِ تغافل کیوں نہ ہو  
 یعنی اس بیمار کو نظامِ سے پرہیز ہے  
 مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی  
 دلتے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے  
 عارضِ گل دیکھ، روتے یارِ یاد آیا اسد  
 جو ششِ فصلِ بہاری، اشتیاقِ رنجیز ہے



بھنجدی لالی تیرے ہونٹوں، چوسن نشے شراباں دے  
 پھل چونے دی اکھ پئی جا پے پورا گھیر پیالے دا  
 بامارے سر توں توں سچنا تھا پی کدی تے دیند وں چا  
 عمراں توں ایہہ سدھداں پھنڈیا، ہسکن ہار سرائے ا  
 سچا اے جے سن دانیتں اوہ بلیسل دے کرلاٹاں نوں  
 پھل کنوئی، تریل دا قطرہ دے کم روں دے توں بے دا  
 اسد اللہ دی جان لبیاں تے رب نانویں ٹر پوہن تے  
 آکر ٹھانی چھڈن تے ایہہ ویلا اے گھنڈ لاہنے دا



کیوں جی مغروں دی اکھ نہ غافل ہو دے ایہہ کیوں جی  
 ایس بنی والی توں وکھین توں پرہیز دچاری اے  
 مڑے مڑے اوہرے ورتن دی سبک رہندی رہ جانی  
 رہا قسمت ہر جانی، ظالم دی تیسہ کٹاری اے  
 اسد اللہ پھل ویکھدیاں مکھ یار دا آیا اے چیتے  
 کھڑ دی رت بہار نے مینوں دتی شوق اڈکری اے



دیا ہے دل اگر اس کو، بشر ہے، کیا کہتے  
 ہوا رقیب کو ہو، نامہ بر ہے، کیا کہتے  
 یہ ضد کہ آج نہ آئے اور آئے بن نہ رہے  
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے، کیا کہتے  
 زہے کہ شتم کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب  
 کہ بن کے ہی انھیں سب خبر ہے، کیا کہتے  
 سمجھ کے کرتے ہیں بازاریں وہ پریش حال  
 کہ یہ کہے کہ سرِ دگر ہے، کیا کہتے  
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ وفا کا خیال  
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے مگر ہے کیا؟ کہتے  
 انہیں سوال پر زعم جنوں ہے، کیوں لڑتے  
 ہمیں جواب سے قطع نظر ہے، کیا کہتے  
 حد، مزائے کمال سخن ہے، کیا کیجے  
 ستم، بہائے متاع ہنر ہے، کیا کہتے  
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں لیکن  
 سوائے اس کے کہ آشفہ سر ہے، کیا کہتے



جے اوہنوں دل دے بیٹھا اے، بندہ اے کیہہ آکھو  
 بنے رقیب جے بنیا اے، ہمد کاوا اے، کیہہ آکھو  
 اڑی پھڑپی سواج نیتیں آؤما، آؤنوں وی نیتیں رہنا  
 سانوں شکوا موت موتی تے کیہہ اے، کیہہ آکھو  
 اشکے اوہے دل چھل تے رہتے دتے ایس بھیکھے  
 آکھے باجھوں وی اوہ جانو دھونگا اے، کیہہ دیکھو  
 دیکھ چاکھ کے وچ بزارے حال حوال اوہ پچھدے  
 ماں جے آپے چا آکھے رہ دگدا اے، کیہہ آکھو  
 تینوں تے نیتیں کج دے ڈور سرے دی سارنڈا دی  
 ساڈے ہتھ کچھ اڑیا اے پر اڑیا اے کیہہ آکھو  
 اوہنوں جنج سوالوں جھل بھیکھے نیں، کیوں کھڑجھو  
 سانوں اینج جوابوں دال جوا با اے، کیہہ آکھو  
 سولاں تے پھسل شعراں دائل جاندا اے کیہہ کہنا  
 چوہماں، فن پھسل واڑی دائل پیندا اے، کیہہ آکھو  
 کیڑا آہندا اے پی غالب بھیرا تے نیتیں، پر کچھ  
 ایڈوں دودھ نسیں بھورا کوہر پھریا اے، کیہہ آکھو



دیکھ کر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے  
 کر گئی وابستہ تن، میری عربانی مجھے  
 بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سببِ فساں  
 مرحبا میں، کیا مبارک ہے گرا نجاتی مجھے  
 کیوں نہ ہو بے اتفاقی؛ اس کی خاطر جمع ہے  
 جانتا ہے مجھ پر سش ہاتے پنہانی مجھے  
 میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی  
 بلکہ دیا منجملہ اسبابِ ویرانی مجھے  
 بدگماں ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کاش کہ  
 اس قدر شوقِ نوائے مرغِ بُستانی مجھے  
 داتے؛ داں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا  
 لے گیا تھا گود میں ذوقِ تن آسانی مجھے  
 وعدہ آنے کا وفا کیجیے، یہ کیا انداز ہے  
 تم نے کیوں سوچی ہے میرے گھر کی درباری مجھے  
 ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ واہ  
 پھر تہا ہے تازہ سودائے غزلخوانی مجھے  
 دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی  
 میرزا یوسف ہے غالبِ یوسفِ ثانی مجھے



ویکھ دیاں اندروں شے تآ، پلا چھٹے مینوں  
 پنڈے ہنسل کر چھٹیاے، ننگے پنڈے مینوں  
 میں بیسی دی نین کشری نئی سہل چتر ہو یا  
 رگڑے سنی جان دے شاہا، اکھوٹکے مینوں  
 بے پردا ہیاں کیوں نہ دوتے، اوہ دال تھان تے دے  
 اوہنے جاتا، بچھا ہو یا وچسل تارے مینوں  
 میسری جھوک نمائی دی جد ازلوں کافی وگتی  
 سارے حرف آجاڑاں والے لائے تھے مینوں  
 شکاں پتیا شک کر دا اے، چنگا سی نہ لگدے  
 ایٹے چنگے بلبس موتی دے کر لائے مینوں  
 آخر دی گڑ گچ اتھے وی ساہ نہ کدھن دتا  
 پنڈے دا سکھ بھالن لے وڑیا سی قبرے مینوں  
 کر دیو وعدہ آون دا پورا، ایہہ کیہہ چالا ہویا  
 میرے گمردی بڑے راکھی کیوں نہت بہانے مینوں  
 آئی رت بہاراں بکھڑیاں ہر پاسے گلزاراں !  
 فیر آج سجرے ہونے خیرے بھل غزل دے مینوں  
 رب نے میرے ویر نوں دتی توں سرے جاتی  
 مرزا یوسف غالب، یوسف دوجا لگے مینوں





یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے  
سجہ زائد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

ہے کشادہ خاطر و ابستہ در رہن سخن  
تھا طلم قفلِ ابلجہ، خانہ مکتب مجھے

یارب اس شفتگی کی داد کس سے چاہئے؟  
ریشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

طبع ہے مشتاقِ لذت ہائے حسرت، کیا کروں  
آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب بھی سے ہو گئے  
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے



خوشیاں دیلے دی نئیں بھلیاں رُب رُب تہا ہر مینوں  
 مٹلاں دی تسبی دے دلتے ہاسے دندان مینوں  
 کھولن دل دے جند دے دا کئی سر ٹول سخن دی  
 حرفی جند دے دی اُستادی، درس کتاباں مینوں  
 رُتبا، اُکھڑی چال نوں میسری کیہڑا شاہ آکھے  
 بندی واناں دُرگی مَنج دیاں ہُن ریکھاں مینوں  
 سَدھسراں چُکے تھکھی ایڈی طبع، کراں کیہا پیدا  
 آسوں دی تیں، آس لڑی تہن دیاں آساں مینوں  
 ریتوں لا کے ہُن آپ دی غالب میرے حالوں جوئے  
 مرزا جی کر دے سو عشقوں آپ نصیحتاں مینوں



حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے  
 چمن میں خوش نریاں چمن کی آزمائش ہے  
 قد و گیسو میں قیس و کوہن کی آزمائش ہے  
 جہاں ہم ہیں وہاں وار و رس کی آزمائش ہے  
 کریں گے کوہن کے حوصلے کا امتحاں آخر  
 ہنوز اس خستہ کے نیڑے تن کی آزمائش ہے  
 نسیم مصر کو کیا پیسہ کنگاں کی ہوا خواہی  
 اسے یوسف کی بوئے پیرم کی آزمائش ہے  
 وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے  
 فلیب و صیراہل انجمن کی آزمائش ہے  
 رہے دل ہی میں تیرا چھا، جگر کے پار ہو بہتر  
 غرض شصت بہت ناوک فلک کی آزمائش ہے  
 نہیں کچھ سبجہ و زنتار کے پھندے میں گیرائی  
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے  
 پڑا رہ اسے دل وابستہ بیتابی سے کیا حاصل  
 مگر پھر تاب زلف پر شکن کی آزمائش ہے  
 لگ دپے میں جب اترے نہ پر غم پھر دیکھئے کیا ہو  
 ابھی تو تنہی کام و دہن کی آزمائش ہے  
 وہ آئیں گے مرے گھر وعدہ کیا، دیکھنا غالب  
 نئے فتنوں میں اب چرخِ کمن کی آزمائش ہے



شاہواں و دربارے آج کویاں دے مان دیاں آزمیشاں میں  
 باگے و بیج باغ دے اک اک خوش الحان دیاں آزمیشاں میں  
 قد شیریں تے ٹٹیلے عرب ایران دیاں آزمیشاں میں  
 ساڈے دل بھائییاں تے سولی چڑھ جان دیاں آزمیشاں میں  
 آخر قوس تے فرہاد ہوراں دا جسگراوی آندا ون گے  
 حال تے اس ٹٹھڑیاں دی چند جان دیاں آزمیشاں میں  
 مصری وادے تے نے کبیر یعقوب دی کا بجائینی سی  
 ادھنوں پرست دے چولے دی مکان دیاں آزمیشاں میں  
 ادھ محفل و بیج آؤڈیا جے، فیسا اکھونہ پی رستیانہ  
 محفل دے سب جی داراں دے جر جان دیاں آزمیشاں میں !  
 دل و بیج دی رہے کافی دل اے دے و تھ کلیجاتاں چنگا  
 ہر ساڈے سینے علم دے تیر کمان دیاں آزمیشاں میں  
 جنہو تے تہی دے گھیرے گل کوئی دی دل پھٹ دی تہیں  
 باہن تے کلاں دے کچے ایساں دیاں آزمیشاں میں  
 جے بھجیا، ایں تے زوہ بھجیا، کبیر لاجہ و لاہن پھر کن دا  
 یا فیر آج کنڈل زلفاں دے کچھ لان دیاں آزمیشاں میں  
 نس نس و بیج زہر غماں دا جد ایسہ نسیا تے کبیر درتے گی  
 پر حال تے جھپتاؤ توں ٹر فان دیاں آزمیشاں میں  
 کبیراں آؤنا، کبیر لارے نہیں غالب توں آگے دیکھی جا !  
 سجرے قبران ہی ہنڈھ درتے آسمان دیاں آزمیشاں میں



کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے  
 جفا میں کر کے اپنی یاد شدہا جائے ہے مجھ سے  
 خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر اٹھی ہے  
 کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائے ہے مجھ سے  
 وہ بدخوا اور میری داستانِ عشق طولانی  
 عبارتِ مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے  
 اُدھر وہ بدگمانی ہے، اُدھر یہ ناتوانی ہے  
 نہ پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے  
 سنبھلتے دے مجھے ناامیدی کیا قیامت ہے  
 کہ دامنِ خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے  
 تکلف برطرف، نظارگی میں بھی سہی بیسکن  
 وہ دیکھا جائے، کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے  
 ہوتے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی  
 نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے  
 قیامت ہے کہ ہو دے مدعی کا ہمسفر غالب  
 وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے



کدی بہر گرن دامیرے تہجے ادہے دل وچ آجاوے  
 کر چیتے اپنیاں کیتیاں توں اس نیکیوں وی شرمہا جاوے  
 رُب سائیاں دل دیاں کھچاں وی مینوں تے پُتیاں پتاں نیں  
 میں ادہنوں چٹا کھچناں واں ادہ میرے توں کھچدا آجاوے  
 ادہ اتھرا لے کیوں دے گل پیار دی لئی چوڑی اے  
 گل ملکی اے گل سن سن کے ہر کارا دی دل چا جاوے  
 ادوہرا ایہ بے اتباری اے، ایدھرا ایڈی چند ماڑی لے  
 کجھ ادہوی پچھن جو گانٹیں، کجھ میتھوں نہ دتیا جاوے  
 کیہہ قمر پیا مانوئے نی، کہتے میرے پیرو دی لگن دے  
 میرے ہتھوں ادہ دیاں یاداں داہن پلا دی چھڈا جاوے  
 میں دی سہتی دیکھن والیاں وچ پر ایہہ گل ننگل ننگل اے  
 جو راں توں وی دتے، ایہہ ظلم کدوں میتھوں تکیا جاوے  
 ایس عشق مدانے چڑھ دیاں، جوئے پہلاں پچھتر پیراپنے  
 بچھتے تے نٹیں بچھیا جاں دا، ہوئے تے نہ بیٹھا جاوے  
 غالب ایہہ اوکھی دسدی اے سنگ دیری کیوں ٹور دیاں  
 ادہ کا فسر رپ حوالے دی جو میتھوں نہ لیتا جاوے



زبسکہ مشق تماشا، جنوں علامت ہے  
کشاد و بست مژہ سیلِ ندامت ہے

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغِ طبعی بد عسدی  
تجھے کہ آئینہ بھی ورطہٴ ملامت ہے

بہ پیچ و تاب ہوس، سلکِ عافیت مت توڑ  
لگاؤ عجز، سرِ رشتہٴ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد  
جنونِ ساختہ و فصلِ گلِ قیامت ہے



دیکھے نوں مڑ دیکھی جانا، وڈ نشتی جھتیاں دی  
اکھ دی چپنی میٹن کھولن، چنڈ پوسے پئی شریاں دی

خبرے کیوں دھینا دھبہ بولوں پھرن دی بولی دا  
تینوں سیشے لشکارا وی، گمشتن گھیٹری پھسکاں دی

اکھ دی جھکھوں چاہڑ مروڑے ڈور بھلے دی تردیس نہ  
رہتی ہولی اکھ اشارے ڈوری امن آماناں دی

ایہ ہر سچی پریت تے اودھر عشق رقیب دا اکا جھوٹھ  
نقلی جھل تے دوجے پاسے، اصلی آخر پھسلاں دی





لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے  
میں راہِ تہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اس کو، دیکھ کر آجائے رحم  
واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے

منہ نہ دکھلا دے، نہ دکھلا، پر بانہ از عتاب  
کھول کر پردہ، زرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں  
زلف گر بن جاؤں ترشانے میں اُلجھا دے مجھے



اینا لاغر ہویاں جے توں بزم بٹھائے مینوں  
میرے تے سٹ جے کوئی دیکھدیاں لُغ جائے مینوں

گل بڑی نیتیں دیکھدیاں اوہدے مَن ہر فوسے چا  
اوہدے تیسرے کسے طُراں کوئی اپڑائے مینوں

سُکھ دیکھاندا نیتیں تے نہ سہی، پر مٹھے وٹ پائے  
گھنڈ ہٹا کے اکھاں ای چا کڈھ دیکھائے مینوں

ایتھوں تیسرے میری پھڑنی تے اوہ رہندا راضی  
جے کر زلف بنساں تے کنگھی نال گتھائے مینوں



بازیچہ اطفال ہے دُنیا مرے آگے  
 ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے  
 اک کھیل ہے اور نگِ سلیمان مرے نزدیک  
 اک بات ہے اعجازِ میحاً مرے آگے  
 جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور  
 جز وہم نہیں ہستیِ اشیاء مرے آگے  
 ہوتا ہے نہاں گردیں صحرایہ مرے ہوتے  
 گھستا ہے جبینِ خاک پہ دیا مرے آگے  
 مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے  
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے  
 سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں، نہ کیوں ہوں  
 بیٹھا ہے بُتِ آئینہ سیما مرے آگے  
 پھر دیکھئے اندازِ گل افشانیِ گفتار  
 رکھ دے کوئی پہچانہ و سبب مرے آگے



کھیڑ آیا نے بالاں درگی دنیا میرے آگے  
 اُٹھے پُرتما شاہندا دہندا میرے آگے  
 کھیڑ نری اے تخت سیلانی دی میرے کیئے  
 گل نری لے، جو کر دے سن عیسیٰ میرے آگے  
 وکھو وکھ نانواں دے باجوں سینوں کچھ نہ دے  
 جا پے دہم نرا اسی ہوندا کھلارا میرے آگے  
 دھوڑاں پچھے ہندا ریت بریا میرے ہندیاں  
 راوی نکت لکیراں کدھدا جاندا میرے آگے  
 بچھ نہ کیہ اے حالت میری تیری کنڈھے پچھے  
 وکھ زرا کیہ رنگ بھلا لے تیرا میرے آگے  
 ٹھیک اے اپنے آپ نوں دیکھن والا کیوں نہ ہوں  
 بیٹھا اے اک مادھو شیشے ٹڑھیا، میرے آگے  
 فیروزا گفتاراں دی پھل کھڑنی دے رنگ دیکھو  
 دھر کے، مٹ شراباں نال پیالہ میرے آگے

نفرت کا گماں گزیرے ہے میں رشک سے گزرا  
 کیوں کر کہوں ، لو نام نہ آن کا مرے آگے  
 ایساں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر  
 کعبہ مرے پیچھے ہے ، کلیسا مرے آگے  
 عاشق ہوں پہ معشوق فہرے ہے مرا کام  
 مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیسل مرے آگے  
 خوش ہوتے ہیں پردصل میں یوں مرنیں جاتے  
 اَلّی شبِ جہاں کی تمنا مرے آگے  
 ہے موزن اک مشعلِ مِخوں کا ش ہی ہو  
 آتا ہے ابھی دیکھتے کیا مرے آگے  
 گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے  
 رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے  
 ہم پیشہ وہم مشرب وہم راز ہے میرا  
 غالب کو بُرا کیوں کہو ؟ اچھا مرے آگے

انج آکھن گے رتیا پھر دالے میں سولوں رتیا  
 کیوں آکھاں نام کووند اوہا میرے اگے  
 پچھوں کچھ ایمان دی مینوں کچھ کفر اگیرے  
 خانہ کعبہ کندہ دے پچھے، اگر جا میرے اگے  
 عاشق سہی پر معشوقاں توں تھرکانا ہتھ میرے  
 مجنوں دی پئی کرے نکھیت دی سیلی میرے اگے  
 چار چڑھدے نہیں دلبر طیاں انج پر مردا کوئی تیں  
 رات جدائیاں دی جو منگیا، آیا میرے اگے  
 رت چنٹاں اک ٹھاٹھاں ملے ایتھوں تیکر خیرے  
 اگے اگے دیکھو کیہہ کیہہ اوکھا میرے اگے  
 ہتھ جے کرن تیں ہلدے اکھاں مچ تے سادہ سنت ہنا  
 رہن دیو پیسا اچے شراب پیالہ میرے اگے  
 پیٹی بند اسے پیر خزاں نالے محرم ساڈا  
 غالب توں کیوں بھیرا آکھیں بھلیا میرے اگے



کہوں جو حال تو کہتے ہو مدد کہتے  
 تمہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیسا کہتے  
 نہ کہو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہیں،  
 مجھے تو خوف ہے کہ جو کچھ کہو، بجا کہتے  
 وہ نیشتر سہی، پر دل میں جب اتر جاوے  
 نگاہ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہتے  
 نہیں ذریعہ راحت، جہ راحت پکیاں  
 وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکش کہتے  
 جو ممد علی بنے اس کے نہ ممد علی بنے  
 جو نامزاکے، اس کو نہ نامزاکے کہتے  
 کہیں حقیقت جانکا ہی مرض لکھتے  
 کہیں مصیبت ناسازی دوا کہتے



ٹوڑیے جے گل تے آکھیں ، حال دل دا اکھنا  
ٹوڑ دی رنج آکھیں تے دس خاں کیر تے کاہدا اکھنا

فیر نہ آکھیں ٹنوکے لاکے ”چندرے آں اسی“  
مینوں مَت لے جو دی آکھیں تینوں سچا اکھنا

بھادیں بستر ہو دے پر جے دل دے وچ کھجے جاتے تے  
تیز تے مہٹھی نکلے ٹوڑ یار پیندا اکھنا

چَہن دا اک چیسر دی پائے نہ چیرا تیر دا  
پھٹ جے برہی دا ہو دے تاں کرا را اکھنا

جیہڑا میدا نے ونگارے مَت ونگارو اوہی ٹوڑ  
جیہڑا مندا آکھ لے اوہنوں نہ مندا اکھنا

جا کے کدھرے روگ دی چند کھوڑ گل اُیکنا  
جا کے کدھرے بھوگ دا رو دی خطا دا اکھنا



کبھی شکایتِ رنجِ گراں نشیں کیجے  
کبھی حکایتِ صبرِ گریزِ پا کئے

رہے نہ جان تو تِل کو خوں بہا، دیجے  
کٹے زبان تو خنجر کو مرجب لہے

نہیں نگار کو آفت نہ ہو نگار تو ہے  
روانیِ روش و مستی ادا کئے

نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے  
طراوتِ چمن و غولِ بہار کئے

سفینہ جبکہ کنارے پہ آ لگا غالب  
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کئے

یا کدی بیہ سوگ کرنا سینے غم دی لاش دا  
یا کدی بیہ جوگ جونا، دل بے صبرا اکھنا

جان جتے جے نہ رہے سرکپ نوں لسو چا تا رنا<sup>۱</sup>  
جیہہ نمک مٹے تے تاں خنجر نوں شابا اکھنا

یار نوں جے پیار نہیں تے کیہ اے، ہے تے یار نا  
ٹور موراں چایاں نغدا نشیلا اکھنا

نتیں بہاراں نوں قداراں، پر بہاراں ہیں تے  
باغ دی ہریالیاں پُریاں نوں واہ دا اکھنا

بیٹھی بنے آن جو لگی تے غالب شکر  
کیہ خدا نوں ناخدا دا بھیڑا چنگا اکھنا



رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے  
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہاتے مئے ہوئے آلاتِ مئے کشی  
تھے یہ ہی دو حسابِ سوئوں پاک ہو گئے

رُسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم  
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالہٗ مبلبل کو بے اثر  
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہے کیسا وجودِ عدم اہلِ شوق کا  
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے



ہنچو دسیاں، ہر دی عشقوں ننگے ہو گئے  
ایڈے دھوٹے گئے آں، اصلوں چٹے ہو گئے

بھٹھی، بھیکا دیچ کے تر گئے مل شراباں  
ہر تے ایہ دو بھارے سن انج ہولے ہو گئے

جگ تے بھنڈے گئے او بھاویں ہو ہر جاں  
خیریں، گلوں باتوں تے ہن مستقرے ہو گئے

کیڑا آکھے بلبس دے کر لاٹ نے اچل  
پھل دے پر دے لکھاں جگر لنگارے ہو گئے

ہونڈ نہونڈ کیڑ پھپھیں شوق و گتیاں دی توں  
آپے اپنے بھانبر دے گلہ تیلے ہو گئے

مرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلہ  
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اُٹھائی کل اُس نے اسد کی نعش  
دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے



نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب  
شیشہ نئے سرورِ سبزِ جو تبِ رنغمہ ہے

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کرنے بزمِ عیشِ دوست  
واں تو میسہ سے نالہ کو بھی اعتبارِ رنغمہ ہے

جھورا جھرن گئے ساں اکجہ پرتانی دا جد  
اک دکھالی جھستی! مٹی ورگے ہو گئے

انج اوہنے کل چکی لاش اسد اللہ خاں دی  
غیراں دے وی دیکھدیاں دل ٹوٹے ہو گئے



مستیاں ہریالیاں، سازاں نوں لہرے عیش دے  
مے پری سادا مڑو پلکھو کنارے گیتریاں

یار دی محفل دے رنگ بھنگ پانوں ٹک نہ گرٹیا  
اوس تھاں کڑلاٹ وی میرا شمارے گیتریاں!



عرضِ نازِ شوخیِ دندانِ برائے خندہ ہے  
 دعویٰ جمعیتِ احبابِ بجائے خندہ ہے  
 ہے عدم میں غنچہ محوِ عبستِ انجامِ گل  
 یک جہاں زائوِ تاملِ درِ قفائے خندہ ہے  
 کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابِ حرام  
 ورنہ دندانِ دردِ دلِ افسردنِ برائے خندہ ہے  
 سوزشِ باطن کے ہیں احبابِ منکرِ ورنہ یاں  
 دل محیطِ گریہ و لبِ آشنائے خندہ ہے



حسنِ بے پروا، خسرِ یادِ متاعِ جلوہ ہے  
 آئینہ، زائوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے  
 تا کجا اے آگہی! رنگِ تماشا بافتن  
 چشمِ داگردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے



چھتے دند چوئیں نیتیں ہنسوں رہندے، ہائے ہائے دے  
سبجاں دی بل بہنی، دھوے بندے ہائے دے

کلی کر ڈوبل اندر پھسل دی دیکھ انیسہ رنج سوچے پئی  
بسر گوڑیں دے ہندی جیویں خلقت پہنچے ہائے دے

غم دی بھٹی اندر کھلیا تیاں دی موج حسد ام سہی  
دنداں تھلے دل چٹیاں دی کھڑ دے ولنے ہائے دے

اندر بلدی آگ دے، بیل آکا نابڑ ہو گئے، پر  
دل دریا اک رہنچاں دا بجے تھہ دُخارے ہائے دے



سوہنا بے پرواہیاں سڑیا، گاکب اے گھبریں دکھالی دا  
سہیشہ، گوڑیں سردے سوچے نویں نریں دکھالی دا

سُرتاں آخہ کتھوں توڑی رنگا رنگ نظارے لیئیں  
آڈی اکھ، کرے پئی ودعیب آپے نگیں دکھالی دا





جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی  
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سرسبز  
کب تک خیالِ طرۂ ییل کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب افشائے التفات  
ہاں دردِ بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم، غلامت نہ کر مجھے  
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

نحسِ جگر سے ہے رگِ ہر خار، شاخِ گل  
تا چند باغبانیِ محسوس کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رو پرش نہ وا ہوئی  
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی



جتنے توڑی عشق دی زبھی، بچھٹ دامنہ نہ کھولے کوئی  
اُونکھی گل اے گل کرن دی تیرے دل راہ ٹورے کوئی

جگ پسارا، مجنوں دی دشت دیاں دھڑاں اڑیاں نیں  
کد کو تیسکر بیل دے کنڈلاں دی سوچ دچاے کوئی

کدی نراساں توں نیں آساں اوہے جھال پان دیاں می  
پرچے درد سراپا ہووے تاں اوہے من وے کوئی

سجھن بیل ایں تے مینوں رونوں پھٹک نہ پائیں سنگیا  
اکتیا ہویا کدی تے آخر دل دی گھنڈی کھوٹے کوئی

کنڈے کنڈے دی رگ بھل دی تہنی جگر چھوہاراں پاؤں  
بکتوں تیسکر ریڑ سوکے، کردا رہوے تروکے کوئی

جگر لنگارے لائیاں دی بنے کچھ کچھ دانتیں توبا کھلا  
کیہ حاصل جے گلے دی اینویں قدر گوائے کوئی

ناکامی نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز  
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست  
نقصاں نہیں، جنوں سے جو سودا کرے کوئی

سر بر ہوئی نہ دعدہ صبر آزمائے عمر  
فرست کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد، یاس خیز  
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

بے کاری جنوں کو ہے سر پٹنے کا شغل  
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ منہ و رخِ شمع سخنِ دور ہے اسد  
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

ہمارے نظردی آپے ہوئی دیکھنیاں توں توہنی بجلی  
توں ادہ تے نئیں جتھوں اکھ سلامت رہ کے دیکھے کوئی

اٹناں پتھر دئے جانو پتیاں موتی ہار دیاں نہیں  
گھٹا نئیں جے انجدا سودا کردا عشق و ہارے کوئی

عمر وں لئے لارے توڈی کدوں حیاتی اپڑ پیندی  
دیلا بکتے؟ تیسری اچھیا کردا کیڑے ویلے کوئی

توہیاں توہیاں گلاں کر دی طبع کھلا رہے، یاہو اے  
ایہ ادہ درد نہ ہو یا جتھوں آپ نہ سینے لائے کوئی

عشق نکارا کیتا تے ہن بھرے پن نال و ہار اے!  
باتواں بھجتن تے تاں بندہ کیڑی کار کھل دے کوئی

شعر سخن دا دیا بالن، اسد اللہ گل نیڑے دی نئیں  
پٹلاں اپنا دل تے ہالے جے ایہ جانن منگے کوئی



ابن مریم ہوا کرے کوئی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی	ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
چال جیسے کڑی کہاں کا تیر	دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ	کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
بات پرواں زبان کشتی ہے	وہ کہیں اور سنا کرے کوئی
نہ سُنو، گر بُرا کہے کوئی	نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخش دو گر خطا کرے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند	کس کی حاجت دوا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے	اب کسے رہنا کرے کوئی

جب ترقع ہی اٹھ گئی غالب  
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی



مریم جابا لکھ آکھوایا کرے کوئی  
 بجاویں سب قانون شریعت ہر تے نیں  
 ٹوڑ جیدی اک تیر کمانوں ہر تے دی  
 جھل پنے وچ خبرے کیہ کیہ بکاں پایا  
 گل کرو تے او تھجیہہ کپندی لے  
 نہ گو لو جے کوئی بھیرا آکھے دی  
 ڈک نوو جے کوئی ڈنگا ٹردا لے  
 کیہڑا لے جو آکھے پوری پندی لے  
 بھلی نئیں جو کیتی خضر سکندر تال  
 میرے دکھ دا وارڈ ملکسا کرے کوئی  
 انجھے خونی سر کیہ دعویٰ کرے کوئی  
 اوہدے دل نوں پریت نشانہ کرے کوئی  
 شالامیسرا گوہ نہ ایڈا کرے کوئی  
 اوہو بولے ساہ نہ آچا کرے کوئی  
 نہ آکھو جے بھیرا دی بھیرا کرے کوئی  
 جان دیو جے غلطی بندا کرے کوئی  
 کیہڑا کیہڑے دا گھر پورا کرے کوئی  
 ہن کیہڑے آگوتے تعوی کرے کوئی

ہتے دعوے غالب تکتے ہن جہدوں

کاہنوں یار کبے دا جھوڑا کرے کوئی



بہت سی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے  
غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے  
رقیب پر ہے اگر لطف تو بستم کیا ہے

سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی  
یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے



جگ دے دکھ سہی ڈھیر، شرابوں ساٹوں گھانا کیہ اے  
کوثر دے ساقی دا چاکر ہاں میں ، ایڈا کیہ اے

تیرے ٹورے چالے دا ہن ساتھوں نکلیا کیہ اے  
غیراں نال کریں جے چنگا ایڈا بھیسٹا کیہ اے

نوک مسلم غالب تھیں شعراں دے چنگیاٹے جھڑے  
من لیا پر ہن تے ایہنوں دیکھو، ٹھریا کیہ اے





باغِ پاکِ خفقانی ، یہ ڈراتا ہے مجھے  
سایہٴ شاخِ گلِ افعی نظر آتا ہے مجھے

جہرِ تیغ بہ سرِ چشمہٴ دیگر معلوم  
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہرِ اب لگاتا ہے مجھے

مدعا محو تماشاے شکستِ دل ہے  
آئینہٴ خانہ میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے

نالہٴ سرمایہٴ یک عالم و عالم کفِ خاک  
آسماں بیضہٴ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی میں تو وہ محفل : اتحادیتے تھے  
دیکھوں بے مرگئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے



باگے روگ مراق دا روگی اینج ڈراتے مینوں  
بھل دی ٹہنی دا پرٹھاداں سب ڈراتے مینوں

برجی دے چلکارے دی نسیں پان بگانے پانی  
میں آن ادھ ہریالی ڈوبازھدا گائے مینوں

سدھراں رُج رُج دیکھیں ڈھکیاں دل توں ٹوٹے ٹوٹے  
شیش مکانے لے کے کوئی ٹریا جائے مینوں

ہا ہواں، ہو کے جگ دی پونجی، جگ سارا سٹریتی  
گھوگی دا اہڑا آسمان تھریا اے مینوں

جیوندے جی ادھ مخمل دچوں آپ اٹھاندے رہے نہیں  
دیکھو ہن جے مڑ چلیاں تے کون اٹھائے مینوں



روندی ہوتی ہے کوکہ شہسوار کی  
اترائے کیوں نہ خاک سہرگزار کی

جب اس کے دیکھنے کے لئے آئیں بادشاہ  
لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی

بھوکے نہیں ہیں سیرگستاں کے ہم ولے  
کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے ہسار کی



پیراں ہیٹھ مدھولی اے شاہواں دے عملے قیلے دی  
مان کرے نہ کاہنوں ہُن بنختاں تے مٹی لانگھے دی

وآئی ملک دا آپ جسدوں آہائے اوہنوں دیکھن لئی  
کیوں نہ کرن موالی سارے عزت باغ بیغچے دی

باغ دیاں سیراں دی سانوں اکا ای بھکھنیں تاں دی  
کیوں نہ پھکتے ایہہ پُریاں دی وَاآجے چیتر میلے دی



ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے  
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے  
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پر  
 وہ خون جو چشم تر سے عمر بھر ٹوئیں دمہدم نکلے  
 نکلتا خُلسے آدم کا سُنتے آتے تھے لیکن  
 بہت بے ابرُد ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے  
 بھرم کھل جاتے ظالم تیرے قیامت کی درازی کا  
 اگر اس طُزّہ پُریچ و خُم کا بیچ و خُم نکلے  
 مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے  
 ہوئی صُبح اور گھر سے کان پر رکھ کر تسلیم نکلے  
 ہوئی اس دُور میں منسوب مجھ سے بادہ آسانی  
 پھر آیا وہ زمانہ جب جہاں میں جامِ جم نکلے



ڈھیرا منگاں انجھ دیاں سینے جند پی اک اک دوتوں نکلے  
منج بتیرے نکلے میرے تاں دی گھٹ حسابوں نکلے

میرے ہر کپ نوں بھنؤ کا ہر اکیرہ پینا اے اوہے بہرتے  
جیہڑا خون حیاتی ساری ساہواں وانگوں اکھوں نکلے

آدم دے جنتوں نکلن دی گل تے سُن دے آونے آں پر  
اُسی کہتے ودھ ہوئے پئے کے سجن، تیری گلیوں نکلے

دیکھئے سنے گڈی نہر جلتے تیرے قد میرے دی دی  
جے کر گنجھل گنجھل تیسری گنجھل کھاہی زکمنوں نکلے

خبرے کوئی اوہنوں خط لکھواندا ساتھوں آ لکھواتے  
سو دج نکلیاں ای کُن تے رکھ قلم نہت بوہیوں نکلے

ایس زمانے میرے نانویں رنداں دی سرداری لگی  
فیر آیا اوہ ویلا جگ تے جم دا نام شرابوں نکلے

ہوئی جن سے توقع خشکی کی داد پانے کی  
وہ ہم سے بھی زیادہ کشتہ تیغِ ستم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا  
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا منہ پر دم نکلے

خدا کے واسطے، پر وہ نہ کعبہ کا اٹھا واعظ  
کہیں ایسا نہ ہو، یاں بھی وہی کا منہ صنم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ  
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جانا تھا کہ ہم نکلے



کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے  
بے تکلف اے شہرِ ارجستہ کیا ہو جائیے

بیضہ آسا، ننگِ بالِ درپر ہے یہ گنجِ قفس  
از سر نو زندگی ہو کر رہا ہو جائیے

مرمکن دی شا بالین دیاں سن آساں چنھاں کوں  
 اوہ بلی ساتھوں دی بڑھتے ظلم کشاری دھاروں نکلے  
 گوڑ پریتساں اندر فرق نہ کوئی موت حیاتی دے  
 دیکھ اوہ نوں جیونے آں جس دے دم ساہ قلوب توں نکلے  
 دہن دے مٹاں بدھریں پردہ چمک نہ کیجے دا توں  
 اینج نہ ہووے ایتھوں دی اوہو بہت نکلیا ہسٹھوں نکلے  
 کیہ مٹاں تے میخانہ کیہ، پر اپنا کو یاد اسے غالب  
 اوہ پیا اودھر جاندا سی کل آں اسی دی آگن نکلے



پر بہت نوں دی بھاری لگتے بھادیں ہر آواز جاتے  
 شندے دل جے چنگے سوچیں، فیر اسی کیڑے دا جاتے  
 کھب کھبر اناں وادی گھانا پنجرے دی گلو آئندے انگوں  
 نویں بریوں نویں حیاتی ہر کے تے ڈھا پنجرہ جاتے





مستی، بذوقِ غفلتِ ساقی، ہلاک ہے  
 موجِ شراب، یکِ مژدہِ خوابِ ناک ہے  
 جز زخمِ تیغِ ناز، نہیں دل میں آرزو  
 جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے  
 جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد  
 صحرایِ ہماری آنکھ میں اک مُشتِ خاک ہے



لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گوارہِ جنبانی  
 قیامت، کشہٗ لعلِ بُتاں کا خوابِ بگیں ہے



مستی، ساقی دی غفلت دے چکے، پتھے مردی اے  
 چھل شرابوں، جا پے اک اک پپنی، نیندر ڈوبی اے  
 مان بھری برہمی دے پھٹ دے، باجوں دل وچ ستہ حریتیں  
 سوچاں دی چولی وی تیرے، مستوں پاٹی لکدی اے  
 جھل کھلا روں اسد اللہ ساٹوں تے کچھ وی وسدائیں  
 قل مستی دا ساڈی اکھ دے اندر اک مستہ ہستی اے



ہوٹھ ہلار اے عیسے دا دی سگوں پگھوڑے ڈود بلائے  
 روز قیامت، ہوٹھ عقیقان مریاں دے لسی نیند اڈھی



آندِ سیلاب، طوفانِ صدائے آب ہے  
 نقشِ پا، جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے  
 بزمِ نئے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا  
 شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے



ہوں میں بھی تماشا بنی نیزنگ تماشا  
 مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی برائے



سیاہی جیسے گر جائے دمِ تحذیر کا غد پر  
 مری قسمت میں یوں تصویر ہے شہائے ہجراں کی



بڑھ دا ڈھڑکو، رد ہڑاں دی گڑ گئے کوک جھلھاراں دی  
تاہیوں پیسہ کھرے دا کتیں دیندا انگلی رستے دی

مے دی محفل، بھل حویلی کدھی، نشیلی اکھ ساریں  
شیشے اندر لکی نبض، پری اے چھل شرابے دی



میں دی آپ کر شتمہ دیکھاں سدھڑاں دی کرنی دا  
ایہدا مطلب ایہہ نہیں، مطلب سر پر پورا ہووے



جیویں ڈگت سیاہی پیندی بکھدے دیلے ورتے تے  
میرے لیکھاں اندر مورت انجہی جھر نماشاں دی



ہجومِ نالہ، حیرتِ عاجزہ عرضِ یکِ انفاں ہے  
خموشی، ریشہ صد نیستاں سے خسِ بنداں ہے

تکلفِ برطرف ہے جانتاں تر لطفِ بدخویاں  
نگاہِ بے حجابِ ناز، تیغِ تیزِ عریاں ہے

ہوتی یہ کثرتِ غم سے تلفِ کیفیتِ شادی  
کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

دلِ ددیں نقدِ لا، ساقی سے گر سودا کیا چاہے  
کہ اس بازار میں ساغر، متاعِ دستِ گرداں ہے

غم، آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو  
چراغِ روشنِ اپنا، قلمِ مصرعہ کا مرجاں ہے



پنڈاں ہا ہواں دی حیرانی، بٹھے منہ کڑاٹاں دا  
چپ، ترٹ لئی منہ جیویں پورا بیلا بانساں دا

سچی گل اے چند لے ہاندی ہر دی نخرے سڑیاں دی  
تیز نظر گھنڈ لٹھی، کردی اے کم سنگیاں تیغاں دا

دکھ دیاں فوجاں سکھ سواواں نوں ارج اگاں لٹیاں نیں  
عید سویرا لگے جیویں پاٹا گھماں بیسراں دا

دل تے دین ہئی جے پتے، ساقی نال دہار کریں  
ایس بڑا سے، عشق پیالہ سودا بلدا نقداں دا

غم، جھکھڑ دی جھولی اندر پانہارا عاشق دا  
اپنا بلدا دیوا، مونگا جھانجے چڑھے سمندر دا



خوشیوں سے تماشا ادا نکلتی ہے  
نگاہِ دل سے تری سُرْمہ سا نکلتی ہے

قنارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبِ نیم  
صبا جو طعنه کے پردے میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینہٴ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ  
کہ زخمِ روزِ در سے ہوا نکلتی ہے



اچّپ دے اندروں وی پئی رنگارنگ ادا نکلی  
تیری اکھ دلوں سرے وی دھاری کھانکلی

اکلاپے دی سوٹ نہیڑے تاں ایہہ تریل بنے  
ڈار جے کر منہ میٹے پھل دی بُکلی جا نکلی

مین کشاری دے نہ جو ہر کچھ توں عاشق ترن  
بُو ہے دے جھرنے دے زخموں چیر ہوا نکلی





جس جانِ نسیم شانہ کش زلفِ یار ہے  
نافذ، دماغِ آہوئے دشتِ تار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرتِ کوئے خدا  
آئینہٴ فرشِ ششِ جہتِ انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ، تنگیِ جاے غبارِ شوق  
گردِ امِ یہ ہے، وسعتِ صحرا شکار ہے

دلِ مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ  
نظارہ کا مقدمہ پھر ردِ بکار ہے

چھڑکے ہے شبنمِ آئینہٴ برگِ گل پہ آب  
اے عنذلیب! وقتِ وداعِ بہار ہے



دھتے پُردے کنگھیاں وانگ سوارن زلفاں یار دیاں  
ادھے نامے دندن پتیاں سنگیاں برگ تار دیاں

کیڑے حُسن دا ایر تھرا پئی لہجہ دی بربا حیرانی  
ٹھہر ٹھیشے دا، چارے حُداں ہین اڈیک منار دیاں

دَردہ دَردہ تھاں دی سوڈ نہیڑے شوق دی دھوڑ بنی  
ایو جال تے پھیاں سمجھو کھٹکھاں جگ سنار دیاں

دل نے اکھیاں تے دیکھن دے جُرم کچھری کیتی اے  
وہج عداوت ہون گیاں اُج بٹھاں دوجی دار دیاں

دِتا تریل تروٹکا پانی دا پھسل پتیاں سیشے تے  
بلبُل موچے برتے گھڑیاں کھڑیاں ٹرن بہار دیاں

بچ آپڑی ہے وعدہ دلدار کی مجھے  
وہ آئے یا نہ آئے پہیاں انتظار ہے

بے پردہ سوتے دادی مجنوں گزر نہ کر  
ہر ذرہ کے نقاب میں دل بیکار ہے

اے عندلیب! یک کفِ خس بہرِ اشیاں  
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

دل مت گنوا، خبہ نہ سہی، سیر ہی سہی  
اے بے دماغ! آئینہ تماشال دار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسدِ فنا میں نشاط  
اے مرگِ ناگہاں، تجھے کیا انتظار ہے

گل پئی گل میرے بسلی آؤن دا لارا لایا اے!  
 بوہڑے یا نہ بوہڑے ایتھے رہن اڈیکاں یار دیاں

مُنہ توں کپسٹا لاہ کے بجنوں دی گھاٹی نہ مَنہ کرنا  
 دُڑے دُڑے دے گھنڈ گروں لگیاں دُاجاں مار دیاں

بلبل جھلّے آہنے دے ہسی نکھاں دی مُٹھ سانجہ بوس  
 اک تیرا نئیں رہنا کانگاں چڑھیاں آؤن بہار دیاں

دل مت کہتے دُخجا میں بُندیا داتاں نئیں تے جھاناں سسی  
 بے مٹیا شیشے اندر تصویراں لَشکاں مار دیاں!

غافل دی بھل سدا جاتی ، غالب ٹھیکے عیشاں دے  
 دُکس انا یے موتے! کیسہ نہیں دیراں ایس شکار دیاں



آئینہ کیوں نہ دُوں کہ تماشا کہیں جسے  
 ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے  
 حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں  
 گلہ مستہ نگاہ، سویدا کہیں جسے  
 پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا  
 افسونِ انتظار، تمنا کہیں جسے  
 ہر پر ہجوم درِ غریبی سے ٹھالتے  
 وہ ایک مُشتِ خاک کہ صہرا کہیں جسے  
 ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں  
 شوقِ عنساں گیسختہ، دریا کہیں جسے  
 درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو  
 صبحِ بہار، پنبہ مینا کہیں جسے  
 غالبِ برآں نہ مان، جو واعظِ بُرا کہے  
 ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے



شیشہ کیوں نہ دیواں مکھ دکھاوا اکھن جنھوں  
 کھنھوں لہجہ لیاواں تیرے درگا، اکھن جنھوں  
 سدھراں تیری یاداں دی محفل دہج آن سہایا  
 نظراں دا پھل ٹچھا، سَل لکھکھا اکھن جنھوں  
 رُبا! کتھے پریت کُنوئی دتا چوک ازل توں  
 منتر آس اڈکیاں والا اچھیا اکھن جنھوں  
 پھیر غماں دی مہنھوں رُلدے رُلدے بہرے پاتے  
 اوہو، اک مُٹھ مٹی، ریت بریا اکھن جنھوں  
 درشن دی ترسہ پاروں ٹھاٹھاں مائے لکھاں اندر  
 شوق اُتھرو کڑیا لے مُٹا، دریا اکھن جنھوں  
 عیساں دے پھل تہاں کھڑ دے میں میخواں دی کھادی  
 فخر کھڑے اوہ، توہل دے منہ گوہڑا اکھن جنھوں  
 غالب دل نہ ڈھائیں جیکر ملاں پھیرا اکھی  
 جگ تے ہے کوئی انجہ اسائے چنگا اکھن جنھوں



شبِ نیم بہ گل لالہ نہ خیال نہ ادا ہے  
داغِ دل بیدرد، نظرِ گاہِ حیا ہے

دلِ خوئے شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار  
آئینہ، بدستِ بُتِ بدستِ حنا ہے

شعلہ سے نہ ہوتی، ہوئیں شعلہ نے جو کی  
جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصدِ فوق  
آئینہ، باندِ ازگل، آغوشِ کشا ہے

قمری کعبِ خاکسترو بلبِ قفسِ رنگ  
اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

خوئے تری، افسردہ کیا وحشتِ دل کو  
معتوقی دے جو مسلکی طُرفہ بلا ہے



لا لے دے پُھل تریل تریل، مُتکا کدوں دکھا لا اے  
پناں وراگوں داغ ولے دا، شرم حیا دا گھانا اے

دَرشن دے لئی سسکیریاں کچھپاں دل نوں رت رنگیا چا  
مستے مادھو دے ہنڈھ مندی لگی، اگے شیشا اے

لُب کولوں نہ ہندی لُب دی منگ نے جو کچھ کہتی ہے  
بچھے ہوئے دل دی سادوں اندر کیڈا بلیا اے

تیری صورت دے ہشکارے پاروں سوسو سبکّاں سُو  
شیشہ وی پھسل دا نگوں اپنی جھولی اڈی بیٹھا اے

قسری اک مُٹھ مٹی دی تے بُلبل اک پنجر رنگ دا  
ہوکاں باہجوں سرے کیلجے دی دس پاندا کیڑا اے

تیرے ٹھنڈے گھولّاں دل دے ہلکاں سیر پانی پایا  
مُشوقی تے کبیدی کوٹھی عاشق دے سر آرا اے



مجبوری و دعوائے گرفتاری اُلفت  
دستِ تہِ سنگِ آمدہ ، پیمانِ وفا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ  
تینِ ستم آئینہٴ تصویر نما ہے

اے پر تو خورشیدِ جہاں تابِ اِدھر بھی  
ساتے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی طے داد  
یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

بیگانگیِ خلق سے بے دل نہ ہو غالب  
کوئی نہیں تیرا تو مری جانِ خدا ہے

مَن مجبور کرے تے کاہرا مان پریت شکنجے دا  
 بچ و ف دی پالن، جیویں پڑتھکے ہتھ آیا اے  
 لگدا اے ساتھوں پہلاں دی کئی بے دوسے کُتھے نیں  
 تیری ظلم کشاری ریشیے اوہناں دامنہ دسدا اے  
 جگ تے چانن وُند دیا سرجا، اک بشکارا ایدھر دی  
 ساڈے تے پڑ پھادیں وانگوں ڈاہدا اوکھا ویلا اے  
 جیہڑے پاپ کمانتیں سکيا اوہناں دی شاہادی دے  
 ربا جے کجھ پاپ کماتیاں بلنا دد زرخ بدلہ اے  
 دُنیا جے چھڈی تے غالب اکّا دل نہ چھڈیں توں  
 جے کرنیں کوئی تیرے وُل دا، رُب تے تیرے وُل دا لے



منظور تھی یہ شکل تجستی کو نور کی  
 قسمت کھل ترے قد و رخ سے غمور کی  
 اک خوشچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں  
 پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی  
 واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو!  
 کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی  
 لڑتا ہے مجھ سے خشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا  
 گویا ابھی سنی نہیں آوازِ حضور کی  
 آمدِ بشار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج  
 اڑتی سی اک خبیر ہے زبانی طہور کی  
 گرواں نہیں پہ واں کے نکالے جوتے تو ہیں  
 کعبے سے ان بُتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی  
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب  
 آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طہور کی  
 گرمی سنی کلام میں لیکن نہ اس قدر  
 کی جس سے بات اس نے شکایتِ ضرور کی  
 غالب اگر سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں  
 حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی!



ایہ صورت نظراں دج سی رکھی، لشکاں نورِ دیاں  
 تیرے مکہ تے چھوڑنے رکھیاں عزتاں آن ظہورِ دیاں  
 اکوڑ توڑت کفن دے مکھ کر وڑ کر شے نہیں  
 تیرے کٹھیاں آتے آکے عینِ نظر اں خودِ دیاں  
 مٹاں جی، نہ آپ پیو نہ ہوداں نوں گھٹ دے سکو  
 بڑیاں دھماں بین تہاڈی ایس شرابِ طہورِ دیاں  
 ہر کپ حشر دھاڑے میرے ہر نوں آدے اٹھیا کیوں  
 جیویں داجاں سنیاں نئیں سو اسرافیلِ طورِ دیاں  
 ڈھکیاں آون بہاواں تاہیوں ٹیبل کا نوڑ پاندی لے  
 آڈ دیاں آڈ دیاں خیراں میں منہ چڑی جیوڑیوڑ دیاں  
 بھادیں اوکھے نئیں پراوتھوں دے اسی کڈھے ہوتے نہیں  
 کجے تے بُتاں دیاں سا کا چار دیاں نکلیں نورِ دیاں  
 ایہ کوئی گل اٹل نئیں سبھاں دے نئی اکوڑ ڈالے  
 آو خاں اک وار اسی دی کرے سیراں طورِ دیاں  
 تشا بول بلا راستی تیرا پر ایڈا کیہ ہو یا  
 چٹھاں نال کر دگل کرن شکایتاں ایس فتورِ دیاں  
 غالب جے کرکے دے پیٹھے مینوں دی لے ٹوڑے  
 جج دیاں نیک کما تیاں کروانڈاں آپ حضورِ دیاں



غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے  
 یہ رنج کہ کم ہے مئےِ گلغام بہت ہے  
 کہتے ہوتے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ  
 ہے یوں کہ مجھے دردِ تیر جام بہت ہے  
 نے تیر کہاں میں ہے نہ صیتا دکیں میں  
 گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے  
 کیا زہد کو مانوں؟ کہ نہو گر چہ ریائی  
 پاداشِ عمل کی طبعِ خام بہت ہے  
 ہیں اہلِ غرور کس روشِ خاص پہ نازاں  
 پابستگیِ رسمِ درو عام بہت ہے  
 زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے  
 آلودہ رہے، جامہٴ احرام بہت ہے  
 ہے قمر، گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو  
 انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے  
 خوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکانیں اے مرگ  
 رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے  
 ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے  
 شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بزمان بہت ہے



غم کھان توں دل بھیسٹا ہزار بتیرا اے  
 تھڑ جان شدا باں دا، آزار بتیرا اے  
 گل دس دیاں ساقی نوں گھاٹ آؤندی اے پر مینوں  
 گل انج دی اے پیالے دا تھلیاں بتیرا اے  
 کوئی تیسرے کمانے نہیں، صیاد مچانے نہیں  
 دج پنجیرے ای دل میسا سرشار بتیرا اے  
 کیہ زہد مھلتے دا، نسیں بھاویں دکھالے دا  
 پھل کیتیاں دا لاچ کچھڑا بتیرا اے  
 مت والیاں دی کیڑی، خاصاں دی ڈگر تلی؛  
 عامان دیاں رسماں دا ہنجر بتیرا اے  
 زمزم تے رہواں بیٹھا کیہ ریچ طوافاں دا  
 احرام متے بھجیا، سدکار بتیرا اے  
 ہے قسم جے ہن دی نہ گل بات بنے ادھتے  
 اوہ راضی تے مینوں دی اصرار بتیرا اے  
 رت ہو کے جگر اکھنوں دسیا نہ لہجے موتے  
 کچھ مہلت دے حالی کم کار بتیرا اے  
 انجدا وی کوئی ہوسی، غالب دا جوتیں جاتو  
 شاعر تے بلا ہویا پر خوار بتیرا اے

۱۔ دود۔ تلچٹ۔ دھتے توں تھلیاں میرا اپنا تصرف اے، مترجم۔ ۲۔ خام۔ کچا توں  
 کچیا وی میرا اپنا تصرف اے، مترجم۔



مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے  
 جوش قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے  
 کرتا ہوں جمع پھر جسگر لخت لخت کو  
 عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے  
 پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم  
 برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کئے ہوئے  
 پھر گرم نالہ ہاتے شہر بار ہے نفس  
 مدت ہوئی ہے سیر چراغاں کئے ہوئے  
 پھر پیشِ جراحِ تب دا کو چلا ہے عشق  
 سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے  
 پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل  
 سازِ چمنِ طہرازیِ داماں کئے ہوئے  
 با بیدگر ہونے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب  
 نظارہ و خیال کا ساماں کئے ہوئے  
 دل پھر طوائف کوئےِ ملامت کو جاتے ہے  
 پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے



عمریں بیت گئیاں نہیں سُدیا یار پر وہناں کر کے  
 محفلِ وِج نہیں بالے دیوے ہتھ شراہاں کر کے  
 فیہ کراں پیا کھٹا اُج کلچا بوٹی بوٹی !  
 پنکلاں تیسرے دنگارے نہیں میں چرتوں گساں کر کے  
 فیر سنبھالاں کر دے کر دے دم گھٹ چلتا سائیاں  
 وڑھیاں سیستی ڈٹھانیں نہیں گلماں بھیراں کر کے  
 فیر اُج تئیاں ہاتھواں بنیاں لبناں دے شرلاٹے  
 اودر پئے ساں دیوالی دیاں مَوج بہاراں کر کے  
 فیر اُج زخمی دل دی سُرَت خبہر ٹوٹ عشق تیارے  
 پیسے ٹوٹ دیاں ہتھ پڑیاں وارو ساں کر کے  
 فیر اُج نوک پلک دی کافی ڈوباں دل دی رتے  
 جھولی ٹوٹ پھلکاری کرنا چھیٹاں چھیٹاں کر کے  
 فیر اُج دل تے اکھیاں بہرے اک دوجے دے دکھی  
 اک خیالی اک دکھالی ہتیاں بریاں کر کے  
 فیہ اُج دل بدنام لگی دیاں تھجاں ٹوٹ پیا اُٹے  
 اکڑ خانی دابٹ خانہ آکا مٹھیاں کر کے



پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب  
 عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کئے ہوئے  
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گلِ دلالہ پر خیال  
 صد گستاں نگاہ کا سماں کئے ہوئے  
 پھر چاہتا ہوں نامہٴ دلدار کھولنا  
 جاں نذرِ دلفریبیِ عنقاں کئے ہوئے  
 مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس  
 زلفِ سیاہِ رخ پہ پریشاں کئے ہوئے  
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو  
 سرمہ سے تیز دشنہٴ مژگاں کئے ہوئے  
 اک نوہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ  
 چہرہٴ فردِ بخ نے سے گستاں کئے ہوئے  
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں  
 سرِ زبرِ بارِ منتِ درباں کئے ہوئے  
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرست کے رات دن  
 بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے  
 غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جویشِ اشک سے  
 بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے

فیر آج شوق وکن تے تلیا لبھدا حسنی بہاری  
 دل چند جان تے سرتاں سو جھاں سب کچھ ننداں کر کے  
 فیر دھیمان پوے ہر پاسے پچسل گلاباں اُتے  
 رنگ رنگ دی پھلواڑی اکھ شیشے پڑ پھاداں کر کے  
 فیر آج میسراجی کردا میں خط کھو ہاں دلبردا  
 من موہنے سرنا نویں توں صدقے سوجھاتاں کر کے  
 فیر آج کوہٹے اُتوں کوئی اکھیاں دی تریہہ ٹھکے  
 کالیاں زلفاں چن مکھڑے تے تاراں تالیاں کر کے  
 فیر آج بکت دی پکت تے بیہکے کوئی اکھیاں میلے  
 چھریاں پلکاں اُتوں کھلے دھار ترکتیاں کر کے  
 فیر آج نظریں آوے کوئی سوہل ملوک جوانی  
 مکھڑا نال شہ باباں لالی، باغ ہساراں کر کے  
 فیر کسے جی اینج کسے دے بوہے تے پے رہے  
 بسراپنا راکھے دے بھاسے تھتے نیواں کر کے  
 فیر طبیعت اوہو دیہلاں لبھدی اُتھے پہرے  
 بیٹھے رہے دلبر نوں سوچاں وچ کھتیاں کر کے  
 غالب ٹوہ نہ ساٹوں ہنجر اکھیاں نوں پے آکھے  
 ہنجرے ہنراتے بیٹھے آں اک ہنڑھ داساتاں کر کے



نویدِ امن ہے بیدارِ دوست جاں کے لئے  
 رہی نہ طرزِ بستم کوئی آسماں کے لئے  
 بلا سے گر مژدہ یار تشنہِ خوئی ہے  
 رکھوں کچھ اپنی بھی مرگانِ خونچکاں کے لئے  
 وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں رُوشناسِ خلقِ لے خضر  
 نہ تم کہ چور بنے عمرِ جبا و دال کے لئے  
 رہا بلا میں بھی میں مبتلا تے آفتِ رشک  
 بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لئے  
 فلک نہ دور رکھ اس سے کہ ایک میں ہی نہیں  
 دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لئے  
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ امیر  
 کہے قفس میں فراہم خسِ آشیاں کے لئے  
 گدا سمجھ کے وہ چپِ تھامری جو شامت آئے  
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے



دلبر دے آزادوں دی شکھ سنبھیا سا ہواں جوگا  
 ظلم تہ نہ بچیا نئیں کوئی آسماناں جوگا  
 ہون پتیاں جے یار دیاں پلکاں نیں لستو ترہائیاں  
 کجھ تے سانجھاں اپنی دی رت دیاں پلکاں جوگا  
 جیونا ساڈا جیہڑے خضر اخلاقت ساہویں دے  
 تیرا کیہ جیونا، جو لگیو جگ جگ مٹاں جوگا  
 عشق دی پیاہی اندر دی میں پچا ہتھاں ٹھول مٹاں  
 چند ڈی دا پچا بنیا تیرا خرا سنبھناں جوگا  
 تقدیرے کر دور نہ اوہدے توں مہینوں نیں اتھے  
 سرکپ ہتھوں لیتاں ماراں دی آزمیشاں جوگا  
 میرا شکھ بھالن دی رنج اسے جیویں قیدی کھینڈ  
 پنجرے اندر آہنے لئی لکھ چکے قیساں جوگا  
 منگتا جان، رہیا اوہ ٹلیا میری ہونی آئی  
 اٹھ کے جا راکھ دے قدمیں لگا خیراں جوگا

بقدرِ شوق نہیں غرقِ تنگنائے غزل  
 کچھ اور چاہتے دسعت مرے بیاں کے لئے  
 دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے  
 بنا ہے عیشِ تجملِ حسینِ خاں کے لئے  
 زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا؟  
 کہ میرے نطق نے ہوسے مری زباں کے لئے  
 نصیرِ دولت و دیں اور معینِ بخت و ملک  
 بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستان کے لئے  
 زمانہِ عہد میں اس کے ہے محورِ آرائش  
 بنیں گے اور ہی تارے اب آسماں کے لئے  
 ورقِ تمام ہوا اور مدح باقی ہے  
 سفینہ چاہتے اس بحرِ بیکراں کے لئے  
 ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا  
 صلائے عام ہے یارا بن نکتہ داں کے لئے

نہر غزل دی بڑھ نہ جھپٹے پستائیں شوق برابر  
 ایسوں کھلیاں کر جاسیے کچھ ہو رہیاں جو گکا  
 نظرے جان توں بچ رہے، تاہیوں ہوں تھیں وی ٹڈیا  
 عیش اٹھ نہا ہی خان تجمل ہو رہا جو گکا  
 صدقے جاسیے رہا کیسٹا ناں آج لیا زبانون  
 میری جیسہ دامنہ گفتاراں چڑیا بھاگاں جو گکا  
 دین دنی دار اکھا دیں نکالتے دے سرمتہ اے  
 عرش برین بنایا رب نے جیدی برو نہاں جو گکا  
 جگ سارا ایسے جگ اندر لگا ہار شنگارے  
 تارے ہو رہے تے ہو رہے گاجن آسماناں جو گکا  
 ورق امگ گیا پر حالے صفت شنائیں مکتی  
 بیٹا ہو دے ایڈے وڈے کھل سمندراں جو گکا  
 خاص نتارا کر کے غالب شعر الاپاں وکھرے  
 عام ونگارا اے دانے پر دھانے سبناں جو گکا

# منقبت

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار  
 سایہ لالہ بیدارِخ، سویدائے بہار  
 مستیِ بادِ صبا سے ہے بعدِ ضلِ بہرہ  
 ریزہ شیشے، جو ہر تیغِ کُمار  
 بہرہ ہے جامِ زمرہ کی طرح داغِ پلنگ  
 تازہ ہے ریشہ نازِخِ صفت، روئے شرار  
 مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت  
 کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالمِ کافشار  
 کوہِ وحشِ اہمہ معموری شوقِ بلبُل  
 راہِ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار  
 سوئے ہے فیضِ ہوا، صورتِ شرکانِ قیم  
 سرِ نوشتِ دو جہاں ابر، بیکِ سطرِ غبار  
 کاٹ کر پھینکے ناخن تو بانڈازِ ہلال  
 قوتِ نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار

## امیر المومنین علی ابن ابی طالب دی شان وِچ

دُترے دُترے دَنڈیاں نیں تا شِراں فیض بہاراں  
 پھل دی رُتے چتر کلکھوں لائے پھل پُڑچانواں  
 مستی بھجیاں پُریاں نے ہریالی اِنج کھلاری  
 مئے دی بوتل کرچاں وانگوں جوہر تیغ بہاراں  
 چھتے دا ڈب سا دا جا پے جیویں جام زُمرّد  
 نارنگی دے ریشے وانگوں بس بس کردیاں چچکاں  
 بدلاں دی مستی میری دی سدھرتے پھل کیرے  
 ایہناں دی جھولی وِچ کر دے دوجگ مَوج بہاراں  
 کیہہ پر بت کیہہ جنگل بیلے تھاں تھاں بلبُل چکے  
 مستیاں راسواں دے وِچ ہندے پھل پے کھولن اتھاں  
 چیت سے دے پُریاں نے اک مٹھڑ دی اکھ وانگوں  
 سارے بَدل یکھے لائے اکے سطر غباراں  
 نوٹھ دی لاہ کے سٹھے، اوہنوں پہلی دے چن وانگوں  
 دادھنے پین دیاں ہمتاں نے ہردم کرنا دُڈیاں



کف ہر خاک بگردوں شدہ قمری پرواز  
 دایم ہر کاغذِ آتش زدہ ، طاؤس شکار  
 میکہ میں ہو اگر آرزوئے گل چینی  
 بھول جا یک قدحِ بادہ ، بطنِ گلزار  
 موجِ گل ڈھونڈ بخت کدۂ غنچہ باغ  
 گم کرے گوشہ میخانہ میں گر تو دستار  
 کھینچے گرانی اندیشہ چمن کی تصویر  
 سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو ، خطِ پرکار  
 لعل سے کی ہے پئے زمزمہ مدحتِ شاہ  
 طوطی سبزۂ کُٹار نے پیدا ، منقار  
 وہ شہنشاہ کہ جس کی پئے تعمیرِ سرا  
 چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار  
 فلکِ العرش ، هجومِ خیمِ دوشِ مزدور  
 رشتہ فیضِ ازل ، سازِ طنابِ معمار  
 سبزۂ نہ چمن و یک خطِ پستِ لبِ بام  
 رفعتِ ہمتِ صدعارف و یک اورجِ حصار  
 واں کے خاشاک سے حاصل ہو جسے یکہ پرکار  
 وہ رہے مروحۂ بالِ پری سے بیزار

مٹی دی مٹھ دل اُسمان کڈایاں بھنگھیاں اُڈن  
 اُگٹ سڑے کاغذ دی جالی پھاہیاں پاندی موداں  
 جے میخانے اندر پھسل روکن دی سدھر ہودی  
 اک شراب کوٹہ رکھ کے دیکھ کدی دچ باگاں!  
 جے توں پگت کھڑا تیں کدھرے میخانے دی نگرے  
 باغ دیاں کلیاں دی بُکھوں بےتھیں چھل گلاں  
 جے بیکراں دامانی لکھتے پھسلاڑی دی مودت  
 ہندی مس ہریالی دانگوں ہریاں ہون لکیراں  
 شاہ علی دی صفت شناسے گیت الاپن کیتے  
 پریت ہریالی دے ہریل چنچھ گھڑائی لالاں  
 اوہ شاہاں داسا جیہدا اک محل اُسمان دے نئی  
 جبرائیل دی اکھ دا ڈیلا پہلی ات بنیاداں  
 تانواں عرش دی کامے دانگوں اُڑا کُتیا ہویا  
 ڈوری فیض ازل تھیں آئی ہسل بنائی راجاں  
 تہ باگاں دی ہریالی دا ساوا خط بنیرے  
 سو عارف دا زور اچیرا، اودھر کوٹ اچیاں  
 چنچھاں نوں اوتھوں دے کوڑے توں تے کھمب تیلہ  
 پریاں دے پُر پکھتے دی نہ جھپٹن عاشق جاتاں

خاکِ محمدائے بخت، جو ہر سیرِ عرفا  
چشمِ نقشِ قدم، آئینہٴ بختِ بیدار  
دورہ اس گرد کا، خورشید کو آئینہٴ نماز  
گرد آس وشت کی، امید کو احرامِ بہار  
آفسش کو ہے واں سے طلبِ مستی نماز  
عرضِ خمیازہ ایجاب ہے ہر سوج و غبار

## مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار  
دل پر دانہ چسپاغاں، پیرِ بلبلِ گلزار  
شکلِ طاووس کرے آئینہٴ خانہٴ پرواز  
ذوق میں جلوے کے تیرے ہوائے دیدار  
تیری اولاد کے غم سے ہے بڑے گردوں  
سلکِ اختریں، مہ نو، مژدہ گوہرِ بار  
ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم، مہرِ نماز  
ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استظهار

خاک نجف دے ریتڑ سو گئے عاشقِ لشکاں جھلے  
 پیر کھرے دی اکھ دے شیشے بخت دکھائے شکلاں  
 ایہناں دھوڑاں دے شیشے وچ سوچ دی مُنہ دیکھے  
 ایس بریتے ہٹیاں، آساں لسی احرام بہاراں  
 خلقت کاری نوں دی اوتھوں مان نشے دی مُنگے  
 مَوجِ غباراں اندر اکڑ لیں ایک دصناں

### مطلع ثانی

چیت چبا سے چن چراغاں تیرے دم دیاں کاراں  
 دل پروانے دا دیوالی پُلیس کھب گلاباں  
 شیش محل اڈاری مارن، موراں اڈنی اڈ دے  
 تیرے دیکھن دی تیرے کئے نالے درشن بھکھاں  
 تیرے پتراں دے غم اندر، آسماناں تے جا پے  
 موتی و سدی پپنی پسلی دا چن، تارے ڈودراں  
 دہج عبادت تیرا ایر کھرے دا سجدہ گاہے  
 زہد ریاضت اندر تیری ہمشیر پشت پناہواں

صبح میں تیری نہاں، زمرہٴ نعتِ نبیؐ  
 جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار  
 جوہرِ دستِ دُعا آئینہ یعنی تاشید  
 یک طرف نارِ ششِ شرکان و دگر سو، غمِ خار  
 مردِ مک سے ہو عزائے اقبالِ نگاہ  
 خاکِ در کی تری، جو چشمِ نمود آئینہ دار  
 دشمنِ آلِ نبیؐ کو بطرب خانہٴ دہر  
 عرضِ خمیازہٴ سیلاب ہو طاقِ دیوار  
 دیدہ تا دلِ استادِ آئینہٴ یک پر تو شوق  
 فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقمِ ہمدرد

تیری صفت شناسے اندر نعت نبی سرور دی  
 تیرے پریم پیالے ڈبیاں، اذلی بھیت شراباں  
 ہمتہ دُعا دے خیشے جو ہر تاشیراں ورتاوے  
 - زبھیاں پلکاں زں چُک نازاں اساتے غم دیاں مٹولاں  
 ادہری دھیری اندر نظیراں بخت مگاناں جھٹن  
 جیہڑی اکھ شیشے زلنگن تیری برو نہ دیاں مٹیاں  
 آل نہی دا دیرمی جیہڑا، جگ دے خوشیاں دیرے  
 اوہرے بوجھیاں کندھاں دی چاکر جھٹن کانگاں  
 پلکاں توں دل تیک اسدا اللہ دھلکے عشق حضوری  
 فیض حقیقی پاروں شاعر بھریاں پریم ضراحیاں

# منقبت

دہریز جملہ یکتائی معشوق نہیں  
 ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود ہیں  
 بیدل ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق  
 ' بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں  
 ہرزہ ہے نفسمہ زیر و بم ہستی و عدم  
 لغو ہے آئینہ فرق جنوں و تمکین  
 نقش معنی ہمہ خمیازہ عرض صورت  
 سخن حق ہمہ پیمانہ ذوق تحسین  
 لاف دانش غلط و لطف عبادت معلوم  
 دُردِ یک ساغر غفلت ہے چہ دنیا دچہ دیں  
 مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم  
 صورتِ نقشِ قدم، خاک بفرق تمکین  
 حشمت بے زبطی شیرازہ اجزائے حواس  
 وصل، رنگارُخ آئینہ حسنِ نقیس

## امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ دی شان وُج

جگ تے کجھ دی نیں، معشوق دیاں نیں سبھے لشکاں  
 اپنا آپ جے حُسن نہ ویندا، اسی دی کتھے ہیاں  
 بُجھیاں دلاں نظارے لے نہ متاں تے نہ چُتیاں  
 مُٹیاں دلاں ہمارے لے، وچ دُنیا نہ ایماناں  
 بے سُر تے اے نبھنا کول تیور موت حیات  
 بے شری اے جے دکھ جانو جُھل پُنے تے عقلان  
 اہل حقیقت سب خاصہرداری دی آکر ڈر کھدے  
 قول حقیقت سب ایہناں دے تول صفت دُڈیاں  
 دانشمند دی پھرٹھ جھوٹھی، نفعے نمازاں کاہے  
 غفلت جام دی پلچھٹ نیں کیہ عقلان کیہ ایماناں  
 بچ پالی دی گل دانگوں، ساڈ ہونا دی مارے  
 آیر کھرے دے دانگوں اکھیاں دے سر گھٹے ہتیاں  
 عشق، آج ہوش حواس دی بوکھر کھتر جان داناں اے  
 وصل، یقین دے مکھ شیشے تے جیڑن رنگارنگ ہدایاں



کو کہن، گر سنہ مزدِ درِ طرب گاوِ رقیب  
 بے ستوں، آیتِ خوابِ گرانِ شیریں  
 کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتشِ خیز  
 کس نے پایا اثرِ نالہِ دلہائے حزیں  
 سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں یہ سن  
 نہ سردِ برگِ ستاقتش، نہ دماغِ نفیس  
 کس قدر ہرزہ سدا ہوں کہ عیاذِ پالندہ  
 یکے قلمِ خارجِ آدابِ دستارِ تمکین  
 نقشِ لا حول لکھ اسے خامۂ ہڈیاں تحریر  
 یا علی عرض کر اے فطرتِ دوسراں قریں  
 منظرِ فیضِ خدا، جانِ ودل ختمِ چرچل  
 قبلۂ آلِ نبی، کعبۂ ایجادِ یقین  
 ہو وہ سدا مایۂ ایجاد، جہاں، گرمِ خدام  
 ہر کعبِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمیں  
 جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا  
 وہ کعبِ خاک ہے، ناموسِ دو عالم کی میں  
 نسبتِ نام سے اس کے ہے یہ رتبہ کہ ہے  
 ابدِ آپشتِ فلک، خم شدہ نازِ زمیں

خسر دشاہ دی ماڑی سی مسر باد دھاڑی دارا  
 پر بشت سی شیریں دی پتھر نیندروا سر ناتواں  
 بکنے ڈٹھے عاشق دی ہاتھوں دے لمبو بلدے  
 کتنے ڈٹھیاں دل سڑیاں دیاں ہوکاں وچ تاشیراں  
 جگ دسنیکاں دے سب اچھے بل تے سن داہاں میں  
 پر میں نہ ڈڈیا تیاں جوگا، نہ میں تک چڑھاناں  
 میں وی کیڈا منہ پھٹ ہریاں، رب بچائے مینوں  
 اکو تک میں اُری بھتی جاتاں ادب آدا باں !  
 لکھ تعونہ لآ حول و لا ادا بول بکاندیے تے  
 نعرہ مار علی دا طبع ڈراکل توں پایا اکھاں  
 منظر فیض جلی دا اوہ چند جان رسول اللہ دی  
 قبلہ آل نبی دانالے کعبہ خلق یقیناں  
 خلقت کاری داتشہزادہ جتھے سیراں کردا  
 اوتھوں دی اک اک مُٹھ مٹی گھیرے نقش زمیناں  
 اوہا ایر کھدے دا جتھے جتھے لشکاں مارے  
 اک مُٹھ مٹی پتے بخدی عزت دوہاں جہاناں  
 اوہے ناں دی نسبت لے کے ایڈی اچھی ہوئی  
 حشران تیسر کنڈ نیس کرنی مٹی ول آسماناں

فیض خلق اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے مہلا  
 بُرے گل سے نفسِ بادِ صبا، عطر آگئیں  
 مہرِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چسپا  
 قطع ہو جائے نہ سرِ رشتہٗ ایجا و کسیں  
 کفرِ سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے  
 رنگِ عاشق کی طرح، روتی بُت خانہٗ چیں  
 جاں پناہ! دل و جاں! فیضِ رسانا! شاہ  
 وصی ختمِ رسل تو ہے بفتوائے یقیں  
 جسمِ اطہر کو ترے، دوشِ پیرِ منبر  
 نامِ نامی کو ترے، ناصیہٗ عرش، نگیں  
 کس سے ممکن ہے تری مدح بغیرِ اندِ واجب  
 شمعِ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں  
 آستانِ پر ہے ترے، جو ہر آئینہٗ سنگ  
 رقمِ بندگی حضرتِ جبریلِ امیں  
 تیرے در کے لئے اسبابِ نثار آمادہ  
 خاکبوں کو جو خدا نے شیعہ جان و دل و دیں  
 تیری رحمت کے لئے ہیں دل و جاں کامِ فداں  
 تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم، دست و چہیں

اودھے خلق وافیض ہمیشاں نالے رہندا تاہیں  
 پھل دخی خوشبو توں پُریاں نے لڑکیاں غیر شہواں  
 اودھی تیغ دی کاٹ کراہی دُحماں پٹیاں جگ تے  
 کدھرے ایسے دھار و جودوں کٹیاں جان نہ ڈوواں  
 اودھی جھلک پورے تے ساٹے کفر تے انج اڈلے  
 چینی بُت خانے دی رونق جیویں رنگ عشاں  
 چند حوالے تیرے فیض دلاں تے تیرے، شاہا!  
 ختم برسل واپاک دمی ایں فتوے نال یقیناں  
 تیرے پاک بدن دی خاطر مثر نبوت منبر  
 تیرے اچھے ناں دی تختی لائی سراسماں  
 واجب باہجوں تیریاں صنعتاں ممکن ہن کدے توں  
 لاٹ کہتے دیوے دی خبرے دے اوسوں رشتائیاں  
 تیری سُرڈل تے پتھر دے شیشے اندر جوہر  
 جسے اسل امین دے مسجدے چمکن نقش نگاراں  
 تیرے درتوں دارن دے مئی جھولیاں دے بیج بھرکے  
 لے آتے نیں رب دے بندے دین ایمان تے جاتاں  
 دل چند جان، زباناں تیری صفت شناں حاضر  
 نور مسلم ہتھ رکھ متھے تے مینوں کرن سلاماں

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا  
 کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں  
 جنسِ بازارِ معاصی، اسدُ اللہ اسد  
 کہ سواتیرے کوئی اس کا خسہ دیا نہیں  
 شوخیِ عزمِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب  
 ہے ترے حوصلہٴ فضل پر از بس کہ یقین  
 دے دُعا کو مری وہ مرتبہٴ حسنِ قبول  
 کہ اجابت کئے ہر حرف پہ سو بار آئیں  
 غمِ شبیر سے ہو سینہٴ یماں تک لبریز  
 کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں  
 طبع کو آفتِ دلدل میں یہ سد گری شوق  
 کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جہیں  
 دلِ آفتِ نسب و سینہٴ توحیدِ فضا  
 نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین  
 صرفِ اعداءِ اثرِ شعلہٴ دُورِ دوزخ  
 وقفِ احبابِ گل و سنبلِ فردوسِ بریں

کون اے جیٹرا انج ڈڈیاے چتھوں رب ڈڈیاے  
 کون اے جیٹرا ہور ددھاتے رونق باغ بہشتاں  
 اسدا اللہ، اسدے جنس گن ہواں دے بازاسے  
 تیرے باجوں ایسا کوئی گاہک نہ بھدا سائیاں  
 غرضان عرض کرن اندر دی کیڈا ہاں منہ پاٹا  
 تیرے مہر کرم دے جگرے مینوں لیاں آساں  
 میری انج دُعا دی بھولی پارے شرف تبرلوں  
 اک اک حرفے سوسو دار آمین کرن تاشیداں  
 میرا سینہ غم شبتیری نال رہے انج بھسریا  
 رت جگر دی رو رواٹھدا ہیئندا اکھیاں رنگاں  
 کربل دے گھوڑے دی آلفت ایڈے تار دے مینوں  
 چتھوں تیسرا اوہدیاں ٹاپاں اوٹھوں تیکر سیساں  
 دل وچ پیار دا ڈیرا، سینے رتے توجسد بسیرا  
 نظراں حُسن پجاری تے دم سچ دا مارن ساہواں  
 منکر جو گے، بلدے دوزخ لبھاں ساڑمواتے  
 مومن کہیتے، جنت میوے، کلہیاں، پھل گلاہاں

# شاہ خفسر کی مدح میں عید الفطر کے موقع پر لکھا گیا

ہاں مہِ نو! سنیں ہم اس کا نام  
 جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام  
 دو دن آیا ہے تو نظر، دم صبح!  
 یہی انداز اور یہی اندام  
 بارے دو دن کہاں رہا غائب  
 بندہ عاجز ہے، گردشِ ایام  
 اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا  
 آسمان نے بچھا رکھا تھا دام  
 مرجب اے سرورِ خاص خواص  
 حبّذا اے نشاطِ عامِ عوام  
 عذر میں تین دن نہ آنے کے  
 لے کے آیا ہے عید کا پیغام  
 اس کو بھولا نہ چاہئے کہن  
 صبح جو جادے اور آوے شام

# بہادر شاہ ظفر دی شان و بچ قصیدہ عید الفطر دے موقعے تے

دُستِ پسلی ویا چٹنا! کون اسے بیٹھ آسماناں!  
 جتھوں توں پیانہیوں نیوں کے اُج کریں سلاساں  
 دو دین دُھمی دیلے شکل دکھائی اے توں!  
 ایہو تیرا درگ تے ہے میں ایسے حالان  
 پر دو ڈنگ رہیا ایں رکھتے یار کھڑا چا  
 بندے بُتھ نہ آئیاں سستی ویلے دیاں واگاں  
 مار اڈاری جماندوں رکھتے آسماناں تے  
 تاریاں جال بنا کے گدیاں ہے سُن بچا ہیاں  
 خاصاں دے لئی خاص نشے دی شابا تینوں  
 عامان دے لئی عام خوشی دیاں تینوں ہیاں  
 ترن دھاڑے نہ دِسن دی شدہ موشر دی  
 عید خوشی دی لے کے آریں ہوسیاں عیداں  
 اوہ بھلیا دی کاہنوں آکھو بھلیا بندہ  
 جیہڑا فخریں جا کے شایں موٹے واگاں



ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا  
 تیسرا آغز اور ترا انجم  
 رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے  
 مجھ کو سمجھ ہے کیا کہیں تمام؟  
 جانتا ہوں کہ آج دُنیا میں  
 ایک ہی ہے امید گاہِ اَنام  
 میں نے مانا کہ تو ہے حلقہٴ بگوش  
 غالب اُس کا مگر نہیں ہے غلام  
 جانتا ہوں کہ جانتا ہے تُو  
 تب کہا ہے بطورِ استفہام  
 مہرِ تاباں کو ہو تو ہوا سے ماہ  
 قُرب ہر روزہ بر سبیلِ دوام  
 تجھ کو کیسا پایہٴ رُوشناسی کا  
 جُز بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام  
 جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تُو  
 پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام  
 ماہِ بن ، ماہِ تاب بن ، میں کون  
 مجھ کو کیسا بانٹ دے گا تو انعام؟

کئی میسری گل نہیں ساری دنیا جانے  
 کیسہ نہیں تیریاں پہلیاں کیسہ نہیں پشلیاں راتاں  
 مسکرتوں کا ہنوں دل دی گل ککائی رکھیں  
 مینوں کیسہ جاتا اسی میں کوئی چھلی خود آں؟  
 میں دی جاناں آج تے سارے جگ دے اندر  
 اکتو بڑھے توں سبھ لوکاں رکھیاں آساں  
 تیرے کن دی اوہدیاں مندر داں، من لیا میں  
 غالب داناں ہے نہیں جیویں وچ غلاماں؟  
 مینوں پکت اے ایٹا کو تے توں دی جانیں  
 تاناہیں تیرے آگے پاتیاں میں میں باتاں  
 سورج دی اے قسمت چٹا، جے چمکے تے  
 ڈھک ڈھک نیڑے بنیٹا اوہری بت ہمیشاں  
 بکئی عید بنس اک داری سالوں پہچتے  
 تینوں مٹتے لان دیاں نہ دے اوہ شرفاں  
 میں جاناں پئی ہن تے ادہری ہر دے صدقے  
 پودا چن توں فیہ نہیں گا وچ آسماناں؛  
 پہلی داچن ہویا چودھویں داچن، تاں کیسہ؟  
 مینوں کیٹرا ونڈیاں پا دیں گا بخشیشاں؟

میرا اپنا جہاں معاملہ ہے  
 اور کے لین دین سے کیا کام  
 ہے مجھے آرزوئے بخشش خاص  
 گر تجھے ہے اُمیدِ رحمتِ عام  
 جو کہ بخشے گا تجھ کو فرسودہ  
 کیا نہ دے گا مجھے مئےِ گلِ فام  
 جب کہ چودہ منازلِ نسلی  
 کر چکے قطع، تیری تیسری گام  
 تیرے پر تو سے ہوں فرسودہ پذیر  
 کوئے و مشکوئے دھن و منظر و بام  
 دیکھنا میرے ہاتھ میں بسریز  
 اپنی صورت کا اک بلوریں جام  
 پھر غزل کی روش پر چل نکلا  
 تو سن طبع چاہتا تھا لگام

میرا اوہدا اپنا دکھرا دید لحاظ اسے  
 اپنے لینے بھاگ کہے، کیہہ مینوں ہوداں  
 مینوں خاص کرم دی آس اے اوہدے کولوں  
 جے نیں تینوں عام عطا دیاں لگیاں آساں !  
 جیسٹا پاتے گا رشنا تیاں تیری جھولی  
 مینوں بھلا نہ دے گا بھر کے جام شراباں  
 جیسٹے دن نوں آسماناں دی چوڑھیں منزل  
 پیراں ہیٹھ لتاڑی تیریاں ڈگراں چھوٹاں  
 تیرے نوں دیاں رشنا تیاں آچمکانے  
 محل منارے، کندھاں بڑھے، کوٹھے لگیاں  
 میرے ہتھ وچ دیکھیں کتو کتن بھستیا  
 اپنے رنگا بشتیے دا اک جام شراباں  
 فیہ غزل دی پٹری تے جامرپٹ ہویا  
 بلیاں جددں طبیعت دے گھوڑے نوں داگاں

## غزل

نہ ہر غم کر چکا تھا میرا کام  
 تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام  
 نے ہی پھر کیوں نہ میں پتے جاؤں  
 غم سے جب ہو گئی ہو زلیست حرام  
 بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے  
 کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام  
 کعبہ میں جا، بجائیں گے ناقوس  
 اب تو باندھا ہے دیر میں احرام  
 اس قدر کا ہے دور مجھ کو نقد  
 چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ دام  
 بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار  
 دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام  
 چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے  
 کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام  
 کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ  
 اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام

## غزل

میرا کم تے کر گئیاں سَن غم دیاں زہراں  
 تینوں بھیر کمان دیاں کس دتیاں مَتاں  
 کاہنوں فیر شراب امی نہ جاداں میں پیتی  
 جیون حرام جے کیتا میرا دکھ آزاراں  
 مَنہ چمٹا تے کاہا؟ ایہوی بوہت غنیمت  
 نِچ نہ جائے کہ حرے گالاں دی نین مٹیاں  
 کبے اندر سَنکھ و جاداں ہُن میں جا کے  
 بُت خانے وچ جُتے تے احرام سجاواں  
 نقد و نقدی دُور پلے اس جام داسینوں  
 جیڑے جام توں گردش قرض لئی آسماناں  
 اپنی داری اڑے رہے جو مُکھ چمٹاں  
 ساڈا دل مُنگن تے کروے رہے نیں اڑیاں  
 پھیڑاں کرناں تاں جے لگے تارا و ہناں توں  
 نیس تے کاہنوں غالب اپنا نام رکھاواں  
 میں تے گلاں کر لئیاں ہُن تیردی داری  
 قاصد چتا! تیرے مُکھ توں پُریاں واراں

کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا  
 ہیں مردِ مہر و زہرہ دہرام  
 تو نہیں جانتا تو مجھ سے سُن  
 نامِ شاہنشہ بلند مقام  
 قبلہ چشمِ دول بہادر شاہ  
 منظرِ ذوالجلال والاکرام  
 شہسوارِ طریقہ انصاف  
 تو بہادرِ حقیقہ اسلام  
 جس کا ہر فعل، صورتِ اعجاز  
 جس کا ہر قول، معنیِ اسام  
 بزم میں میزبانِ قیصر و جم  
 رزم میں اُستادِ رستم و سام  
 اے ترا لطف، زندگی افشا  
 اے ترا عہد، فرخیِ فدا  
 چشمِ بدوید، خسروانہ شکوہ  
 وحشِ اللہ، عارفانہ کلام  
 جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم  
 جرّحہ خواروں میں تیرے مہرِ حمام

کیڑی ہستی دے بوسے تے نتھے رگڑن !  
 سورج، چن، ستارے کیہ آسمان زمیناں  
 نئیوں سمجھ رلی تے سن میں دستان تینوں  
 ناں شاہواں دے شاہ واجیدیاں اچیاں شانوں  
 اکھ تے دل دا کعبہ نام بہادر شاہ اسے  
 رب کریم جلال دکھالی اوہ دیاں دکھاں  
 عدل نیاں دی لبہ اُتے جو گھوڑے چڑھیا  
 دین اسلام دی پھسلاڑی جو باغ بہاراں  
 جس دا ہر اک فعل تے کم کرامت درگا  
 جس دا ہر اک قول سخن الہام پہچاناں  
 رنگاں میلے، قیصر تے جُہم جیسے پر و ہنہ  
 جنگاں اندر پٹھے اوہے رستم، گاماں  
 تیرے مسد کرم تھیں مانے موج حیات  
 تیرا حکم تے شاہی مانے لیاں عمریں  
 نظرے جان نہ تیرے کنگرے شاہیاں والے  
 شعر سخن عرفان بھرے نوں رب دیاں رکھاں  
 تیرے تے چند وارن قیصر رومی درگے  
 مُرشد جامی تیتھوں مُنگے گھٹ شراہاں



وارث ملک جانتے ہیں تجھے  
 اُیرج و تور و خرو و ہرام  
 زور بازو میں مانتے ہیں تجھے  
 گیو، گودرز، بیسن و رہام  
 مرحبا! خوشگانی ناوک  
 آنریں! آبداری صمصام  
 تیر کو تیرے، تیر غیب ہدف  
 تیغ کو تیرسی، تیغ خصم، نیام  
 رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند  
 برق کو دے رہا ہے کیا الزام  
 تیرے فیصل گراں جسد کی صدا  
 تیرے بخشش شہک عنال کا خرام  
 فتح صورت گری میں تیرا گزند  
 گرد رکھتا ہو دستگا و تمام  
 اس کے مضروب کے سرو تن سے  
 کیوں نمایاں ہو صورت ادغام  
 جب ازل میں رستم پزیر ہوئے  
 صفحہ ہائے یسالی و ایام

تینوں اپنے راج تاج دا وارث جانن  
 ایڑج، ٹوڑتے خستہ تے بہرام ہزاراں  
 تیرے ڈنڈاں تے پٹاں دا اہل متیا اے  
 رستم، گیو تے بیٹن دے گے سبھ پلواناں  
 جلتے تیر دے اچیسر وکھاندا وال دی جیہڑا  
 اُشکے تیسری تیغ دیاں چمکاں تے ڈلھکاں  
 تیرا تیسر کرے دشمن دے تیر نشانہ  
 تیسری تیغ لئی دشمن وی تیغ نیساں  
 بجلی دے کڑکارے دادی ساہ پیتا اے  
 بجلی دے چمکارے نوں دتیاں نیں ماتاں  
 تیرے کوٹھے جیٹے ہاتھی دی گڑگڑ نے  
 تیرے گھوٹے جدوں مدانے وٹیاں پھوٹاں  
 صورت گریاں دے فن اندر گزرا یہ تیسرا  
 جے نئیں رکھدا فنکاری دیاں چنگیاں جاچاں  
 ایہ دے پھتے جتے دے سرتے سینے دا!  
 منہ ہراکو کیوں لگے جیوں ٹھکیاں پچالان  
 وگتی روز ازل نوں تقدیراں دی کانی!  
 لکھے گئے سن ورتے کیہ دن تے کیہ راتاں

اور ان اوراق میں ہلکب قضا  
 مجملہ مندرج ہوئے احکام  
 لکھ دیا شاہدوں کو عاشق کش  
 لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام  
 آسمان کو کھا گیا کہ کہیں  
 گنبد تیز گرد نیل فام  
 حکم ناطق لکھا گیا کہ کہیں  
 خال کو دانہ اور زلف کو دام  
 آتش و آب و باد و خاک نے لی  
 وضع سوز و غم و دم و آرام  
 مہر رخشاں کا نام، خسرو روز  
 ماہ تاباں کا اسم، شمعہ شام  
 تیسری تو قیع سلطنت کو بھی  
 دی بدستور صورت ارقام  
 کاتب حکم نے بموجب حکم  
 اس رقم کو دیا طرز و دام  
 ہے ازل سے روانی آغاز  
 ہوا بد تک رسائی انجام

ایسناں ورتیاں اُتے تقدیراں دی کانی  
 حکم قضا دامن کے بکھیاں ایسہ تقدیراں  
 بکھیا معشوقاں نوں، ت تل عشاقاں دے  
 بکھیا عشاقاں نوں دیری رہن براتاں  
 ہو یا حکم آسماناں دے لی ایسہ درد گاہوں  
 نیلا گنبد گولا چکریں چڑھے ہمیشاں !  
 ہو یا حکم اٹل سخن تے شعراں اندر !  
 تل نوں دانہ آکھو، زلف نوں آکھو پھیاں  
 آگ، پانی تے وار مہٹی دے لیکھے لگے  
 سیکے، ووتر، دُر کاں تے سیکھ چین اداواں  
 رشکے سُدج داناں اُج توں، دن دا راجا  
 روشن چن داناں بکھیا، کتراں نماشاں  
 تیری شاہی دے فرمان دے دتے اُتے  
 ایسے دن توں لاگو ہویاں سن تحسیراں  
 حکم قضا دے کاتب دامن کے حکم قضا دا  
 تحسیراں تے لایا ٹھپا حکم دواں  
 جیڑی شاہی ازل دہاٹے نال شروع اے  
 رُبا حشر دہاٹے تیکر جان انھیراں !

## شاہ ظفر کی مدح میں

صُبح دم دروازہٴ خاں کھلا  
 ہر عالمِ تاب کا منظر کھلا  
 خسر و انجم کے آیا صرف میں  
 شب کو تھا گنجینہٴ گوہر کھلا  
 وہ بھی تھی اک سیما کی سی نمود  
 صُبح کو رازِ مہ و اختہ کھلا  
 ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ  
 دیتے ہیں دھوکا یہ باز گیر کھلا  
 سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو  
 موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا  
 صُبح آیا جانبِ مشرق نظر  
 اک نگارِ آتشیں رُخ، سر کھلا

## بہادر شاہ ظفر دی شان و بیچ قصیدہ

فجراں ویلے چڑھدے دا دروازہ کھلا  
 جگ لشکانے سورج دا بشکار کھلا  
 تاریاں دے سلطان نے آن لٹیا سارا  
 موتی بھر یا رات خندانہ جیٹا کھلا  
 اوہ تے ہنسی جاؤ دا اک کھیڈ کھلا  
 فخریں چن تے تارے واسا دہلا کھلا  
 تارے کچھ نہیں آپ دکھالی کج دیندے نہیں  
 دھوکھا دیندے ایسہ بازی گر کھلا کھلا  
 راتیں آسمان دی چادرتے ہر پاسے  
 موتی موتی گنن سہی ہر اک دہلا کھلا  
 فجراں آسیاں چڑھدے دتو (نظری آیا  
 تار جیہیں مکھ بھنڈا دل بس جھاناکھلا

تھی نظر بند کی کیا جب رہ بھر  
 بادۂ گل رنگ کا سا گر کھلا  
 لا کے ساتی نے صُبحی کے لئے  
 رکھ دیا ہے ایک جامِ زرد کھلا  
 بزمِ سلطانِی ہوئی اگر راستہ  
 کعبۂ امن و امان کا دُر کھلا  
 تاجِ زریں، مسرتاباں سے سوا  
 خسر و آفاق کے مونس پر کھلا  
 شاہِ روشنِ دل، بہادرِ شہِ کربے  
 رازِ ہستی اس پہ سر تا سر کھلا  
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں  
 مقصد نہ سچرخ و مہفت اختر کھلا  
 وہ کہ جس کے ناخنِ تار و پل سے  
 عقدہ احکامِ پیغمبر کھلا  
 پہلے دارا کا بکل آیا ہے نام!  
 اس کے سر ہنگوں کا جب ذکر کھلا  
 روشناسوں کی جہاں فہرست ہے  
 واں لکھا ہے چہرہٴ قیصر کھلا

اکتا دھوکے تے کیا توڑ جدوں جاؤوڑا  
 لال گلاب شراباں دا اک پیالا کھٹا  
 ساتی فجر مٹوچی دے لئی پیٹ نہرتے  
 آندا جام سراجی میسے جوگا کھٹا  
 شاہی محفل جگ جگ جگ بجدی دیکھو  
 امن آناں دے کعبے دا بوہا کھٹا  
 سرسوںے داتاچ، سوایا سونج کولوں  
 شاہ دے مکھڑے اُتے دُون سوایا کھٹا  
 شاہ بہادر شاہ، جیہدا دل روشن ایڑا  
 راز حیات دا اوہدے تے سارا کھٹا  
 اوہدی ہستی انجیدی لے جس دے جتن توں  
 بھیٹ زمی آسماناں دی خلقت دا کھٹا  
 گنڈھاں کھولن والے اوہدے نوں دے پھتہ  
 پاک نبی دے حکماں دا ہر عقدہ کھٹا  
 داتا ورگے داناں سبھ توں اُتے دِستیا  
 ایہدی فوج دے یکھے دا جد ورتا کھٹا  
 نوکر چاکر درج نیں جیہڑے ورتے اُتے  
 اوہتے قیصر جیے دا دُٹھا حکیمہ کھٹا



تو سن شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب  
 تھکان سے وہ غیرت صبر کھلا  
 نقشِ پاکی صورتیں وہ دلفریب  
 تو کہے، بُت خانہ آذر کھلا  
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے  
 منصبِ سرور و محو کھلا  
 لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک  
 میری حسرتِ وسیع سے باہر کھلا  
 تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید  
 کس نے کھولا؟ کب کھلا؟ کیونکر کھلا  
 بارغِ معنی کی دکھاؤں گا بہار  
 مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا  
 ہو جہاں گرم غزلِ خوانی، نفس  
 لوگ جانیں، طبعِ سخنبر کھلا

گھوڑا شاہ ظفر دا ایڈے پیچ کھلا رہے  
 اصطبلوں جے کدی ورو لے وُرگا کھلا  
 ایڈے چتر کھرے دے شکلاں اوہ گھڑیاں نیں  
 جیویں آذر دا بُت نہا نہ بھریا کھلا  
 شاہ دے فیض دیاں تاثیراں پاروں نیں تے  
 بھیٹ زمی آسمان تے چن سوچ دا کھلا  
 لکھاں عقدے میرے سینے ڈکے سن پر  
 اک اک عقدہ میری مہبتوں باہرا کھلا  
 بیٹی مٹھ سی دل، جیوں چندرا چابی باہجوں  
 کتنے کھول دکھایا، کیوں؟ کہہ داکھلا  
 کراں ہساراں شعر سخن پھلواڑی اند  
 میرے نال جے شاہ سخن وُنجار اکھلا  
 جتھے تے تہ اُلیکاں شعر غزل دے  
 لوکی جانن کتوری دا کپت کھلا

## غزل

کُنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا  
 کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا  
 ہم پکاریں اور کھلے، یوں کون جائے  
 یار کا دروازہ پاویں، مگر کھلا  
 ہم کو ہے اس رازداری پر گھنٹہ  
 دوست کا ہے راز، دشمن پر کھلا  
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ  
 زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا  
 ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کہاں  
 کب کمر سے غمزے کی خنجر کھلا  
 مفت کا کس کو بُرا ہے بد رفتہ  
 رہبری میں پر وہ رہبر کھلا  
 سوزِ دل کا کیا کرے، بارانِ اشک  
 آگ بھڑکی، میٹھ اگر دم بھر کھلا  
 نامے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ  
 رہ گیا خط، میری چھاتی پر کھلا

## غزل

کھنڈ الار کے اینج کیوں گوشے بہندا کھلا  
 مندا آج کدی پنجہ سے وا بوا کھلا  
 ساڈے کھرکائیاں کھلتے، اینج کیسٹا جاتے  
 سجنساں دا جے دیکھ لیا دروازہ کھلا  
 سینے ڈک ڈک بھیت اسی پے تڑتڑ بہتے!  
 دیری تائیں بھیت سہن داسارا کھلا  
 داغ وی اینج تے دل اُتے سی بلدا دیوا  
 پھٹ دے دا داغ ہواں توں بوہتا کھلا  
 ہتھوں کدی کمان بھواں نے چھڈی کھتے  
 خھرے دے لک خنجد بچیا کیسٹا کھلا  
 مفتو مفتی آگو کھنٹوں دارا نسیں جے  
 چنڈے پے تے آگو دا وی پردا کھلا  
 ہنجاں دا میٹھ دل دی دھونی دا کیہ کروا  
 بھرکی لب کدی جے میٹھ اک لحظہ کھلا  
 خط آیا نالے ای موت سنہیڑا آیا  
 دھریا رہیا خط سینے تے کھتے دا کھلا

دیکھیو! غالب سے گراُنجب کوئی  
 ہے دلی پوشیدہ اور کافہ کھلا  
 پھر مہرِ مدحت طہ ازلی کا خیال  
 پھر مرہ و خورشید کا دفتہ کھلا  
 خامہ نے پائی طبیعت سے مدد  
 بادباں بھی، اُٹھتے ہی لشکر کھلا  
 مدح سے مدوح کی دیکھی شکوہ  
 عرض سے یاں رتبہ جو ہر کھلا  
 مہ کا نیا، چرخ چکر کھا گیا  
 پادشہ کا رایتِ لشکر کھلا  
 پادشہ کا نام لیتا ہے خطیب  
 اب عکسِ پایہ منبر کھلا  
 سکّہ شہ کا ٹہرا ہے روشناس  
 اب عیارِ آبروتے زرد کھلا  
 شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ  
 اب مالِ سعی اس کند کھلا  
 ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے -  
 اب نہ یہ طفلِ و سبیر کھلا

غالبِ نول بہتہ پائے تے کوئی دیکھ کے پائے  
 دلوں ولی اے اُنوں کا منہ کھلا کھلا  
 فیہ طبیعتِ صفتِ شناوے وارے آئی  
 سورج تے چن والا فیہ آ لیکھا کھلا  
 فیہ قلم ابدادِ طبیعت کو لوں منگی  
 لنگرِ چکیا بادبان دا پردہ کھلا  
 صفتاں نے موصوف دی کیتی شان اچیری  
 عرض دسیلے ہر ہر دا وی رہا کھلا  
 سورج کُتب گیا، آسمان بھوالی کھاہی  
 شاہی لشکر دا جد آن پھریرا کھلا  
 شاہ دا نام خطیب پکارن خطبے اندر  
 منصب دی وڈیائی دا وی ادبلا کھلا  
 شاہ دی ثورت دا اے ٹپا سکے آتے  
 سونے دی آدر دا آج نکھیڑا کھلا  
 شاہ دے آگے شیشہ مُکھ دکھاندا رہندا  
 آج سکندر دی کرنی دا قصہ کھلا  
 جگ نے دیکھ لیا اے وارثِ ملک قدیمی  
 طغسل تے سنجہ دا پول لنگارا کھلا

ہو سکے کیا مدح؟ ہاں اک نام ہے  
 دفترِ مدح جہاں زادہ کھلا  
 فکرِ اچھی، پرستاشِ ناتمام  
 عجزِ اعجازِ ستاشِ گر کھلا  
 جانتا ہوں، ہے خطِ لوحِ ازل  
 تم پر اے خاقانِ نام آور کھلا  
 تم کرو صاحبِ قرانیِ جب تک  
 ہے تسلیمِ روز و شب کا در کھلا

## قطعہ

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری  
 کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے  
 بس اب بگڑے یہ کیا شرمندگی، جلنے دو مل جاؤ  
 قسم لو ہم سے، گریہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

صفت نہ کہیتی جاتے بس اک ناں لکھوایا  
 جگ دے شاہ وی صفتاں دا آج لیکھا کھلا  
 میری ہسکر اچیری سہتی پر صفت اڈھوری  
 آن اعجاز صفتاں توں بھجز وچارا کھلا  
 جو دی لکھتاں یں ازل وی تختی اُتے  
 تیرے آگے شاہ ادہ سبھ شیشہ کھلا  
 تیری صاحب قدرانی چمکے اونے تیسر  
 چنے تیسر توہا رات وناں دا کھلا

## قِطْعہ

لہ گئے دن جسہ نادانی وچ غیساں دی یاری دے  
 توں گئی گاندائیں میں تھکدا اُسی چھیٹے دہندے ساں  
 بسر نہ سٹ ہن پائٹ پے گئی آ، تے ساڈے نال بنا  
 سوتہ لے لے جے ایہوی کہیے، اُسی دی یاد اسی کسندے ساں



# چکنی ڈلی

ہے جو صاحب کے کفِ دست پر یہ چکنی ڈلی  
 زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے  
 خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھتے  
 ناطقہ سرنگریباں کہ اسے کیا کہتے  
 مُسَدِّ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھتے  
 حرزِ بازوئے شگرفانِ خود آرا کہتے  
 مئی آلود سر انگشتِ حسناں لکھتے  
 داغِ طرفِ جگر عاشقِ شیدا کہتے  
 خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھتے  
 سرِ پستانِ پری زاد سے مانا کہتے  
 اختہِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے  
 خالِ مشکینِ رُخِ دلکش لیسلا کہتے  
 حجبِ الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض  
 نافذ آہوئے بیابانِ ختن کا کہتے

## سپاری دانہ

آپ ہر راں نے ہتھ تلی تے دھری سپاری جیٹری  
 ایہنوں سبھ کچھ بھیدا اے جیڈا وی چنگا آکھو  
 قلماں انگلاں منہ ویچ پائیاں، کیہ لکھتے چا ایہنوں  
 جیہجھاں نے منہ بکھلے دتے ایہنوں کیہ چا آکھو  
 لکھتے ایہنوں، مہر پارے سجاں دے خط لگی  
 میٹھے دا تعویذ کیسے دیس دی بائٹہ دا آکھو  
 دیس دی انگلی دا پوٹا مندی رنگیا، لگتے  
 یا بیٹے تے داغ کیسے عاشق دے، سبیا آکھو  
 دیکھیں ویچ سلیمانی مندی ورگی پتی جاپے  
 یا پستان پری تے ایہنوں چوسی ورگا آکھو  
 مجنوں دے بختاں دے سڑ گئے تارے داناں فیتے  
 لیسلا دے سندر مکھڑے اُتے بل کالا آکھو  
 کبے دی کندھ اُتے حجر اسود جے من لیتے  
 فیہر ختن دے ہرن دی دھتی، بھتیا ناند آکھو!

وضع میں اس کو اگر جانئے قافِ تریاق  
 رنگ میں ہرزہ نوخیز میا کیئے  
 صومعے میں اسے عثر ایسے گرمِ نماز  
 مے کدے میں اسے خشتِ خم صہبا کیئے  
 کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت رکھئے  
 کیوں اسے نقطہ پر کارِ تمنا کیئے  
 کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجئے  
 کیوں اسے مردِ کمبِ دیدہ عنقا کیئے  
 کیوں اسے تکرۂ پیدراہن لکھئے  
 کیوں اسے نقشِ پےِ ناقہِ سلا کیئے  
 بندہ پر در کے کفِ دست کو دل کیجے فرض  
 اور اس چکنی سپاری کو سودا کیئے !

شکلوں جے پئی لگے ایہہ تریاق دے کاف طراں دی  
 رنگوں ایہنوں عیسیٰ دی لہندی مَس دُرگا آکھو  
 جے ایہنوں مسجد دے اندر جانو مسجد گاہ لے  
 میخانے وچ مٹ سدا باں تھلے ٹھنڈ آکھو  
 کاہنوں لکھتے، پیار خزانے دے بوجے دا جندرا  
 کاہنوں ایہنوں ستہ سردی پرکار دا نقطہ آکھو  
 کاہنوں ایہنوں سوچاں اندر سمجھو نا در منکا  
 کاہنوں ایہنوں عنقا دی آکھ دھیری دُرگا آکھو  
 کاہنوں لکھتے ایہنوں لیس دے چولے دا بیڑا  
 کاہنوں ایہنوں سدا دی ڈاچی دا پٹیرا آکھو  
 آپ جوداں دی ہتھ تلی نوں جے کر دل من لیتے  
 تان فیہ ایس سپاری تائیں داغ دے دا آکھو

## قطعہ معذرت

منظور ہے گزارشِ احوال واقعی !  
اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے

سو پُشت سے ہے پیشہ آہا سپہ گری  
کچھ شاعری ذریعہٴ عزت نہیں مجھے

آزادہ رُوحوں اور مراسلک ہے صلح کُل  
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ خلفہ کا فلام ہوں  
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استادِ شد سے ہو مجھے پرغاش کا خیال !  
یہ تاب ، یہ مجال ، یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر  
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

# حقی گل

میں تے اصل حقیقت گل دی عرض کراں درگا ہے  
بجلیاں اپنے آپ دیاں ای وڈیاں نیں مینوں

سو پستان نوں وڈ کے میرے دے شکر دے سوہری  
نیریاں شعر سخن و توں بلیاں جزاں نیں مینوں

میں تے دل دا کھٹاں میرا نہ ہب پریم خدائی  
کہ می کہے دے ویر دیاں بیسے رڈ کاں نیں مینوں

ایہہ کوئی گھٹ شرف نیں ہویاں چاکر آپ ظفر دا  
نتیبا دولت، کرسی وئی آج بختاں نیں مینوں

شاہواں دے استاد ہواں داسول کراں میں کیوں  
ایڈ کلیجا، ایڈا جگرا، ایہہ ہمتاں نیں مینوں

جم دے ساغر شیشے وانگوں شاہ داصاف ضمیراے  
قسماں نال گواہیاں دین دیاں لوڑاں نیں مینوں

میں کون، اور رنجیتہ؟ ہاں اس سے مدعا  
 جزا انبساطِ خاطر، حضرت نہیں مجھے  
 سہرا لکھا گیا ز رہِ امثالِ امر  
 دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہیں مجھے  
 مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات  
 مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے  
 روتے سخن کسی کی طرف ہو تو رُوسیاہ  
 سودا نہیں، جنوں نہیں، دشت نہیں مجھے  
 قسم، بری سہی پہ طبیعت بُری نہیں  
 ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے  
 صادق ہوں اپنے قول میں غالبِ خدا گواہ  
 کتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

میں آں کیسہ؟ تے ریختہ کاہدا؛ جو کچھ دی میں کرناں  
 آپ دیاں خوشیاں توں آگے کچھ خوشیاں نہیں مینوں  
 سہرا بکھیا سی میں ڈروے، مَن کے حکم مھکڑاں  
 وکیو یا ہُن تھاں بھنی بکھرے بھجیاں نہیں مینوں  
 مقنع اندر آن ہئی اے انیوں گل مدھٹانی۔  
 ڈور محبت تئے، ایتھوں ایہہ غرضاں نہیں مینوں  
 گل ہٹاڑ کیسے دل ہووے تے مَنہ کالا ہووے  
 جھل، مراق نہ مینوں، جن دا پڑچھاواں نہیں مینوں  
 بیکھ نہ ہوئے چنگے پرنتیں طبع طبیعت بھڑی  
 شکر خدا دا، کرن شکایتاں دی آسیاں نہیں مینوں  
 قول اپنے واسچاں غالب، رُب نوں خاص کر کے  
 سچاں آکھاں، جھوٹ دیاں پتیاں غلتاں نہیں مینوں

۱۔ چیرٹے سہے دل اشارہ اے اور ہمارا شاہ ظفر دے پیارے پتر جواں بخت دی  
 شادی تے بادشاہ بیگم نواب زینت محل دے حکم تے لکھیا گئی سی۔ ۲۔ سن گسترانہ بات رگن۔ مانی  
 دا قصہ مشہور اے ایس لئی تفصیل و بیچ جان دی لوڑ نہیں۔ ۳۔ دوسے سخن۔



# مدعاۓ ضروری الاظہار

## بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں

اے شہنشاہ آسماں اودنگ  
 اے جہاندار آفتاب آثار  
 تمہاں اک بینوائے گوشہ نشین  
 تمہاں اک درد مند سینہ نگار  
 تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی  
 ہوئی میری وہ گرمی بازار  
 کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز  
 ردِ شناس ثوابت دستیار  
 گرچہ از روئے ننگ بے ہنری  
 ہوں خود اپنی نظر میں آناخوار  
 کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی  
 جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار

## حال پکار

### بہادر شاہ ظفر دی خدمت میں

شاہ! تیرا عرشاں اُتے تخت ہلاکے  
 سلطان! سورج تیتھوں منگے چمکاراں  
 میں ساں کھونجے لگا اک فقیہ نہانا!  
 دکھاں دی تلواروں سینے زخم ہزاراں  
 مینوں آپ ہوراں نے جیڑی آور بخشی  
 اوہنے دھم دھمائی گلیاں تے بازاراں  
 اوہے صدقے میرے جیسے اک دتے دی می  
 لٹک پچھان نہی اسے ثابت تے سیاراں  
 بہادریں شرم کچھ پئے دی ایڑی مینوں  
 اپنی آپ نظروں دے وچ بتیرا خوار آں!  
 ایتھوں تیسرے جے میں خود نوں اکھاں خاکی  
 خاک و چار دی دی ہر پتے ہشیاں عاراں

شاد ہوں لیکن لپترچی میں کہ ہوں  
 بادشاہ کا غلام کار گزار  
 خانہ زاد اور سرید اور تراج  
 تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار  
 بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر  
 نسبتیں ہو گئیں مشخص چار  
 نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں  
 مدد عاتے ضروری الاطعام  
 پیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں  
 ذوقِ آرائش سر و دستار  
 کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر  
 تانہ دے باد ز مہریر آزاد  
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پریش  
 جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار  
 کچھ خریدتا نہیں ہے اب کے سال  
 کچھ ہنسیا نہیں ہے اب کی بار  
 رات کو آگ ابدان کو دھوپ  
 بھاڑ میں جاتیں ایسے لیس و نمار

پر میں دل و بیچ بوسے مان ترانِ وساتے  
 شاہِ دا چاکر ہو کے آیاں و بیچ شماراں  
 میں تے آپ مریہ، شہنشاہِ گرنالے بُردا  
 جمدیوں لآ ایسے درگا ہے عرض گزاراں :  
 شکر خدا دا کرناں ہُن تے نوکروی آں  
 ہُن تے، بچیاں میں مینوں ایہہ چاہئے تاراں  
 آپ ہوراں نوں دُستاں نہ تے کتھوں فستاں  
 دل دیاں محلاں، کتھتے کرتے حال پکاراں  
 مرشد سائیں مینوں بھادیں اُکا نئیں کجھ  
 ہسرتے بختے آوندے شملے تے دستاراں  
 فیروزی ٹھنڈیالے اندر کجھ تے ہودے  
 تماں جے ہیئت ہوا نہ کدھے مَجھنوں آداں  
 مینوں کاہنوں لیڑا تا لوڑی دانسیں  
 جسم تے ہے نا، بھادیں دانگ نجیف نزاراں  
 ایس ددے تے کوئی غرض خریدی نئیں میں  
 گھر دا کجھ وی کرنئیں سکیا میں اس داراں  
 راتاں نوں اگ سیکاں تے دن چڑھیاں مچپاں  
 بھٹی اندر پاسے انجھدے لیسل نہاراں

اُگ تاپے کہاں ملک انساں؟  
 دُھوپ کھائے کہاں ملک جاندار؟  
 دُھوپ بڑا بيش اُگ کی گرمی  
 وَقَيْنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ  
 میسری تنخواہ جو مقدر ہے  
 اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار  
 رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک  
 فحش کا ہے اسی چلن پر مدار  
 مجھ کو دیکھو تو ہوں بقید حیات  
 اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار  
 بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض  
 اور رہتی ہے سود کی تکرار  
 میسری تنخواہ میں تسائی کا  
 ہو گیا ہے شریک سا ہر کار  
 آج مجھ سانہیں زمانے میں  
 شاعر نغمہ گوئے خوش گفتار  
 رزم کی داستان اگر سنئیے  
 ہے زباں میسری تیغ جو ہر دار

بکتوں تیسکر بندہ آگت دے سکے جھلے  
 بکتوں تیسکر چند جوئے دھپاں دیں ماراں  
 دھپاں دے سکے تے توہر آگ دیاں لاساں  
 رُتبا، آگت غذاہوں سانوں دے چھٹکاراں  
 میری جیٹری سرکاروں تنخواہ نہجی اے  
 اوہے ملن دیاں نیں کوئی عجب بہاراں  
 رسم چھماہی مُردے دی کردے اک داری  
 ایسے ڈگرے ٹردی جانڈی خلت ہزاراں  
 میرے دُلوں دیکھو میں تے جیوناں حالے  
 میری کرد چھماہی اک دَرے، دوداراں  
 بھینے بھینے قرض چڑھے چنٹاں داسرتے  
 کردے نیں اوہ سُو بیاچ دیاں ٹکاراں  
 میری ساری تنخواہ دے تریجے جھتے تے  
 مار لیا اے تل جُٹنے توں سہاہ کادراں  
 آج زمانے اُتے نیں کوئی میرے ددگا  
 شاعر جیٹرا پنج کرے مچھیاں گفٹاراں  
 جنگاں دی جے کہانی سُنو زبانی میسری  
 میسری جیہد کرے جو کم کرن تلواراں

بزم کا التذام گر کیجے !  
 ہے قلم میسر ابر گو ہر بار  
 قلم ہے گرنہ دو سخن کی داد  
 قلم ہے گرنہ مجھ کو پیار  
 آپ کا بندہ اور پھڑوں ننگا؟  
 آپ کا نوکر اور کھٹاؤں اوجھاڑ  
 میسر تنخواہ کیجے ماہ بہ ماہ  
 تانہ ہو مجھ کو زندگی دُشوار  
 ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام  
 شاعری سے نہیں مجھے سروکار  
 تم سلامت رہو ہزار برس  
 ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

رنگاں میلے دی جے لکھتے کتھا سہانی  
 میسری قلموں موتی دُسن اُبر پھوہاراں  
 ظلم خُدا دا جے نہ داو سخن دی دیویں  
 قہر خُدا دا جے نہ جتیں نال پیاراں  
 آپ ہوداں دا بندہ ہو کے ہوداں ننگا!  
 آپ دا نوکر ہو کے، وقت اُدھار گزاراں!  
 میسری جو تنخواہ اے تارو مھینے مھینے  
 تاں جے مینوں جیتوں بنے نہ اوکھیاں کاراں  
 بیس دُعاتے اپنی ساری گل مُکاناں  
 شہر سخن تے میں کوئی ایڑا دھیان نہ ماراں  
 تیری رب ہزار دُرھے دی کہے جیاتی  
 دُرھے دُرھے دُج درھیاں دے دن لکھ ہزاراں



## متفرقات

اب رہا ہے کب ہمیں خود و بشر کا امتیاز  
دیکھ کر جاتا رہا تجھ کو نظر کا امتیاز

آگے اپنے یار کے غالب ہمیں معیوب ہیں  
وہ نہ ہے کس کے اُسے عیب دہن کا امتیاز



پانی سے لگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد  
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں



اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرائش  
لباسِ شعر میں بالیدینِ مضمونِ عالی ہے

## متفرق شعر

ہم کہتے ہیں سالوں بندیاں خُرداں دُج پچھاناں  
دُٹھا قینوں کھلے گتیاں اکھاں دُج پچھاناں

غالب اپنے بچن لے تے اُسیو بوسے عیسی  
عیب ثوابوں ہوتیاں نئی سُو ہوراں دُج پچھاناں



پانی کولوں جیویں تریندا ہلکائے دا دُڈھیا  
شیٹے توں پیا تریناں مینوں لوکاں واڑھ لیا جے



قد قامت یار قیامت جیسے کر ہار شکار اسدا اُٹھدے  
دُج شعر بیا دے ہر چھلکا جیویں مضمون اُچھرا اے

دیدہ خونبار ہے مدت سے دلے آج ندیم  
دل کے ٹکڑے بھی کسی خون کے شامل آتے

---

ابر روتا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرد  
برق ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو

---

کمالِ حسن اگر موقوف اندازِ تغافل ہو  
تکلف بر طرف! تجھ سے تری تصویر بہتر ہے

---

شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا  
غالب ایسے گنج کے شایاں یہی ویرانہ تھا

اکھیاں نوں رت وں سدیاں عمراں ہوئیاں، پر راج سچنا؛  
 دل دیاں پھنجرّاں وی کچھ رل کے رت پھوٹا رہے آئیاں

---

بدل رو دے، عیش بیٹھے چھپتی کرو تیار  
 بجلی بس کے آکھے فرصت ہے اک دم دی ساٹوں

---

بے پردا ہریاں کریاں جے کر ہو دے حسنِ مکتل  
 فیرا یہ سنئے؛ تیسٹوں تیری مورت سوہنی جا پے

---

یاراں دا شکوہ دی نپیا دل دے ڈھیر غباراں  
 غالب ایس خزانے لائق ہمسایہ دیرانہ

---

